۲۶۱
ت م

۲۸۱
633/1

تذکرہ
اعلیٰحضرت للّٰہی رحمۃ اللہ

ترجمہ

"مقاماتِ طیّبین"

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی ● لاہور پاکستان
ذخیرہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مؤلف : مولوی امام دین کھوتگوی

ترجمہ و تحقیق : سیّد احمد سعید ہمدانی

تذکرہ
اعلیٰحضرتِ للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ
(ترجمہ "مقاماتِ طیّبین")

مؤلف : مولوی امام دین کھوتکوی
ترجمہ و تحقیق : سیّد احمد سعید ہمدانی

⁂

مکتبہ نورِ رسالت
محلہ سنتھاں، اندرون بھاٹی گیٹ لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

کاتب : محمد شریف پسروری

نام : تذکرہ اعلیحضرت للّٰہی
(ترجمہ مقاماتِ طیبین)

مؤلف : مولوی امام دین کھوتگوی

مترجم : سیّد احمد سعید ہمدانی

مطبع : فالکن پرنٹنگ پریس، اردو بازار لاہور

ماہ و سال : اکتوبر ۱۹۸۶ء ۔ صفر ۱۴۰۷ھ

تعداد : ۵۰۰

قیمت : ۳۶ روپے

دستیاب : القمر بک کارپوریشن
گنج بخش روڈ ۔ لاہور
پاکستان

53329

طالبین معرفت و حقیقت
کیلئے
ایک نہایت مفید کتاب

اعلیٰ حضرت للّٰہی کے حالات و معمولات پر مولانا امام الدین کھوتکوی کا مخطوطہ للّٰہ شریف کے کُتب خانے میں موجود تھا۔ اور کسی ایسے صاحبِ دل اور صاحبِ قلم کا منتظر تھا جو اس کا ترجمہ کر کے طباعت کا انتظام کرے۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ سیّد احمد سعید ہمدانی صاحب نے بڑی محبت اور جذبہ و شوق سے اس کا ترجمہ کیا۔ اور شیخ عبد الرؤف صاحب نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا۔ یوں طالبانِ حق کے لئے بالعموم اور اعلیٰ حضرت کے متعلقین کے لئے بالخصوص ایک نہایت مفید کتاب منظرِ عام پر آگئی ہے میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعے طالبین پر معرفت و حقیقت کی راہیں کھول دے (آمین)

صاحبزادہ **محمد مطلوب الرسول**
سجادہ نشین للّٰہ شریف ضلع جہلم

فہرست

نمبر شمار		صفحہ
	صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول مدظلہ۔ سجادہ نشین للہ شریف کا پیغام	
	حرفِ آغاز ۔ صاحبزادہ عبدالرسول مدظلہ	۵
	پیش لفظ	۹
۱	ابتدائیہ	۲۸
۲	بیان احوال حضرت شیخ غلام محی الدین قصوریؒ	۳۴
۳	ذکر اولاد کرام حضرت شیخ غلام محی الدین قصوریؒ	۴۶
۴	خلفاء و شاگرداں حضرت شیخ غلام محی قصوریؒ	۵۵
۵	حضرت خواجہ غلام نبی للہیؒ	۶۴
۶	دعائے حزب البحر	۹۶
۷	مسائلِ محققہ (مسائل و معارف	۱۰۰
۸	حضرت خواجہ للہیؒ کی عبادات و وظائف	۱۱۸
۹	ملفوظات	۱۳۰
۱۰	خرق عادات و کرامات و مکشوفات	۱۴۹
۱۱	حضرت خواجہ للہیؒ کی وفات	۱۶۲
۱۲	صاحبزادگان کرام	۱۷۶
۱۳	حضرت خواجہ للہی کے بعض اقربار	۱۷۹
۱۴	مخلصین و مریدین اور اجلہ خلفاء عظام	۱۸۱
۱۵	حالاتِ مصنف	۲۰۹
	ضمیمہ نمبر ۱ : طریقہ مجددیہ	۲۱۷
	ضمیمہ نمبر ۲ : دعائے حزب البحر	۲۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

للہ شریف کا قصبہ تحصیل پنڈ دادنخان میں دریائے جہلم اور کوہستانی نمک کے درمیان واقع رانی پٹی میں آباد ہے۔ اس وقت خوشاب۔ ملکوال ریلوے لائن اور پنڈ دادنخان اور خوشاب کے درمیان پختہ رک اسے ملک کے دوسرے علاقوں سے ملاتی ہے۔ یہ قصبہ عہد قدیم کی اس گزرگاہ پر واقع ہے جہاں سے رونی حملہ آور اور تارکین وطن گزر کر برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوئے۔ مغل حکمران کابل سے آتے وئے بالعموم کلر کہار سے ہو کر بھیرہ آتے۔ للہ شریف ان دو شہروں کے درمیان واقع ہے۔ ظاہر ہے ہ اس مقام سے گزرتے ہونگے جہاں وسط ایشیا اور شمالی برصغیر کے کوہستانی سلسلہ کے اختتام جنوبی ایشیا کا وسیع و عریض میدان پہلی باران کا خیر مقدم کرتا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا کتا ہے کہ یہ گزرگاہ بے شمار اہلِ علم و دانش اور صاحبانِ فقر و معرفت کی آماجگاہ رہی ہوگی۔ اہم اس علاقے میں اِس وقت ایسے کوئی آثار موجود نہیں جن سے کسی قدیم نامور تاریخی شخصیت ور اس کے فیضان کی نشان دہی کی جا سکے۔ اعلیٰ حضرت غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ہی روشنی کا وہ منبع ہے جہاں سے جذبہ دینی، معرفت الٰہی اور عشقِ رسولؐ کی کرنیں پھوٹیں ور پورے علاقے کو منور کر دیا۔ للہ شریف اور اس کے نواح میں حفاظ قرآن کی کثرت، پابندی وم و صلوٰۃ کا اہتمام اور دینی حمیت و غیرت کی فراوانی ایسے آثار ہیں جن سے اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے فیضان کی جھلک آج بھی نمایاں ہے۔

یوں تو تمام اولیائے کرام نے قلوب کی تطہیر اور خداشناسی کے ضمن میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں مگر نقشبندی مشائخ کا اندازِ تبلیغ و ارشاد نسبتاً منفرد رہا۔ انہوں نے معرفت اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ اور اقامتِ دین کی طرف بھی توجہ دی۔ ان بزرگوں نے نہ صرف ذاتی سطح پر فرد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کیا۔ بلکہ مسلم معاشرہ کی اجتماعی زندگی میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، ان کو دُور کرنے کی بھی کوشش کی۔ وسط ایشیا، جو نقشبندی سلسلہ کا مرکز رہا، میں متعدد تحریکوں کے پیچھے کسی بزرگ کی ذات کا اثر کارفرما رہا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا قول ہے کہ ہمارا کام محض پیری مریدی نہیں بلکہ ہمارے ذمہ یہ فرض بھی لگایا گیا ہے کہ معاشرہ سے ظلم و جور کا خاتمہ کریں۔ گویا ان بزرگوں نے تزکیہ نفس کے ساتھ عادلانہ نظام کے قیام اور ظالم حکام سے عوام

کو نجات دلانے کی جدوجہد بھی کی۔ اس مسئلہ پر علمی تحقیق کی ضرورت ہے جس سے وسط ایشیا کے ان انقلابات کو منظرِ عام پر لایا جا سکے جو ان مشائخ کے باطنی تصرف کا ثمر تھے۔

برصغیر میں البتہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک تمام اہلِ علم کے سامنے ہے۔ آپ نے ایک طرف تصوف میں بعض مروجہ رجحانات کی تطہیر کی تو دوسری طرف شریعتِ ظاہر کی سربلندی اور کتاب و سنت کی پیروی پر زور دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حکومتِ وقت کی بے راہروی پر سخت تنقید کی اور اس کی حکمتِ عملی کی اصلاح کو اپنا مطمع نگاہ بنا لیا۔ شہنشاہ اکبر کے دینِ الٰہی کے قلع قمع اور ملتِ اسلامیہ کی منفرد حیثیت کی بقا کے سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ برصغیر کے مسلم معاشرہ میں خالص اسلامی نظریات کی دوبارہ ترویج عام ہوئی، اکبر کے جانشینوں میں اورنگ زیب عالمگیر جیسے متقی حکمران پیدا ہوئے اور دو قومی نظریہ پختہ تر ہو کر بالآخر قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔

اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کا عہد انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا۔ اسوقت پنجاب پر سکھوں کا غلبہ تھا۔ انگریزی اقتدار بتدریج آگے بڑھ رہا تھا۔ ان حالات کے خلاف سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد ناکام ہو چکی تھی۔ حصول آزادی کی آخری بھرپور کوشش یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی بھی کامیاب نہ ہو سکی۔ اور جنوبی ایشیا کے مسلمان سیاسی، تعلیمی اور اقتصادی پستی میں گرتے چلے گئے۔ ان حالات میں مشائخ عظام کے لیئے اقامت دین کا روایتی انداز اپنانا ممکن نہ تھا۔ تاہم انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں رشد و ہدایت کی شمع روشن رکھی۔ انہوں نے سلوکِ تصوف کے معمولات، مراقبہ اور استغراق سے افراد کا تزکیہ نفس کیا، علومِ دین کی اشاعت کا اہتمام کر کے دین کا صحیح شعور پیدا کیا، کتاب و سنت کی پیروی اور شریعتِ ظاہر کا احترام سکھا کر اسلامی نظامِ حیات کے ڈھانچہ کو منہدم ہونے سے بچا لیا۔ گویا بظاہر حوصلہ شکن حالات میں بھی وہ معاشرہ کے اجتماعی مسائل سے لاتعلق نہ رہے۔ ان کے اس طرزِ عمل سے محکومی کے دور میں بھی دین کی مشعل روشن رہی۔

اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی زندگی انتہائی مصروف تھی اور آپ کے شب و روز ایک مقررہ نظم اوقات کے تحت بسر ہوتے تھے۔ آپ نے خود پشاور جیسے دور دراز علاقے تک پیدل سفر کر کے تحصیل علم کی۔ پھر نقشبندی قادری سلسلہ کے سلوک کی تکمیل کر کے مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے۔ ساری زندگی بڑی تعداد میں طلبہ علومِ دین

کی تحصیل کے لئے آپ کے ہاں رہتے۔ یہ طلبہ سفر و حضر میں ساتھ رہتے اور انکے اسباق کبھی قضا نہ ہوتے۔ طویل سفر کے اختتام پر سب سے پہلے ان طلبہ کی تدریس شروع ہوتی۔ ان میں درس نظامی کے مبتدی طالب علم بھی ہوتے اور تفسیر و حدیث کے منتہی طلبہ بھی سب کو باری باری بڑے انہماک کے ساتھ آپ خود ہی درس دیتے۔ ان کے علاوہ سالکین و صوفیاء کی بڑی تعداد بھی آپ کے ساتھ رہتی۔ ہر روز مقررہ اوقات میں مراقبہ و توجہ روحانی کے ذریعے یہ لوگ کسب فیض کرتے۔ ان میں سے ہر سالک کے روحانی مقام کا اعلیٰ حضرتؒ کو علم ہوتا اور آپ مراقبہ و توجہ کے ذریعے اس کی روحانی ترقی میں کوشاں رہتے۔ یہ تربیت باطنی بھی سفر و حضر میں باقاعدگی سے جاری رہتی۔

ان مشاغل کے علاوہ تبلیغ، ختم خواجگاں، وظائف و اوراد، امامت، فتاویٰ نویسی، لنگر کا اہتمام اور اس کی تقسیم، مہمان داری، کتب خانہ کے امور اور کتب کے قلمی نسخوں کے لئے کاتبوں کی فراہمی، ذاتی تعلقات کا نباہ، خانہ داری، تبلیغ و ارشاد کے لیے دورے وغیرہ یہ تمام کام آپ کی ذاتی نگرانی میں انجام پاتے تھے۔ ساری عمر معمول رہا کہ علی الصبح سحری کے وقت بیدار ہو کر غسل فرماتے۔ یہ غسل کسی موسم یا سفر میں قضاء نہ ہوا۔ پھر عبادات و فرائض سے فارغ ہو کر مسجد میں دو زانو بیٹھ کر کم و بیش سارا دن مندرجہ بالا تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی ذمہ داریاں پوری کرتے۔ یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا۔ استقامت کا یہ عالم تھا کہ مسواک کی سنت تک ساری عمر ترک نہ ہوئی اور بصیرت ایسی کہ ایک ایک طالب علم اور سالک طریقت کے طرزِ عمل پہ نگاہ رکھتے اور محاسبہ فرماتے۔ مشاغل کے تنوع اور استقامت سے آپ کی ذات کی جامعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہی فی الحقیقت سب سے بڑی کرامت ہے۔

اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی زندگی ایک مثالی شیخ طریقت کی زندگی تھی جو بے حد مصروف اور جامعیت کا نمونہ تھی۔ آپ بیک وقت معلم، مفتی، خطیب، محتسب، عارف کامل اور روحانی پیشوا تھے۔ آپ نے اپنے بعد ایسا حلقہ چھوڑا جس نے اس مقدس فریضہ کو جاری رکھا اور علم و فقر کا نور آگے پھیلایا۔ آپ کے خلفاء نہ صرف پنجاب بلکہ بھارت کے صوبہ اتر پردیش میں بھی موجود تھے۔ ان میں جناب محمد حسن خان بجنوری اس لحاظ سے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں کہ انہوں نے مشہور کتاب "حالاتِ مشائخ نقشبندیہ" تصنیف کی۔ زیر نظر کتاب کے مصنف جناب امام الدین کھتکوی اسی حلقہ کے ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرتؒ کی ذات گرامی اور تعلیم و تربیت کا سارا نقشہ اپنی

آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان کی تحریر ایک شاہد کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ یہ مرشد کی تربیت کا اثر تھا کہ جناب امام الدین کھتکوی نے انتہائی محتاط اندازِ تحریر اختیار کیا جو مبالغہ آرائی سے پاک ہے۔ تاہم کتاب کے مطالعہ سے اس عہد کے ایک مثالی بزرگ کے معمولاتِ شب و روز اور اندازِ تربیت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

کتاب کا مخطوطہ للّٰہ شریف میں اعلیٰ حضرتؒ کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ میں اور اعلیٰ حضرتؒ کے تمام متعلقین جناب سید احمد سعید ہمدانی پرنسپل گورنمنٹ کالج نوشہرہ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس فارسی مخطوطہ کے ترجمہ کی اہم ذمہ داری قبول فرمائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لئے ان سے زیادہ کوئی اور موزوں نہیں ہوسکتا تھا۔ ایک تو یہ کہ ان کا تعلق اسی گاؤں کھتکہ سے ہے جو مصنف کا مسکن تھا اور اس تعلقِ خاطر کا اظہار انہوں نے اپنے پیش لفظ میں فرمایا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ خود بھی صاحبِ نسبت ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کے ترجمہ کا حق کوئی ایسا شخص ہی ادا کر سکتا ہے جو تصوّف کا ذوق رکھتا ہو۔ جناب ہمدانی صاحب تصوّف کے موضوع پر متعدد کتابوں کے مصنّف ہیں۔ وہ اُردو کے پروفیسر ہیں اور قدرت نے انہیں زورِ قلم، حسنِ ذوق اور موزونیِ طبع سے نوازا ہے۔ ان کا یہ ترجمہ تمام خوبیوں سے مزیّن ہے۔ پیشِ لفظ کی اپنی مستقل حیثیت ہے۔ اس کے مطالعہ سے کتاب اور اس کے تعارف کے علاوہ سلسلۂ نقشبندیہ کے طریقۂ تربیت کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ کتاب کے آخر میں للّٰہی خاندان کا نسب نامہ، نقشبندی سلسلہ کے سلوک کا اجمالی تعارف، دعائے حزب البحر وغیرہ کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔ یوں حقیقت کے متلاشی کے لئے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

جناب شیخ عبدالرؤف صاحب نے جس مستعدی اور شوق کے ساتھ کتاب کی طباعت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اس کے لئے وہ سلسلہ کے تمام متعلقین کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس کارِ خیر کے لئے خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر و برکت عطا فرمائے۔

صاحبزادہ عبدالرسول

پرنسپل۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا

پیش لفظ

مجھ فقیر کو سب سے پہلے حضرت صاحبزادہ مطلوب الرسول سجادہ نشین للہ شریف کے رسالہ "انوار حضرت للہی" سے معلوم ہُوا کہ مولوی امام دین کھوتکوی نے کتاب "حیات الطیبین" لکھی تھی۔ جس کا غیر مطبوعہ نسخہ ان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ساتھ ہی اس ضمن میں یہ بھی لکھا تھا "...... اور بوسیدہ ہو کر قریب ہے کہ خاک آلود ہو جائے۔" پھر مقاماتِ مظہریہ کا ترجمہ دیکھا تو مخطوطات کی فہرست میں پہلے یا دوسرے نمبر پر اسی کتاب کا نام دیا تھا اور مترجم نے اسے "دورِ حاضر کا نادر مخطوطہ" تسلیم کیا ہے۔

مجھے یہ پڑھ کر اس لیے دلچسپی محسوس ہوئی کہ مجھ فقیر کا گاؤں بھی وہی ہے جس میں مولوی امام دین کھوتکوی رہتے تھے۔ اس سے پہلے مولوی امام دین مرحوم کا نام سُنا ضرور تھا اور یہ بھی کسی بزرگ نے بتایا تھا کہ وہ پڑھے لکھے آدمی تھے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ مصنف بھی تھے۔

میں نے جناب صاحبزادہ عبدالرسول صاحب (پرنسپل گورنمنٹ کالج سرگودھا) سے مذکورہ کتاب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے ازراہِ کرم ایک ہفتہ بعد پوری کتاب کا فوٹو اسٹیٹ مسودہ مجھے عنائت فرمایا جسے پڑھ کر میں نے فیصلہ کیا کہ اس کا ترجمہ ضرور ہونا چاہیئے۔ چنانچہ رمضان (۱۴۰۴ھ) کے مہینہ میں تعطیلات کے دوران میں بیشتر حصہ کا ترجمہ میں نے کر ڈالا۔ کچھ چند ہفتے اور صرف ہوئے اور اب اس حقیر مساعی کا نتیجہ کتاب کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

راقم الحروف اور مصنف "حیات الطیبین" وادی سون سکیسر (ضلع خوشاب) کے ایک چھوٹے سے گاؤں کھوتکہ کے رہنے والے ہیں۔ کھوتکہ سون کی وسیع درہ نما وادی

کے اندر پھر ایک خوبصورت چھوٹی سی وادی میں واقع ہے۔ اگر آپ راولپنڈی سے وادی سون کے مرکزی قصبہ نوشہرہ کی طرف آ رہے ہوں تو جھیل کھبکی کے آنے سے پہلے بیکلخت اس سرسبز وادی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں ایک دلفریب منظر کی ایکایک دریافت سے ایک طرح سے فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ اگر نوشہرہ کی طرف سے آ رہے ہوں تو جھیل سے کچھ آگے اس وادی میں سے گذرتے ہیں جو تقریباً چار میل لمبی اور دو میل چوڑی ہو گی۔ اس کے درمیان ہموار کھیت ہیں جنہیں کوئی ساٹھ یا ستر کے قریب رہٹ سے چلنے والے کنوؤں کا پانی سیراب کرتا ہے۔ گرمیوں میں موسم عام طور پر معتدل اور خوشگوار ہوتا ہے۔ للہ شریف کے سجادہ نشین مشائخ ہمیشہ سے گرمیوں کے کچھ دن یہاں بسر کرتے رہے ہیں۔ گاؤں کی اکیلی مسجد سے ملحقہ حجرہ اب بھی موجود ہے جہاں یہ حضرات قیام فرما ہوتے ہیں۔

یہ سلسلہ شاید حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے جاری ہے جن کے حالاتِ زندگی کے بارے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور جنہوں نے سب سے پہلے مولوی امام دین کھوتکوی کی دعوت پر یہاں آنا شروع کیا تھا۔

مولوی امام دین مرحوم کی اولاد ابھی تک اسی مکان میں رہتی ہے۔ جہاں بیٹھ کر انہوں نے یہ کتاب لکھی ہو گی۔ ہو سکتا ہے اُس کی ہیئت بدل گئی ہو مگر محلِ وقوع وہی ہے۔ عمر بھر وہ یہیں رہائش پذیر رہے۔ یہ گھر پہاڑی کے دامن میں ڈھلوان پر واقع گاؤں کے درمیان سب سے اوپر سرے پر بنایا گیا ہے۔ جہاں سے نظر ڈالیں تو نیچے پھیلی ہوئی وادی بہت حسین نظر آتی ہے۔ مولوی امام دین نماز کے پانچوں اوقات میں اور اس کے علاوہ بھی پتھریلی گلی سے اوپر نیچے آتے جاتے ہوں گے۔ کیونکہ مسجد میں امام الصلوٰۃ کے فرائض ان کے ذمہ تھے۔ آج کل ان کی اولاد علم اُٹھ جانے کے باعث اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہے۔

اسے بھی حُسنِ اتفاق ہی کہیئے کہ آج جس گاؤں میں تقریباً ایک سو سال پہلے جو کتاب فارسی میں لکھی گئی، اس کا ترجمہ بھی اسی گاؤں میں بیٹھ کر کیا گیا۔ گو یہ کام کہیں اور بھی

سرانجام پا سکتا تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ اور ترجمہ کا کام بھی اسی جگہ شروع ہوا جہاں کتاب کی تصنیف کی ابتدا ہوئی تھی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

گاؤں کے کبر سن بزرگوں سے میں نے سن رکھا تھا کہ مولوی امام دین مرحوم ہمیشہ لکھنے پڑھنے میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اب ان کی کتاب پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ خوش نویس تھے اس لئے اکثر اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے لئے نادر و نایاب کتب مستعار لے کر انہیں نقل کرتے اور حصول خوشنودی کی خاطر ان کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ گمان یہی ہے کہ بلّہ شریف کی خانقاہ کے کتب خانہ میں ان کے بعض نقل کردہ نسخے اب تک موجود ہوں گے۔

کتاب پڑھ کر مولوی امام دین مرحوم کی شخصیت کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ جہاں تک مولوی صاحب موصوف کے علم و فضل کا تعلق ہے تو معلوم ہوتا ہے، مولوی صاحب فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ نیز انہیں اپنے طریقہ کی تقریباً تمام کتب پر جو اس زمانہ میں کسی طرح بھی دستیاب ہو سکتی تھیں کماحقہٗ عبور حاصل تھا۔ فقہ کے مسائل اور طریقہ کے نظری و عملی نکات پر ان کی دسترس کا یہ عالم ہے کہ وہ جب بھی انکا ذکر کرتے ہیں تو حوالوں کے ساتھ ان کے جواز یا عدم جواز میں دلائل و براہین کی بحث ضرور نقل کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ سعی و کوشش ان میں ذوقِ مناظرہ کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ (اپنے بچپن میں مہندی کے ساتھ رنگی ہوئی سُرخ داڑھی والے ان کے صاحبزادے قاضی دوست محمد صاحب کو میں نے دیکھا تھا۔ وہ تو قدرے نرم طبیعت کے مالک تھے اور کچھ دیوبندی عقائد کی طرف مائل رہتے تھے۔ مگر ان کے چچا یعنی مولوی امام دین کے بھائی میاں احمد کٹر سُنّی تھے اور اپنے بھتیجے کے ساتھ اکثر اختلافی عقائد کے بارے میں بحثتے اور جھگڑتے رہتے تھے۔ کئی سال ہوئے ہیں کہ دونوں بزرگوں کا انتقال ہو چکا ہے۔)

مولوی صاحب کو اپنے شیخ علیہ الرحمۃ سے گہری عقیدت تھی۔ جبھی تو انہوں نے

ہر قسم کی یادداشتیں محفوظ رکھیں جن کی مدد سے پھر انہوں نے یہ قابلِ قدر کتاب تصنیف کی۔ مگر اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اس عقیدت کے باوجود ان کی تنقیدی نظر برابر کام کرتی رہتی تھی۔ شریعت کا اس قدر پاس تھا کہ گو حضرت شیخؒ کی قوتِ قدسیہ کا تجربہ تو انہیں پہلی ملاقات میں دیکھتے ہی ہو چکا تھا مگر نماز میں تطویلِ رکعت کا امر فوراً بیعت کرنے میں مانع ہوا۔ جب تک اس بارے میں اطمینان نہیں ہوا، شیخؒ کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ سلوک کے دوران میں بھی شیخؒ کے ہر عمل پر ان کی نظر رہی۔ حضرت کے روز و شب کے عمل کا انہوں نے جو پروگرام لکھا ہے، وہ کم ہی لوگوں کے علم میں رہا ہوگا۔ اس کے پیشِ نظر مولانا نے اعتراف کیا ہے کہ کبھی انہوں نے حضرتؒ کا کوئی عمل سنت سے ہٹ کر نہ دیکھا اور کبھی کوئی غیر شرعی حرکت آپؒ کے قول و فعل میں نہ دیکھی گئی۔

مولوی امام دین مرحوم اپنے طریقہ کی تاریخ یا اس کے مسلک سے ہٹ کر بہت کم بات کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ وہ کہتے ہیں، اس کی ثقاہت میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح مولوی صاحب کا تخیل کہیں بھی بے لگام نہیں ہوتا۔ یہ بات کرامات اور مکشوفات کے بیان میں ظاہر ہے۔ اکثر مریدوں اور عقیدت مندوں کو دیکھا گیا کہ وہ اپنے پیر کے خوارق بیان کرتے ہوئے احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں مگر مولوی صاحب نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ وہی لکھا جو انہوں نے خود دیکھا تھا یا جس کے بارے میں انہیں خود یقین تھا کہ یہ سچ ہے۔

خلفاء کے بیان میں بھی مولوی صاحب نے احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا۔ کسی کی باطنی ترقی کے متعلق اگر ذاتی طور پر کچھ علم نہ تھا تو بے دھڑک لکھ دیا کہ اس ناچیز کو ان کے سلوک کی ترقی کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔

مولوی صاحب نے خود نقشبندیہ مجددیہ سلوک کے تمام مقامات اپنے شیخ کی نگرانی میں انتہا تک عبور کیے جن کی تفصیل انہوں نے اپنے حالات میں تاریخ وار لکھی ہے اور پھر خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ اس کے باوجود دوسرے خلفاء کے بیان میں انکی فضیلت کا ذکر کرتے ہیں اور خود سراپا انکسار نظر آتے ہیں۔ آخری باب میں ان کے اپنے حالات

میں اپنی انکساری اور عجز و نیاز کا یہ اظہار ان کی درویشی کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ مولوی صاحب نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ آیا انہوں نے خلافت پا لینے کے بعد خود بھی کسی طالب کو تربیت دی یا نہیں۔ ممکن ہے یہاں بھی کسرِ نفسی مانع رہی ہو۔ اپنے بارے میں انہیں شروع سے یہ معلوم تھا جیسا کہ انہوں نے اپنے والدین سے سُن رکھا تھا کہ وہ بڑے دینی کام کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اپنے وقت میں انہیں اپنے حلقہ سے باہر شہرت ملی نہ اُنکے کسی کام کا چرچا ہوا۔ مگر دین میں ان کا بڑا کام یہی تھا کہ انہوں نے اپنے شیخ کی زندگی کے بارے میں ٹھیک ٹھیک حالات قلمبند کئے۔ ان کا انداز بیک وقت شخصی بھی تھا اور معروضی بھی کیونکہ اس کی ہر سطر میں عقیدت اور تنقیدی نظر ہر دو یکجا نظر آتی ہیں۔ کتاب کی تاریخی اہمیت کو دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ گو اپنے دور میں تقویٰ کے ساتھ بھرپور زندگی بسر کرنا بھی بڑا کام تھا مگر ان کا سورج کی طرح چمکتا ہوا کارنامہ یہی کتاب ہے جو انہوں نے اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھی۔ اس کا ترجمہ بھی شاید اسی وقت کے لئے مقدر تھا کہ اب جبکہ حضرت خواجہ غلام نبی للہیؒ کے دور پر ایک عرصہ گذر گیا اور ان کی خانقاہ کے ماحول کے بارے میں روایت کرنے والے، ان احوال کی یادوں کو تازہ کرنے والے اور طریقہ میں تربیت دینے اور پانے والے نہ رہے تو کتاب کے ترجمہ کا از خود سبب اور جواز نکل آیا۔ گویا ایک بار پھر وہ پورا ماحول زندہ ہو کر خانقاہ کی صحیح تصویر پیش کرنے لگا ہے جس کے اکثر و بیشتر کرداروں کے نام بھی لوگ بھول گئے تھے۔

مولوی امام دین صاحب نے اپنے شیخ حضرت خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کی جو تصویر کھینچی ہے وہ حقیقت کے بہت قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دلآویز ہے۔ ایک ایک لفظ سے ان کی اپنے شیخ سے محبت مترشح ہوتی ہے مگر مبالغہ کو کہیں دخل نہیں۔ اس پر بھی شیخ کی رفیع الشان اور جلیل و جمیل پرکشش شخصیت کا تاثر ان کے لئے مدح و ستائش کے جذبات کو تحریک بخشتا ہے۔

جناب محمد حسن خان بھی حضرت خواجہ غلام نبی للہیؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور انہوں نے اپنی کتاب حالات مشائخ نقشبندیہ میں حضرت للہیؒ کے مفصل حالات لکھے تھے مگر وہ کتاب تذکرہ خواجگان و مشائخ نقشبندیہ کی سطح پر لکھی گئی جس میں نورالانوار اور

سر الاسرار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت خواجہ للّٰہیؒ اور ان کے چند خلفاء تک کے حالات حیطۂ تحریر میں لائے گئے۔ اس لیے حضرت للّٰہیؒ کی شخصیت کامل طور پر نمایاں نہ ہو سکی۔ مولوی امام دین مرحوم نے "حیات الطیبین" میں جو عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے وہ حضرت للّٰہیؒ کی شخصیت کا بھرپور جائزہ اور عکاسی ہے۔ جس طرح سے مولوی صاحب نے شیخ الطریقہ کے سفر و حضر کے حالات لکھے ہیں، اس سے ان کی گھریلو زندگی سے لے کر خانقاہ کی عملی زندگی تک کے تمام شب و روز آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور ایک جلیل و جمیل ہستی کا تصوّر ابھرتا ہے۔ خلقِ خدا سے ہمدردی اور ان کی ظاہری و باطنی اعانت، تعلیم و تدریس کی مشغولیت، ذکر و فکر میں محویت اور ان کی قناعت، ان کا توکل اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے ایمان کامل اور انکے اندر حق الیقین کی جھلکیاں یہ سب خوبیاں ان کو ایک انتہائی محبوب ہستی کے رنگ میں پیش کرتی ہیں۔ ان میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو ایک فقیرِ کامل اور عالم باعمل یا یوں کہیے کہ انبیاء کی وراثت کے حامل کسی فردِ فرید میں ہونی چاہئیں۔ نقشبندیہ سلسلہ کے لوگ ویسے بھی اپنی اس خوبی کی وجہ سے معروف ہیں کہ ظاہری پرہیزگاری اور تورّع پر بہت زور دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ للّٰہیؒ کے بارے میں مولوی امام دین صاحب نے بڑے یقین سے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے کبھی ان میں کوئی بات خلافِ شرع نہ دیکھی اور یہی وہ فوزِ عظیم ہے جو مطلوب و مقصود ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جو مسلمان فقراء کو دوسرے سِرّی مذاہب کے سالکین سے متمیّز کرتی ہے۔

اس مرحلہ پر مختصراً طریقہ نقشبندیہ کا تاریخی پسِ منظر ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ تصوف کے تمام طریقے ذکر و فکر اور ان کی تاثیرات کے تنوع کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ جس طرح تمام دینی مسائل و معاملات کا منبع و مرجع خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس ہے۔ اسی طرح بنیادی طور پر ذکر و فکر اور ان کے نتیجہ میں مترتب ہونے والی تاثیرات و واردات کی روایت بھی آپؐ سے ہی ماخوذ ہے۔ اسے آپ روحانی حال کی روایت بھی کہہ سکتے ہیں۔

طریقہ نقشبندیہ میں حال کی روایت دو واسطوں کے ذریعے یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ سے آگے چلی ہے۔ ترکستان میں جب اس طریقہ کو عروج ملا تو اسے طریقۂ خواجگان کہا جانے لگا۔ اس طریقہ کے سات مشائخ ہمتِ بلند اور جذب قوی رکھتے تھے۔ ارادت مند انہیں ہفت خواجگان کہتے ہیں۔ متعلقہ باب میں جہاں کچھ پڑھ کر ثواب بخشنے کا ذکر ہے وہاں اس کتاب میں بھی ان کے نام دیئے گئے ہیں۔ بہرحال اس طریقہ کے ان اکابر مشائخؒ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (وفات ۵۷۵ ہجری/ ۱۲۲۰ عیسوی)
۲۔ خواجہ عارف ریوگریؒ (وفات ۶۵۷ ہجری/ ۱۲۵۹ عیسوی)
۳۔ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ (وفات ۶۴۳ یا ۶۷۰ ہجری/ ۱۲۴۵ یا ۱۲۷۲ عیسوی)
۴۔ خواجہ علی رامیتنیؒ (وفات ۷۰۵ یا ۷۱۰ ہجری/ ۱۳۰۶ یا ۱۳۲۱ء)
۵۔ خواجہ بابا سماسیؒ (وفات ۷۴۰ یا ۷۵۵ ہجری/ ۱۳۴۰ یا ۱۳۵۴ء)
۶۔ خواجہ امیر کلالؒ (وفات ۷۷۲ ہجری/ ۱۳۷۱ء)
۷۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند (۷۱۷ - ۷۹۱ ہجری/ ۱۳۱۸ - ۱۳۸۹ء)

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے لقب کی نسبت سے اگرچہ طریقۂ خواجگان بعد میں طریقہ نقشبندیہ کے نام سے معروف ہوا مگر جیسا کہ وضاحت ہو چکی ہے وہ اسکے بانی نہ تھے۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ ۷۱۸ھ ہجری میں نواح بخارا میں واقع قصرِ ہندواں میں (جسے بعد ازاں قصرِ عارفاں کہا جانے لگا) میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ خواجگان کے ایک بزرگ سید محمد امیر کلالؒ سے انہوں نے سلوک میں تربیت پائی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ نے اپنے طریقہ میں ذکر و فکر کے وہ آٹھ اصول برقرار رکھے جو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے مقرر فرمائے تھے بلکہ آخر میں تین کا اضافہ فرمایا۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ ہوش در دم:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طالبِ حق ہر دم خدا کے ذکر میں مشغول

رہے اور کسی لمحے بھی یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔

۲۔ نظر بر قدم :۔ سلوک میں تربیت پانے والا چلتے پھرتے قدم پر نظر رکھے یعنی اِدھر اُدھر نظر کو آوارگی سے بچائے ورنہ رنگ و بو اور آوازیں اس کی توجہ کو منتشر کر دیں گی۔

۳۔ سفر در وطن :۔ مراد باطن کے اندر سفر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بری باتوں کو دل سے نکال کر فرشتوں کے خصائص یعنی تسبیح و ذکر وغیرہ کو باطن میں راسخ کرے۔

۴۔ خلوت در انجمن :۔ ظاہر میں لوگوں کے ساتھ رہے مگر اپنا باطن یادِ حق سے آباد رکھے۔

۵۔ یاد کرد :۔ اس سے مراد تکرار کے ساتھ ذکرِ الٰہی ہے۔

۶۔ بازگشت :۔ اس کا معنی رجوع کرنا اور پھرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ہر موقعہ پر ذاکر تھوڑے سے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار کہے۔ اِلٰهِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاءَكَ مَطْلُوْبِیْ (اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری ہی رضا مجھے مطلوب ہے)

۷۔ نگاہ داشت :۔ وساوس اور خطرات سے دل کی حفاظت مراد ہے۔

۸۔ یادداشت :۔ ”یادداشت ذاتِ مقدس کے دھیان کا نام ہے۔“ جو الفاظ اور تخیل کی مرہونِ منت نہ ہو۔ یہ حالت سلوک کے منتہی حضرات کو حاصل ہوتی ہے حضرت خواجہ نقشبندؒ نے ان اصولوں پر

۹۔ وقوف زمانی

۱۰۔ وقوف قلبی اور

۱۱۔ وقوف عددی

زیادہ کیئے۔

وقوفِ زمانی تو دہی ہوش در دم ہے۔ وقوف قلبی نگاہداشت سے ملتی جلتی بات ہے اور وقوف عددی ذکر کی تکرار میں تعداد کی رعایت سے عبارت ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ نے ان اصولوں کے ساتھ توجہ باطنی سے زیادہ کام لیا۔ آپ اپنی ہمت اور توجہ سے اپنے مریدوں کے دل میں ذکر اور اس کی تاثیرات کو رواں کر دیتے تھے۔ اس طرح اس طریقے کے عامل کے لئے سہولت پیدا ہو جاتی تھی اور وہ درجہ بدرجہ سلوک کے مراحل طے کر لیتا تھا۔

ترکستان سے یہ طریقہ ہندوستان میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ذریعہ سے پھیلا۔ راقم نے چند سال پہلے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ "اگرچہ یہ سلسلہ سلوک کے دیگر معروف طریقوں یعنی قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے بہت بعد ہندوستان پہنچا لیکن نہایت قلیل مدت میں اس نے حیرت انگیز تیزی کے ساتھ مقبولیت حاصل کر لی۔ اس کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ اس سلسلہ کے مشائخ حنفی المذہب تھے اور سنت کی پیروی اور متابعت شریعت پر بہت زور دیتے تھے۔ چنانچہ علمائے احناف نے جو ہندوستان میں لوگوں کے مقتدا تھے، برضا و رغبت اس طریق کو اپنا لیا۔

"سب سے پہلے اس سلسلے کے ایک سمرقندی بزرگ خواجہ باقی باللہؒ (م ۱۶۰۳ء) شہنشاہ اکبر کے زمانے میں کابل سے ہندوستان آئے .... اور یہ بات بھی ان کے تصرفات جاذبہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ دو تین سال میں ان کا طریقہ بلا واسطہ یا بالواسطہ سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ آپ کہا کرتے تھے: ایں تخم پاک را از سمرقند و بخارا آوردیم و در زمین برکت آگیں ہند کشتیم (ہم اس پاک بیج کو سمرقند و بخارا سے لائے اور اسے ہندوستان کی مبارک زمین میں بویا۔"[1])

بہت سے طالبین اس ملک میں خواجہ باقی باللہؒ کے مرید ہوئے اور ان سے خلافت بھی پائی مگر فیض رسانی میں ان کے خلیفہ اعظم حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑھ کر ہوئے۔

حضرت امام ربانی ظاہر شریعت کے بھی عالم تھے اور سلوک میں بھی ایسی

اگست

[1] "خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ" مطبوعہ المعارف لاہور ستمبر ۱۹۷۵ء

خداداد صلاحیت رکھتے تھے کہ نہ صرف خود احوال و مقامات طے کر کے انتہا تک پہنچے بلکہ دوسروں کے لئے سلوک کا نصاب بھی مرتب فرمایا۔

اس نصاب کے مطابق سلوک طے کرانے کا بڑا ذریعہ مراقبات ہیں۔ ان مراقبات میں شیخ کی توجہ سے یہ مقامات طے ہوتے ہیں اور مرید باقاعدہ ان میں تمیز کر کے آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

جیسا کہ تمام طریقوں میں مروج ہے، پہلے مرید توبہ کر کے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اور پھر اسے ذکر تلقین کیا جاتا ہے۔

مراقبہ کا مفہوم ذکر یا کیفیتِ حال کی ایسی نگرانی ہے جس میں توجہ مرکوز رہے۔

نقشبندی مشائخ خاموش ذکر کے قائل ہیں۔ اس لئے مریدوں کو حلقہ میں بٹھا کر مراقبات کی تعلیم دیتے ہیں۔ مرید آنکھیں بند کر کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اور شیخ اپنی باطنی ہمت سے توجہ ان کے دلوں پر رکھتا ہے اور اس کی تاثیر سے ذکر کے انوار ان کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں اور وہ اس کے اثرات محسوس کرتے ہیں۔

جسم میں سات مقامات ایسے ہیں جنہیں شعور کے لطیف مراکز خیال کیا جاتا ہے۔ ان پر توجہ مرکوز کر کے ذکر کیا جاتا ہے اور اس دوران میں ان کے انوار اور ان کی کیفیات کو الگ الگ پہچاننے کی اہلیت بہم پہنچائی جاتی ہے۔

ان مقامات کو لطائف ستہ کہتے ہیں۔ جن کے مواضعات کی نشاندہی یوں کی جاتی ہے[1]

نفس:۔ پیشانی

قلب:۔ سینے میں بائیں طرف نیچے تقریباً دو انگلی کے قریب فاصلہ پر

روح:۔ سینے میں دائیں طرف نیچے تقریباً دو انگلی کے قریب فاصلہ پر

سر:۔ سینے میں بائیں طرف اوپر تقریباً دو انگلی کے قریب فاصلہ پر

خفی:۔ سینے میں دائیں طرف اوپر تقریباً دو انگلی کے قریب فاصلہ پر

---

[1] یاد رہے کہ ان مواضعات میں اختلاف بھی ہے مگر خود لطائف کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں

اخفی :۔ سینے کے عین درمیان

قالب :۔ پورا جسم

یہ مقاماتِ شعور یا لطائف صرف خواجگانِ نقشبند یا دیگر صوفیاء کرام کی دریافت نہیں ہیں۔ بلکہ قدیم ادیان کے بستری مسالک کے پیرو شروع سے ان سے آگاہ رہے ہیں۔ خاص طور پر عہدِ قدیم کے ہندو جوگیوں نے اس سلسلہ میں بہت تحقیق کی ہے۔ وہ ان لطائف کے علاوہ بھی کئی اور لطیف مقامات کا پتہ دیتے ہیں مگر صوفیاء کرام نے مذکورہ لطائف کے علاوہ ان کو چنداں اہمیت نہیں دی کیونکہ ان سے سفلی قوتوں کے بیدار ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نفس کو چھوڑ کر قلب پر توجہ مرکوز کر کے ذکر کی ابتدا کی۔ اور پھر سر، خفی، اخفی وغیرہ کے لطائف کی سیر کرانے کی تاکید کی۔

ان مختلف مقامات پر توجہ سے ذکر کیا جائے تو ان کے انوار کے مختلف رنگ نظر آتے ہیں۔ جن کی تفصیل یوں بتائی جاتی ہے۔

نفس :۔ تزکیہ کے بعد اس کا رنگ بے کیف ہوتا ہے۔

قلب :۔ زرد

روح :۔ سرخ

سر :۔ سفید

خفی :۔ سیاہ

اخفی :۔ سبز

ان لطائف کے ذکر و توجہ سے انوار کے تجلّی کے بعد نفس کی صفائی از خود ہو جاتی تھی۔ اس تمام ریاضت اور توجہ کا مقصود صرف ذکر میں ایسی محویت اور استغراق ہے۔ جس میں پورا وجود (قالب) ماسوا کو فراموش کر کے ذاکر ہو جائے۔ ذکر کی اس کیفیت کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔ اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ صوفی دنیا سے کنارہ کش ہو جائے۔ بلکہ اہم نکتہ یہ ہے کہ دنیا میں ہی رہے مگر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اور جب الگ بیٹھے تو

شعور کی ساری ظاہر و پنہاں قوتوں کے ساتھ ذکر میں مشغول رہے۔

شیخ کی صحبت میں اس کی توجہ اور غیر حاضری میں اس سے رابطہ اس طریقہ میں دو لازمی ذرائع ہیں۔ جب طالب اپنے پیر یا شیخ کی صحبت میں ہوتا ہے تو اجتماعی حلقہ میں اور انفرادی نشست کے دوران میں بھی شیخ کی توجہ سے مستفیض ہوتا ہے۔ یہ توجہ کافی حد تک ٹیلی پیتھی سے ملتی جلتی ہے مگر یہاں اُس کی جہت روحانی کے سبب اس کی تاثیر کہیں زیادہ اور نتیجہ اس سے بھی بڑھ کر مؤثر ہوتا ہے۔ اس سے توجہ لینے والے کی اپنی سمت روحانیت کی طرف متعین ہو جاتی ہے۔ اور شیخ کی قوتِ قدسیہ کی مدد سے وہ نہ صرف بتدریج آگے بڑھتا چلا جاتا ہے بلکہ اُسے انوار و واردات میں تمیز کا ملکہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ کسر رہ جائے تو شیخ سے گفتگو کے ذریعہ وہ ان کی پہچان پہ دسترس پا لیتا ہے۔

رابطہ یہ ہے کہ جب ذاکر کہیں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنے شیخ کو داخل و خارج میں حاضر و ناظر تصور کرتا ہے، اس سے ذکر پہ توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور شیخ کی غیر حاضری میں بھی اس کی قوت قدسیہ اس کی معاون رہتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کے بعد مراقبات کا ایک علیحدہ نصاب ترتیب دیا ہے۔ مراقبہ کا مفہوم نگرانی کے ساتھ "انتظارِ فیضِ الٰہی" بھی ہے۔ اس کے لئے مرید باقاعدہ ایک وقت مقرر کر کے بیٹھتا ہے اور دل کو ماسوا سے خالی کر کے انتظار کرتا ہے کہ کیا وارد ہوتا ہے۔ تمام طور پر شیخ اس کے لطائف اور ان کی کیفیات کو سامنے رکھ کر مقامات کا القاء کرتا ہے۔

مجدد صاحبؒ نے کمالاتِ ولایت اور کمالات نبوت میں تمیز فرمائی ہے۔ کمالاتِ ولایت کے لئے کئی مراقبات ہیں جو ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت علیاء تک رسائی بہم پہنچاتے ہیں۔ ولایت صغریٰ اسماء و صفات کے ظلال سے متعلق ہے۔ ولایتِ کبریٰ میں اللہ سے محبت و اقربیت کا تعلق بڑھتا ہے۔ یہاں تک مجدد صاحبؒ سے پہلے بھی مراقبات کے ذریعہ ترقی ہو جاتی تھی۔ اس سے آگے ولایت علیاء اور اس کے

بعد کے مدارج حضرت مجدد الف ثانیؒ پر کھلے۔ ولایت علیا میں روحانیت میں لطافت و نزاکت بڑھتی ہے۔ جو فرشتوں کی ارواح سے مشابہ ہے اس لئے گویا یہ ولایت ملائکہ کرام ہے کمالات نبوت کے لئے بھی مراقبات ہیں جن سے اولوالعزم انبیاء کی خصوصیات و صفات سے حصہ ملتا ہے۔ پھر دائروں کی صورت میں الگ الگ ہر مقام کی حقیقت کا کشف جاری رہتا ہے حتیٰ کہ وہ مقام آجاتا ہے جہاں صحیح معنوں میں بندہ اس طرح عابد ہوجاتا ہے کہ پھر صرف وہ ہوتا ہے اور اس کا معبود گویا لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم اپنی حقیقی صورت میں یہاں آکر کھلتا ہے۔

اس جگہ یہ باتیں سرسری طور پر اس لئے لکھ دی گئی ہیں کہ کتاب پڑھنے والے کے ذہن میں کچھ خاکہ ضرور رہنا چاہئے تاکہ وہ اس کتاب کی دنیا اور اس کی فضا میں داخل ہو تو کچھ اشارات پہلے سے اس کے سامنے ہوں۔ ورنہ سچی بات یہ ہے کہ جب تک تصوف کے حلقہ میں بیٹھ کر ان امور اور اصطلاحات کو نہ سمجھا جائے محض باہر سے دیکھ یا سُن کر یہ باتیں کم ہی سمجھ میں آتی ہیں۔

اب ذرا شروع سے سلسلہ نقشبندیہ پر نظر ڈالیے تو اس کی ترتیب حضرت مجدد الف ثانیؒ تک یہ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اس طریقہ کی روایت چلی اور پھر حضرت سلمان فارسیؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، امام جعفر صادقؓ، حضرت بایزید بسطامیؒ، خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ، شیخ ابوعلی فارمدی طوسیؒ، خواجہ ابویوسف ہمدانیؒ، خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ، خواجہ عارف ریوگریؒ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ، خواجہ علی رامیتنیؒ، بابا محمد سماسیؒ، خواجہ امیر کلالؒ اور خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ تک پہنچی۔

پھر ان کے خلیفہ خواجہ علاؤالدین عطارؒ سے مولانا یعقوب چرخیؒ۔ خواجہ عبیداللہ احرارؒ، خواجہ محمد زاہدؒ، مولانا درویش محمدؒ۔ مولانا خواجگی امکنگیؒ سے خواجہ باقی باللہؒ تک مشائخ نے اس طریقہ کی روایت کی اور اس کے معلم و مربی بنے۔ خواجہ باقی باللہ کے مریدِ

خلیفۂ اعظم حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ سے ہندوستان میں نقشبندیہ مجددیہ[1] طریقہ شروع ہوا۔ ان سے ان کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے ذریعہ فیض کا سلسلہ پھیلا تو شیخ سیف الدینؒ، سید نور محمد بدایونیؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور شاہ غلام علی دہلویؒ تک پہنچا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلفاء میں سے ایک حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ تھے۔ جن کے متعلق مقامات مظہری کے مترجم و محقق نے لکھا ہے:... "مولانا غلام محی الدین قصوریؒ، حضرت شاہ غلام علیؒ کے عظیم خلفاء میں سے تھے۔ پنجاب میں زیادہ تر انہی کی بدولت سلسلۂ مظہریہ کی نشر و اشاعت ہوئی۔ کثیر التصانیف اور مقبول ترین شخصیت کے مالک تھے۔"[2]

یہ کتاب انہی حضرت قصوریؒ کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور حضرت خواجہ للّٰہیؒ انکے خلفاء کرام میں سے تھے۔ جن کی زندگی کے حالات و واقعات کے بارے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ کتاب محض ایک صوفی شیخ کی سوانحعمری ہی نہیں ہے بلکہ اس کی اہمیت اس سے کچھ زیادہ ہے۔ اسے پڑھ کر ایک عہد کی دینی و تعلیمی حالت کی ایک تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

اس کتاب سے اس دَور کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، جب ایک شیخ کامل اپنی ہمت اور توجہ سے یہ تمام مقامات طے کرادیتا تھا۔ ہر وہ مرد یا عورت جس میں کچھ استعداد تھی۔ اس حلقے میں آکر مستفیض ہوسکتا تھا اور آگے روحانی معلم بننے کی سند حاصل

---

[1] "نقشبندیہ مجددیہ طریقہ کے بہت سے مشائخ نے اس کی ترویج میں حصہ لیا ہے اور باوجود ایک ہی سلسلہ سے منسلک ہونے کے ان کے حالات و تاثیرات میں نمایاں فرق ہے۔" یہاں نقشبندیہ مجددیہ کی اس شاخ کا ذکر ہے جو حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ (۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء — ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء) اور ان کے خلفاء سے متعلق ہے۔ الگ نام سلسلہ مظہریہ سے مذکورہ فرق یا تمیز کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

[2] اردو ترجمہ "مقاماتِ مظہری"۔ ص ۱۶۹۔ اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۳ء

53329

کر سکتا تھا تاکہ یہ روایت جاری رہے۔ اب تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ آں قدح بشکست
وآں ساقی نماند

اس کے بعد نیا دور آگیا۔ اور نصاب سلوک میں بھی اجمال و اختصار ملحوظ رکھنا پڑا اب آج کل اگر کوئی شیخ طالب کے لطائف ستہ میں ہی ذکر جاری کر دیتا ہے تو بڑی بات ہے ورنہ جیسا کہ محمد حسن خان صاحب نے اندازہ کیا تھا، تسلیکِ مقامات مجددیہ اپنی قدیم ترتیب کے ساتھ محدود و مسدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اپنے وقت میں حضرت خواجہ للّٰہیؒ اس فیض کو پھیلانے کے اس حد تک متمنی نظر آتے ہیں کہ جہاں جاتے ہیں لوگوں کو اعلان کر دینے کے لئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی اس فیض کے حصول کا خواہشمند ہے تو آئے ورنہ اُن کی طرف سے حُجّت تمام ہوئی۔

نقشبندیہ مجددیہ طریقہ کی خانقاہوں میں اب اگر کچھ فیض محسوس ہوتا ہے تو یہ ایسے ہی بزرگوں کا حال ہے جو قلوب میں اب تک جاری و ساری چلا آ رہا ہے ورنہ اب نہ خواجہ للّٰہیؒ جیسے جلیل القدر شیخ ہیں نہ مولوی امام دین جیسے پُرشوق طالب۔ زمانے میں تبدیلیاں آگئیں۔ بعض جگہ ان صوفیاء نے ان تبدیلیوں کے مطابق اپنا رنگ بدل لیا ہے اور بعض نے رنگ بدلا ہے نہ پرانے انداز کو ہی قائم رکھ سکے ہیں بس گدی نشینی کی روایت چل رہی ہے۔

کچھ کتاب کی اہمیت کے بارے میں:

کتاب کی اہمیت حضرت خواجہ للّٰہیؒ کے معتقدین و مریدین اور ان کے خلفاء کی اولاد کے لئے تو اس لئے بہت ہے کہ نہ صرف اس میں ایک ثقہ خلیفۂ طریقہ کے آنکھوں دیکھے حالات محفوظ ہو گئے ہیں بلکہ اس کتاب کے ذریعہ وہ تمام لوگ بھی کم از کم تحریر کی حد تک زندہ ہو گئے ہیں جو حضرت خواجہ للّٰہیؒ کے حلقۂ روحانیت کے سرگرم ارکان تھے۔ یہاں محبت کی اس فضاء کی تصویر نظر آتی ہے جو صوفیاء نے محض اللہ کی مدد سے نہایت دُور افتادہ دیہات میں تخلیق کی تھی۔ آج تو ذرائع مواصلات عام ہیں کوئی کہیں بھی جاسکتا ہے۔ مگر اس دور میں صرف محبت ہی ایک

ایسی گاڑی تھی جو لوگوں کو ایسی جگہوں پر کسی شیخ کے پاس پہنچا سکتی تھی۔ یہاں پہنچنے پر پھر ایک اور ہی دنیا دیکھنے میں آتی تھی جس کے تانے بانے میں محبت و معرفت کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا۔

یہ کتاب ان لوگوں کے لئے بھی بہت اہم اور قابلِ قدر ہے جو مذہب کے عمرانی پہلو پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ مثلاً آج سے ایک ڈیڑھ سو پہلے برصغیر میں خانقاہوں میں شیخ الطریقہ کی تعلیم و تربیت کا نظام کیسے چلتا تھا۔ ایک شیخ کے حلقہ میں طالب کیسے ہوتے تھے۔ ذکر و فکر کے لئے کیا طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ اور پھر اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سفر و حضر میں کیا اقدامات کیے جاتے تھے۔

تاریخی لحاظ سے بہت سی معلومات اس کتاب کے مطالعہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس دور میں بعض لوگوں نے تصوف اور ذکر و فکر اور بعض خانقاہی رسوم کے خلاف بڑی شدت سے جد و جہد شروع کر دی تھی۔ نجد میں اور بعد ازاں تمام ملک میں جسے آج سعودی عرب کہا جاتا ہے جو کامیابی اس مسلک کو حاصل ہوئی تھی اسکے پیشِ نظر ان کے مخصوص رجحانات کو بہت تقویت و تحریک ملی۔ چنانچہ ان کی فعالیت نے اپنے مسلک کے خلاف تمام امور کو "بدعات" کہہ کر ہدفِ طعن و تنقیص بنا لیا جس پر مقابلہ و مجادلہ کی صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ جہاں اس کتاب میں "وہابیوں" کے خلاف شدید رد عمل ظاہر کیا گیا ہے، وہاں اس پسِ منظر کو سامنے رکھ کر اس دور کی اس شدت پسندی کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

تمدنی زندگی کا ایک عنصر یہاں ظاہر و باہر نظر نہ آئے گا جسے آجکل سیاست کہا جاتا ہے۔ سیاست ایک ایسا شعبہ ہے جو مکمل توجہ کا طالب ہے، اسی طرح تعلیم و تدریس بھی ایسا شعبۂ زندگی ہے جو اپنی جگہ مکمل ذمہ داری اور commitment چاہتا ہے۔ دونوں کو ایک ساتھ چلانا یوں مشکل ہے کہ عدم توازن کی صورت میں کسی ایک کے ساتھ بے انصافی ہو جائے گی۔ اس لئے "ہر کسے را بہر کارے ساختند" کی رو سے صوفیا،

نے اپنے لئے تعلیم و تدریس اور پند و موعظت کا دائرہ کار پسند کیا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بعد ازاں اور خاص طور پر اس دَور میں سیاست اس قدر اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ خانقاہیں یا تو وقت کی رَو سے کٹ کر ایک طرف رہ گئیں یا پھر مشائخ طریقت کی بصیرت نے اپنے دائرہ کار میں اس کے لئے کسی قدر گنجائش پیدا کر لی ہے۔ مگر یہ بات پھر بھی درست ہے کہ معلّمین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ سیاستدانوں کے ہاتھوں میں وَرکر بن جائیں۔ یا انتخابی جھمیلوں میں جلسے جلوسوں کی قیادت کریں۔ اس کے لئے اور لوگ بہت ہیں۔ صوفیاء تو وہ مشعل بردار ہیں کہ اگر سیاستدان اور دوسرے مصلحین سلامتی کے خواہاں ہیں تو ان کے لئے اس کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ وہ ان سے قلب و نظر کی سلامتی حاصل کرنے کے بعد جادۂ منزل پر سرگرم سفر ہوں۔

•

کتاب کا ترجمہ حتی الامکان سلیس اردو میں کیا گیا ہے اگر کوئی خامی نظر آئے تو وہ مترجم کی ہے، مصنف اس سے بری الذمہ ہیں۔ البتہ اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ چونکہ مصنف کا اصل مخطوطہ پیش نظر نہ تھا اس لیے بعض جگہ نقل بھی صحیح نہ ہو سکی۔ اس کا اثر ممکن ہے، کہیں ترجمہ پر بھی پڑا ہو۔

اس مخطوطہ کی تاریخ یہ ہے کہ مصنف نے یہ کتاب کسی جامع منصوبہ کے تحت نہیں لکھی بلکہ پہلے انہوں نے (۱۳۰۸ھ میں) اپنے مرشد کے سلسلہ میں ان کے خلفاء کے حالات قلمبند کئے۔ چند ماہ بعد للّٰہ شریف کی خانقاہ میں سجادہ نشین صاحب اور دیگر بزرگوں نے ان کو اس امر پر آمادہ کر لیا کہ وہ خود حضرت للّٰہیؒ کے حالات بھی لکھیں۔ چنانچہ پھر انہوں نے حضرت شیخ کے مرشد اور ان کے خلفاء عظام کا ذکر کیا اور بعد میں حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہیؒ کے حالات بالتفصیل تحریر کئے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ

لہ مثال کے طور پر برصغیر ہند و پاک میں مشائخ نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے میں مدد دی۔ دوسرے اسلامی ممالک میں صوفیاء و مشائخ نے غیر ملکی اور استعماری قوتوں کے خلاف جہاد میں مسلمانوں کی قیادت کی۔

کے ملفوظات بھی الگ ہی لکھے گئے تھے مگر پھر ترتیب کے ساتھ اپنے محل پر کتاب میں شامل کر دیئے گئے۔ ان اسباب کی بنا پر قارئین دیکھیں گے کہ دو تین ابواب حمد و ثنا کے ساتھ ایسے شروع ہو رہے ہیں جیسے کوئی نیا رسالہ لکھا جا رہا ہو۔ چونکہ مصنف نے ان کو ایسے ہی رکھا اس لئے ترجمہ میں بھی ان کو اسی حال میں نقل کیا گیا ہے۔

پھر یوں ہوا کہ مخطوطہ کے اوراق پرانے ہو کر ضائع ہونے لگے تو درگاہ کے سجادہ نشین حضرت محمد مقبول الرسول صاحبؒ نے ۱۳۶۴ھ میں (۱۹۴۰ء) اپنے ایک خوش نویس مرید فیض محمد دلؔ کو ارشاد فرمایا کہ اس کو نقل کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ فیض محمد صاحب فارسی پر اچھی دسترس رکھتے تھے اور شاعر بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے از اوّل تا آخر اسے نقل کیا۔ اصل مخطوطہ اپنی خستہ حالت میں شاید ابھی تک درگاہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہوگا۔

راقم الحروف کو جب اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں معلوم ہوا تو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے حضرت صاحبزادہ پروفیسر عبدالرسول (پرنسپل گورنمنٹ کالج سرگودھا) سے استدعا کی کہ اس کی ایک فوٹو اسٹیٹ نقل مجھے عنائت فرمائیں۔ انہوں نے ازراہِ کرم باقاعدہ جلد بندی کرا کے مجھے ایک نقل عطا فرمائی۔ اور ساتھ ہی فرمایا:

"جو اَب میں درگاہ کے لوگوں کو کہہ آیا ہوں کہ اس کا ترجمہ کرایا جا رہا ہے، اس طرح مجھ فقیر پر اب یہ فرض ہو گیا کہ کچھ کوشش کروں۔ چنانچہ بہت سے کام چھوڑ کر پہلے اس کام کو مکمل کیا گیا پیشِ خدمت ہے۔

میں صاحبزادہ صاحب موصوف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس خدمت سے مشرف ہونے کا اعزاز بخشا۔

خاص طور پر سجادہ نشین درگاہ حضرت صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب کا میں شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ترجمہ کی اجازت دی اور ان کے اِذن سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ ان دونوں بزرگوں کی تقریظات کتاب کی زینت ہیں۔ یہ بھی ان کے اخلاقِ کریمانہ کی دلیل ہیں کہ انہوں نے مصروفیات کے باوجود ان تحریروں سے کتاب کو مزین کیا۔ یہ فقیر ان کا از حد شکر گزار ہے۔

میرے دو رفقائے کار بھی ترجمہ کے مسودہ کی نقل و تصحیح میں میرے ساتھ شریک رہے ہیں ۔ جناب حافظ مقبول حسین صاحب لیکچرار تاریخ خاندانی طور پر اس خانوادے سے عقیدت و ارادت کے رشتے میں منسلک ہیں ۔ انہوں نے بڑی کوشش اور تندہی سے ترجمہ کا سارا مسودہ صاف نقل کیا ۔ اسی طرح جناب محمد اسلم صاحب لیکچرار اسلامیات نے جو عربی میں ایم اے کی سند رکھتے ہیں، تمام عربی عبارات پر اعراب لگائے تاکہ لوگ انہیں بآسانی پڑھ سکیں، اُن کے ترجمہ اور تصحیح میں بھی مدد دی کیونکہ نقل میں بعض الفاظ غلط بھی لکھے گئے تھے ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

کتاب کے آخری صفحات پر ضمیمہ میں کچھ اضافے کئے گئے ہیں ۔ جن کی تفصیل یوں ہے کہ اگرچہ مصنف نے بھی متعلقہ باب میں مقاماتِ مجددی کا ذکر کیا ہے مگر مزید تشریح کے لئے جناب محمد حسن خان بجنوری کی کتاب حالات مشائخ نقشبندیہ میں سے متعلقہ فصل یہاں دی گئی ہے دعائے حزب البحر کو جسے حضرت خواجہ قلبیؒ عام طور پر تلقین فرمایا کرتے تھے ۔ مصنف نے متعلقہ باب میں ہی نقل کر دیا تھا مگر اب اس کی بجائے اُس کو ضمیمہ میں بتمام وکمال نقل کر دیا گیا ہے تاکہ کتاب کے مطالعہ کے دوران روانی میں فرق نہ آئے ۔

ان اضافوں کے ساتھ اس طرح یہ کتاب اب اس خانوادے کے مریدین کیلئے ایک جامع و مکمل دستاویز بن گئی ہے ۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

⁂

نوشہرہ (ضلع خوشاب) سید احمد سعید ہمدانی

۱۲ مارچ ۱۹۸۵ء

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مُفَضِّلُ بَعْضِ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ عَلٰی بَعْضٍ فَالتَّفَاوُتُ بَیْنَھُمْ کَفَاوُتِ الْبَحْرِ وَالْقَطْرَۃِ نَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَلٰی مَا ھَدَانِی الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَجَعَلَنَا مِنْ اُمَّۃِ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ فَھُوَ سُبْحَانَہٗ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَیِّدَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَلظَّاھِرُ بِنُوْرِہٖ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ اَلْبَاطِنُ بِکُنْھِہٖ عَنْ اِدْرَاکِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ رَسُوْلٌ حَازَ جَمِیْعَ کَمَالَاتٍ دُوْنَ الْاُلُوْھِیَّۃِ وَاسْتَوْعَبَ اَصْنَافَ الشَّرَفِ بَعْدَ الرَّبُوْبِیَّۃِ فَھُوَ رُوْحُ الْاَرْوَاحِ وَاَصْلُ الْاُصُوْلِ وَنَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِيْنَ

وَالسَّادَاتِ النَّقْشَبَنْدِيِّيْنَ وَالْاَحْمَدِيِّيْنَ[1] صَلٰوةً وَّسَلَامًا

دَائِمِيْنَ مُتَلَازِمِيْنَ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ

اَجْمَعِيْنَ۔

(تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ جس نے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔ پس ان کے درمیان درجات کا تفاوت سمندر اور قطرے کے فرق کی مانند ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایمان و اسلام کی ہدایت بخشی۔ اور ہمیں اپنے محبوب کی امت میں سے بنایا۔ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ پس وہ پاک ذات وراء الوراء ہے ثمّ وراء الوراء۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور نبیوں اور رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے، رسول، برگزیدہ اور دوست ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں میں اپنے نور کی بدولت ظاہر ہیں۔ پہلے اور آخری لوگوں کے ادراک سے اپنی حقیقت کے لحاظ سے مخفی ہیں۔ آپ نے اُلوہیت کے سوا تمام کمالات کو جمع کیا اور ربوبیت کے سوا فضیلت کی تمام اقسام کا اساطہ کیا۔ پس آپؐ روح الارواح، اصل الاصول اور نبیوں کے نبی ہیں۔ اللہ آپ پر درود و سلام بھیجے۔ اور آپ کی آل آپ کے اصحاب آپ کے خلفائے راشدین نقشبندی اور احمدی[1] سادات پر صلوٰۃ و سلام دائمی، ابدی اور لزومی ہو اور ان تمام کے ساتھ ہم سب پر بھی ہو)

امابعد!

---

[1] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک حضرات احمدی یا مجدّدی کہلاتے ہیں۔ انہی معنوں میں یہ لقب جا بجا کتاب میں استعمال ہوا ہے۔

کمترین درویشاں، مسکین، ناچیز، فقیر امام دین بن حافظ میاں محمد ساکن کھوتکہ (کان اللہ لہٗ) کہتا ہے کہ تاریخ ستائیس ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ کو حضرت صاحبزادہ والا مناقب حافظ دوست محمد احمدی للّٰہی سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا جبکہ خانصاحب محمد حسن خانؒ اور حضرت مولوی غلام مرتضیٰؒ ساکن بیربل اور مولوی احمد دین صاحب ساکن نبین بھی موجود تھے انہیں معلوم ہوا کہ گنہگار نے حضرت صاحبؒ کے خلفائے عظام کے بارے میں کچھ سطور لکھی ہیں یعنی حضرت شیخ و امام اور ہمارے قبلہ اور اللہ اور نبی ﷺ کی طرف ہمارے وسیلہ حضرت شاہ غلام نبی احمدی للّٰہیؒ قادری رضی اللہ عنہ و رضاہ (اللہ ان کے مسکن و ماوی جنت میں انہیں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔ ان کے فیوض و برکات سے ہمیں فیض ملتا رہے اور ان کے علوم و اسرار سے ہمیں نفع پہنچے) کے بزرگ خلفاء کے حالات رقم کیے ہیں۔ پس حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب اور محمد حسن خان صاحب نے حکم صادر فرمایا کہ حضرت صاحبؒ کے سلسلہ میں بھی کچھ لکھوں۔ اگرچہ اس احقر نے علم و فہم اور تصانیف و تالیف کی عادت نہ ہونے کا عذر کیا مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا بلکہ فرمایا کہ تم مسودہ ہمیں دکھا دینا، ہم تصحیح کر دیں گے۔ اب تم بہرحال اس کام کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ان حضرات کی فرمائش پر استخارہ مسنونہ کے بعد حضرت صاحب کے حالات لکھنے کا عزم کر لیا۔ ؎

مگر صاحب دلے روزے برحمت کند در حق ایں مسکین دعائے

فَاَنَا اَشْرَعُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔ فَہُوَ حَسْبِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل (پس میں شروع کرتا ہوں۔ توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے پس وہ کافی ہے سب سے اچھا کارساز)

جناب مولوی محمد اللہ جوایا صاحبؒ[1] نے حضرت مرشد و مرشدنا شیخ غلام محی الدین قصوری کی مدح میں ایک نظم لکھی ہے۔ اس سے کتاب کی ابتداء ہوتی ہے۔

---

[1] مولوی محمد اللہ جوایا صاحب مصنف کے ہمراہ اور خواجہ للّٰہیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ انکے حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

نظم در مدح حضرت مرشدنا
شیخ غلام محی الدین قصوریؒ

از جناب مولوی اللہ جوایا

چراغِ چشمِ آگاہی و شمعِ نورِ یزدانی　　دلے نا زندہ و پژمردہ را چوں آبِ حیوانی
کمالِ قرب را مورد و تاقِ وصل را منزل　　ملاذی استقامت مظہرِ انوارِ سبحانی
ز خلعتہائے نورانی شریعت ظاہرش انور　　درونِ پاکِ او مملوست از اسرارِ حقانی
ز ظلش چوں عمرؓ ابلیسِ پُر تلبیس بگریزد　　نگاہش دل نگہدارد ز تسویلاتِ نفسانی
کمالاتِ کہ آں دارد کرا طاقت بیاں کردن　　کہ خود ز ادراک آں گردد خرد مدہوشِ حیرانی
گلستانِ لطافت را سہی سروِ جمال افزا　　بمصرِ معرفت بیمثل چوں آں ماہِ کنعانی
منور شد ز ذاتِ پاکِ او کاشانۂ عالم　　جہانتاب آفتابے طالع از برجِ خداوانی
سحابے جود و کانِ کرم و ینبوعِ عطا سازی　　چہ باشد جائے حاتم پیش آں دریائے احسانی
کریمی با صفا ہر کس گدائی کوچۂ او گشتہ　　نیارد در نظر ہرگز ہمہ ملکِ سلیمانی
مکمل کامل و اکمل جہاں پیری صفا مصدر
حبیب اللہ غلام محی الدین ... قیوم ربانی

آپ چشمِ آگاہ کے لئے چراغ ہیں، مردہ و پژمردہ دل کے لئے آبِ حیات کی مانند ہیں۔

آپ کمالاتِ قرب کے مورد، وصل کے سلسلہ کے لئے منزل، استقامت کی پناہ گاہ اور انوارِ سبحانی کے مظہر ہیں۔

شریعت کے نورانی لباس سے آپ کا ظاہر منور ہے۔ ان کا باطن اسرارِ حقانی سے مملو ہے۔

ابلیس پُر تلبیس آپ کے سائے سے ایسے بھاگتا ہے جیسے حضرت عمرؓ کے سائے سے بھاگتا تھا۔ آپ کی نگاہ نفسانی گمراہی سے دل کی حفاظت کرتی ہے۔

کِسے طاقت ہے کہ آپ کے ان کمالات کو بیان کرے جو آپ رکھتے ہیں، خود عقل ان کے سمجھنے سے حیرت میں پڑ جاتی ہے۔

آپ گلستانِ لطافت میں خوبصورتی بڑھانے والے سرو سہی ہیں، معرفت کے مصر میں آپ ماہِ کنعان (حضرت یوسفؑ) کی طرح بے مثل ہیں۔

آپ کی ذات پاک سے کاشانۂ عالم منور ہوگیا۔ گویا خدادانی کے برج سے آفتاب جہانتاب طلوع ہوا۔

آپ سخاوت کے بادل، کرم کی کان، عطا و بخشش کا چشمہ ہیں۔ احسان کے اس دریا کے سامنے حاتم کی کیا جگہ ہے۔

آپ ایسے کریم با صفا ہیں کہ ہر شخص آپ کی گلی کا گدا ہوا، آپ کی نظر میں تمام ملک سلیمانی کی کوئی حیثیت نہیں۔

آپ زمانہ بھر میں مکمل، کامل و اکمل ہیں ایسے پیر ہیں جو صفا کے مصدر ہیں۔ ......

غلام محی الدین اللہ کے دوست اور قیوم ربانی ہیں۔)

حضرت شاہ رؤف احمد صاحب نے اپنے مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی مدح میں بہت سی غزلیات اور قصائد رقم فرمائے ہیں۔ یہ ناچیز ان میں سے کچھ ابیات کہ جو ہمارے حضرت خواجہ للّٰہیؒ کے لئے مناسب ہیں اور جو اپنے دل کو بھائے ان اوراق کے شروع میں نقل کرتا ہے:

عارفِ یزداں، کاشفِ عرفاں نورِ ہدیٰ، منظورِ خدا　　بحرِ سخاوت، کانِ عدالت، شانِ سخا و جانِ وفا
دافعِ ظلمت، قامعِ بدعت، رافعِ سنت، شافعِ محشر　　آمرِ شرع، صاحبِ ورع، اہلِ تقا و جہل زدا
لجۂ احسان، گوہرِ ایماں، مظہرِ صد حلم و علم　　لؤلوئے جود، غرقِ سجود، خاشعِ مولیٰ در ہمہ جا
ہادیٔ دین و مہرِ یقیں و رہبرِ انساں و سرورِ جاں　　غوثِ زماں، قیومِ جہاں، شاکرِ بعطا، صابرِ ببلا
تابعِ سبحاں، مقبلِ رحماں، کاشفِ سر و واقفِ راز　　اہلِ ولایت، اہلِ ہدایت، اہلِ سخاوت، اہلِ عطا
مظہرِ نور و نورِ حضور و دور ز خود نزدیک بحق　　حافظ و عارف، عامل کامل اکمل و افضل از فضلا
لعلِ شرافت، مظہرِ رافت، رحمتِ حق در خلق نمود　　یمنِ دو عالم، مفخرِ آدم، شاہِ عطا و ماہ لقا
ہادیٔ مایاں، مقبلِ شاہاں، اوست غلام نبی احمدؐ　　فیاضِ جہاں، قطبِ زماں، شافع باشد روزِ جزا

(عارف یزداں، عرفان کو کھولنے والے، ہدایت کے نور، خدا کی نظر میں مقبول سخاوت کے سمندر، عدالت کی کان، صفائی کی شان، وفا کی جان

ظلمت کو دفع کرنے والے، بدعت کو توڑنے والے، سُنّت کو بلند کرنے والے حشر کے دن شفاعت کرنے والے شریعت کے مطابق حکم دینے والے، پرہیزگار متقی اور جہالت کو صاف کرنے والے۔

احسان کے آئینہ، ایمان کے گوہر، علم و حلم کے مظہر، سخاوت کے موتی، سجدے میں مستغرق، ہر جگہ مولیٰ سے ڈرنے والے۔

دین کے ہادی، الیقین کی مہر، انسانوں کے رہبر، روح کے سردار۔ زمانہ کے غوث، جہاں کے قیوّم، عطا پر شاکر، بلا پر صابر

اللہ کے تابع، رحمان کے ہاں مقبول، بھید کے واقف اور اسے کھولنے والے۔ اہلِ ولایت اہلِ ہدایت، اہلِ سخاوت، اہلِ عطا

نور کے مظہر، حضوری کے نور، اپنے سے دُور اور حق کے نزدیک۔ حافظ و عارف، عامل کامل اکمل اور فضلا میں افضل۔

شرافت کے لعل، رافت کے مظہر، خلقت میں رحمتِ حق کی نمود۔ دو جہاں کیلئے باعث برکت، آدمیت کے فخر، شاہ عطا و ماہِ لقا

ہمارے ہادی اور مقبول غلام نبی احمد ہیں، وہ فیاضِ جہاں، قطبِ زماں ہیں اور روزِ جزا شفاعت فرمائیں گے۔)

اس کتاب کا نام "مقاماتِ طیّبین" رکھا ―――――

برادرانِ طریقت پر واضح رہے کہ حضرات نقشبندیہ احراریہ مجدّدیہ کے بیان میں بہت سی کتابیں اور رسالے موجود ہیں مثلاً نفحات الانس، رشحات، حضرات القدس دو جلد اور حسنات المقربین وغیرہ۔ نیز حضرات احمدیہ معصومیہ میں سے بہت سے ولیوں اور کاملوں نے کتب تصنیف فرمائی ہیں مثلاً روضۃ القیومیہ، زبدۃ المقامات یعنی برکاتِ احمدیہ، کواکب الدریہ، مقاماتِ معصومیہ، مواہب القیوم فی اسرار المعصوم اور معدان الجواہر

مناقب الحضرات، مناقب نقشبندی، تحفۃ اللہ، ذکر السعدین فی الوالدین مجددیہ و مناقب احمدیہ و معصومیہ جو محمد امین بدخشی کی تالیف میں سے ہیں اور حجۃ الاحمدیہ، مواہبِ احمدیہ، نکرِ پارسا، ثمرہ، تحفہ، لطائف مدینہ، نسمات، نجم الہدیٰ، سنوات الاتقیاء، طبقاتِ معصومی، برکاتِ معصومی، گلزار اسرار صوفیہ مجددیہ، مقاماتِ مظہریہ، معمولات مظہریہ، عمدۃ المقامات، اشجار المخلد، اثمار الاشجار، آداب الارشاد، معدنِ الاسرار، مخزن الاصفیٰ احمدی فی کشف اسرار المجددی، جواہر علویہ، مقامات احمدیہ سعیدیہ، مقامات مجددی۔ اُردو میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جو بے شمار ہیں۔ لیکن شاہ رؤف احمد صاحب نے جو قبلہ شاہ غلام علی دہلوی کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ اپنے مرشد اور دوسرے پیرانِ طریقت کے حالات اپنے رسالہ جواہر علویہ؎ میں مختصر اور عمدہ طور پر بیان کئے ہیں۔

بیانِ احوال حضرت شیخ غلام محی الدین قصوریؒ

جناب حضرت شاہ محمد مظہر صاحبؒ نے اپنی کتاب "مقاماتِ احمدیہ سعیدیہ" میں جو چھپ چکی ہے۔ حضرت مرشد و مرشدنا غلام محی الدین قصوریؒ کے حالات تحریر فرمائے ہیں اور حضرت مولوی صالح محمد کنجاہی نے بھی اپنی کتاب سلسلۃ الاولیاء میں حضرت صاحب قصوریؒ کے بارے میں لکھا ہے۔ جناب مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنے رسالہ مسمّی حدیقۃ الاولیاء میں کہ جو چھپی ہوئی موجود ہے۔ حضرت صاحب قصوری کے بارے میں اپنی فہم کے مطابق بیان کیا ہے۔ مدقق لاثانی حضرت مولوی غلام دستگیر قصوریؒ نے جنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اپنے مطبوعہ رسالہ مسمی ہدایۃ الشیعین میں حضرت قصوری صاحبؒ کا مختصراً ذکر کیا ہے۔ نیز فقیر نے سُنا ہے کہ بیربل کے حضرت مولانا مولوی غلام مرتضیٰؒ صاحب نے بھی اپنے رسالہ میں حضرت قصوری صاحب کے بارے میں بیان درج فرمایا ہے

؎ بہت عرصہ پہلے لاہور کے ملک فضل الدین نے "جواہر علویہ" کا ترجمہ کرا کر شائع کیا تھا۔ اس بات کا امکان موجود ہے کہ مصنفؒ نے یہ ترجمہ ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ (مترجم)

چنانچہ اس گنہگار کو دوبارہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن یُمن و برکت کے طور پر یہ احقر بھی حضرت صاحب قصوریؒ کے بیان میں چند سطور تحریر کرتا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہُوا کہ حضرت غلام محی الدین قصوریؒ جو حضرت قبلہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے اجلّہ و اعلیٰ خلفاء میں سے تھے۔ معزز صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۲۰۲ھ میں ہوئی اور آپ کا نسب حضرت امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ علمائے ربّانی اور فضلائے حقّانی میں سے تھے۔ اور بارگاہِ یزدانی کے مقرب تھے اور محدّث لاثانی بھی تھے۔ علوم نقلی و عقلی میں پورا تبحرّ رکھتے تھے، فقہ و اصول میں اجتہاد کے مرتبہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ اولاً خاندان قادریہ میں ام جی صاحب یعنی حضرت عمیؒ کے ہاتھ پر جو ولیٔ کامل تھے، بیعت کر کے انکی صحبت اختیار کی حضرت ام جی صاحبؒ نے آپ کو خلافتِ خاصہ سے سرفراز کرتے ہوئے اپنا قائمقام مقرر فرمایا اور حضرت ام جی کے سامنے ہی آپ کی مقبولیت پوری طرح ظاہر ہوگئی تھی۔ ان اضلاع کے بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور محبتِ حق سبحانہ میں مست ہوگئے۔ حضرت ام جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد ان تمام محاصل کے باوجود سب کچھ چھوڑ کر عالی جناب قطب الاقطاب، غوث الشیخ والشّاب حضرت قبلہ شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ الاَقدس کی خدمت میں نسبت مجددیہ کی تحصیل کی خاطر حاضر ہوئے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی۔ آپ نے عرض کی کہ میں استفادہ کی خاطر کفش برداری کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہُوا ہوں۔ جناب شاہ صاحبؒ نے نہایت خوشدلی سے آپ کی درخواست قبول کی۔ جب پہلی بار شاہ صاحب قبلہؒ کی خدمت بابرکت میں گیارہ ماہ رہے تو آنجناب نے آپ کو تینوں سلسلوں نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ اور چشتیہ میں اجازتِ کلی عطا فرمائی۔ شاہ صاحب اکثر آپ کے حق میں کلماتِ مدح و ثناء ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور پنجاب سے لاہور، ملتان اور پٹیالہ کے اطراف سے آنے والے اپنے اکثر مریدوں کو انہوں نے آپ کے حوالہ کیا۔ جب آپ شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہے تو شاہ صاحب قبلہؒ کے چالیس روز کے ملفوظات تحریر فرمائے جن میں

عجیب و غریب نکات کا بیان ہے۔ ان ملفوظات شریفہ کی مانند مجددیہ سلوک میں کوئی کتاب یا ملفوظ اس فقیر کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ اکبر حضرت صاحب خواجہ للّٰہی نے اس مسودہ کے اوراق متفرق کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے:

"پھر غلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں، یہ مولوی قصور سے آیا ہے۔ جو کچھ اس نے تین ماہ میں ہم سے سیکھا ہے تم چھ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکے۔ یہ ہماری پیری کی محنت کا حاصل ہے"

نیز خود جناب شاہ صاحب قبلہ دہلوی نے اپنے مکتوب میں مولانا خالد صاحب کو لکھا ہے:
"مولوی غلام محی الدین قصوری کو تعلیم دی، ان کے باطن کی نسبت میں وسعت پیدا ہوئی۔ یہ اللہ سبحانہ، کے جملہ انعامات میں سے ہے کہ قصور سے یہ مولوی صاحب موصوف اس ناچیز کے پاس آئے اور چند ماہ میں احمدی نسبتوں تک رسائی کے بعد خلافت کی اجازت کے ساتھ امتیاز پایا....." جناب شاہ صاحب قبلہ نے "مقامات مظہریہ خورد" کے قلمی نسخہ کے آخر میں اپنے خلفاء کے بیان میں آپ کے بارے میں ایسے کلمات لکھے ہیں: "جامعِ کمالاتِ علومِ ظاہر و باطن حضرتِ مولوی غلام محی الدین کہ جنکے شاگرد اور استفادہ کرنے والے بہت ہیں۔ قصور سے اس سراپا قصور کے پاس آئے۔ فیوضِ باطنی کی سعادت حاصل کی اور اللہ سبحانہ، کی عنایت سے تھوڑی مدت میں احمدی نسبتوں سے مناسبت بہم پہنچا کر اجازت بلکہ خلافت پائی۔ فالحمد للہ سبحانہ، عم نوالہ، ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عام سے محبت و معرفت کے طالبعلموں کے درمیان انہیں فائدہ اٹھانے والوں کا امام بنائے آمین۔ سبحان اللہ والحمد للہ۔ یہ الٰہی نعمتیں حضرتِ ایشاں یعنی حضرت مرزا مظہر جانجاناں علیہ الرحمۃ والرضوان کے توسط سے ملیں۔"
حضرت غلام علی شاہ دہلوی نے جو اجازت نامہ لکھ کر ان کو دیا ہے، وہ اجازت نامہ بعینہٖ شاہ غلام علی قبلہ کے منتخب نسخہ مکتوبات کے آخر میں مرقوم ہے۔ چنانچہ آپ اس عالیشان خانوادہ کی جملہ بشاراتِ عالیہ کے ساتھ قطبِ مدار اور قطب ارشاد کے مراتب پا کر طریقت میں رہنمائی کے لئے جلوہ افروز ہوئے اور آفاق میں شہرت پائی۔

جب پہلے پہل حضرتِ شاہ صاحب قبلہ کے حکم سے آپ قصور شریف میں مسند ہدایت و

ارشاد پر بیٹھے تو طالبانِ حق اطراف و اکنافِ عالم سے بکثرت آپ کے دروازے پر آنے لگے۔ اور آپ کا فیض پنجاب سے باہر بھی دنیا اور دنیا والوں تک پہنچنے لگا۔ آپ شریعتِ محمدی، طریقۂ قادری و سلوکِ احمدی و نقشبندی کی ترویج میں اپنے آباء عظام اور مشائخ کرام کی مانند سرگرم ہوئے اور اپنے فطری ایثار کے سبب فقر و فاقہ کی تلخی چکھی جو اس طریقہ احمدیہ کا پسندیدہ شیوہ ہے۔ حفظِ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کے ساتھ ہر شخص سے عجز و نیاز، تحمّل و صبر اور بردباری سے پیش آئے۔ رشتہ داروں کی تکالیف پر جنہیں "اقارب کالعقارب" کہا جا سکتا ہے صبر کیا۔ چنانچہ ہم نے حضرت صاحب خواجہ للّٰہی کی زبانِ دُرفشاں سے اس ضمن میں بہت سی باتیں سُنی ہیں۔ آپ سے کرامات اور خرقِ عادات باتیں بہت صادر ہوئیں کہ جن کا بیان مشکل ہے لیکن آپ ان کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ ان میں سے بعض حضرت صاحب للّٰہی کے ملفوظات میں اس فقیر نے، کچھ جناب خان صاحب محمد حسن خان صاحب وغیرہم تے اور پھر خود حضرت صاحب للّٰہی نے چھ ماہ کے ملفوظات میں بیان کی ہیں۔ آپ کی عادت تھی کہ اکثر رات کے آخری تہائی میں بیدار ہونے اور ذکر و فکر اور مراقبہ و حلقہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی سند حدیث شریف معتبر سمجھتے تھے اور فقہ و حدیث کی تعلیم دینے میں بہت کوشش کرتے تھے۔

آپ کے اکثر مکتوبات کو حضرت خواجہ للّٰہی صاحب نے جو آپ کے خلیفہ اکبر تھے، نہایت جستجو کے بعد ایک جلد میں جمع کیا کیونکہ ان میں مسائلِ سلوک اور دوسرے مسائلِ شرع شریف کے بارے میں تحقیقی نکات ہیں۔ نیز آپ کی تصانیف میں بہت سے رسالے ہیں جیسے دیوانِ حضوری، تحفۂ رسولیہ، خلاصۃ التقریر فی خدمۃ الغنا والمزامیر، رسالہ در رَدِ فرقہ ضالہ وہابیہ جو سماعِ موتیٰ کے اثبات کے بارے میں ہے۔ فارسی نظم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف اور رسالہ المسمیٰ بہ سلالہ جو نومولود کے "غلام رسول" اور "عبدالنبی" کے نام رکھنے کے بیان میں ہے۔

رسالہ خورد پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں (قصیدہ شفاعیہ) فارسی نظم میں مرتب کیا گیا ہے۔ حج شریف کے بیان میں رسالہ بے مثل زاد الحاج لکھا ہے جس میں پنجابی زبان میں

سفر سے متعلق عجیب و غریب ضروری مسائل نظم کی صورت میں موزوں کئے گئے ہیں۔ نیز شرح درودِ مستغاث پنجابی نظم میں تالیف فرمائی۔ فارسی اور پنجابی نظم میں ایک "مدح پیرزال" تالیف کی۔ نیز مدح غوث الثقلین اور شجرہ ہائے طریقہ احمدیہ خود قادریہ نقشبندیہ اور چشتیہ نظم فارسی میں عمدہ طریقے سے بیان فرمائے۔ دو تین خطبہ ہائے جمعہ عربی فارسی نظم میں علیحدہ ترتیب دیئے ہیں۔ آپ کی تصنیف و تالیف بہت سی دوسری کتابیں ہونگی مگر فقیر کو ان کی خبر و اطلاع نہیں ہے لیکن آپ کے اکثر مکتوبات جو مسائل دینیہ پر مشتمل ہیں بے شمار ہیں۔ آپ کی تصانیف مثلاً ملفوظات، تحفۂ رسولیہ، اور رسالہ زاد الحاج کی طرح دوسری کتابیں کم ہی نظر آتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت صاحب خواجہ للّٰہی فرماتے تھے کہ آپ اوائل عمر میں اکثر مبتدعین کے سامنے جو موسیقی سنتے ہیں اور لذتِ مزامیر سے لذتِ شیطانی پاتے ہیں مذمت فرماتے تھے اور آخری عمر میں آپ فرقۂ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی بہت مذمت کرتے تھے۔ اپنے دوستوں اور آشناؤں کو ان مردودوں کے کید و مکر سے خبردار فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کے رد میں ایک غزل بھی لکھی ہے۔ اور آپ کی زبان دُرفشاں سے حضرت خواجہ للّٰہی نے یہ بھی سُنا ہے کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں سے جن کی مثال بچھو کی سی ہے (اقارب کالعقارب) بہت تکالیف برداشت کی ہیں۔ مثلاً میاں غلام علی قصوری وہابی جو حضرت صاحب کے رشتہ دار تھے اور میاں خیر الدین وغیرہ جن سے طبیعت موافقت نہ رکھتی تھی انہیں حضرت نے اپنی تہذیب اخلاق کے لئے رکھ چھوڑا تھا

"دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست"

(دشمن کیا کرے گا جب دوست ہی مہربان ہو)

آپ دعوتِ خاص قبول فرماتے تھے مخلصین کی پاس خاطر کے لئے اور خلق اللہ کی نفع رسانی کے لئے سفر بھی کرتے تھے۔ جیسے دو تین سال بعد پاک پٹن، لاہور، بھیرہ، میانی، شاہ پور، ضلع چوہڑکانہ، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان کی طرف ضرور سفر کرتے تھے۔ رمضان کا ایک مہینہ مٹھہ ٹوانہ میں گذارتے تھے اور شہر لاہور کے قریب موضع مزنگاں والا میں نفع رسانیٔ خلق کے لئے خواہشمند رہتے تھے۔

ہمہ اوست سے متعلق شطحیات کی باتوں سے بیزار تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے میں حلول نہیں کرتا لیکن اشیاء سے جو اس کا احاطہ و قرب و مَعیت کا تعلق ہے، اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اس کا احاطہ و قُرب ثابت ہے لیکن اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

چنانچہ پیر ابراہیم خان کی طرف اپنے خط (مکتوب ۱۴۱) میں آپ نے لکھا ہے "۔ اکثر لوگ محبتِ دنیا کی شامت کے سبب دین اور شریعت میں کمزور ہیں۔ کیا خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے متابعتِ شریعت سے وقار حاصل کیا۔ فراست پناہا! شریعت اصل ہے اور طریقت و حقیقت فرع۔ اور جس کسی نے اس کے خلاف بات سمجھی ہے، وہ شریعت کے بھیدوں سے محروم ہے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کُلُّ حَقِیْقَۃٍ رَدَّتْھَا الشَّرِیْعَۃُ فَھِیَ زَنْدَقَۃٌ (ہر حقیقت جو شریعت کے خلاف ہو زندقہ ہے) یعنی وہ تمام بھید جو اہلِ مکاشفہ پر ظاہر ہوتے ہیں، اگر شریعت ان کو رد کر دے تو وہ محض کذب اور بے دینی ہے۔ اور یہ قطعی اصول ہے۔ ہمہ اوست کہنا اور مزامیر کا سننا اسی قبیل سے ہے۔ اس ملک میں اہلِ ہوا میں سے ہر شخص اس میں مبتلا ہے حضرت شیخ منصور حلاجؒ کو تبع تابعین کے زمانے میں جو قوتِ دین کا وقت تھا۔ کیوں مصلوب کیا گیا؟ ہمارے جدِ امجد حضرت پیر رحیم داد رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت ابن منصورؒ کے مزار کے پاس سے گذرے تو چہرہ پر چادر ڈال لی اور اس طرف آنکھ نہ کھولی۔ آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ صاحبِ قبر مطعونِ شریعت تھے۔ مَیں نے نہ چاہا کہ میری نظر اس پر پڑے اور مَیں صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کی زد میں آجاؤں!"

آپ کے دوسرے تمام عقائد شریعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھے۔ ہر شخص جو مکتوبات شریف اور مذکورہ رسالوں کا مطالعہ تعمّق سے کرے گا۔ اسے یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی۔ حضرت شاہ رؤف احمد صاحب نے رسالہ جواہر علویہ اور ملفوظات اور دُرالمعارف میں شاہ صاحب قبلہ شاہ غلام علی دہلوی کے حالات میں لکھا ہے کہ خاندان قادریہ کی بیعت شاہ صاحب قبلہ نے حضرت مرزا جان جاناں کے ہاتھ پر کی اور انہی کی خدمت میں

رہ کر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ سلوک طے کیا۔ اسی طرح حضرت کی عادت تھی کہ جب مردوں میں سے کسی کو طریقہ میں داخل ہونے کے لئے قبول فرماتے تو پہلے خود پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کی فاتحہ پڑھتے اور ان سے استمداد چاہتے۔ ہر طالب کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں مصافحہ کے طور پر پکڑتے۔ تسمیہ پڑھ کر تین بار استغفار کی تلقین فرماتے۔ مرید بھی ساتھ ساتھ کہتا جاتا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ بعدازاں تین بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھاتے اور مرید کہتا کہ میں نے طریقہ قادریہ، سلوک نقشبندیہ کے ساتھ قبول کیا۔ اس کے بعد اسم ذات کے ذکر کا طریقہ اور طریقہ قادریہ کے اوراد تعلیم فرماتے تھے جنہیں پانچ اوقات میں پڑھنا چاہیئے۔ صبح کے وقت اول پچیس ۲۵ بار مذکورہ استغفار، دو ۲ بار الحمد شریف، تین ۳ بار اخلاص پڑھ کر پیرانِ کبار کو ثواب یوں پہنچائے۔ کہ اے الٰہی اس کلام کا ثواب رسولِ کریمؐ کی روح کو پہنچا دے اور رسول کریمؐ کے طفیل غوث الثقلینؓ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیروں کو اور ان کے تمام خلفاء کو اور حضرت قبلہ شاہ غلام علیؒ تک پہنچا دے۔ پھر طالب کو کہتے کہ وہ قلب کی طرف متوجہ ہو کر اسم ذات کا قلبی ذکر اس طرح کرے کہ زبان تالو کے ساتھ لگی ہو اور دل میں اللہ اللہ کہے اور معنی کا لحاظ بھی رکھے کہ اللہ اسم ذاتی ہے صفاتِ کاملہ سے موصوف اور ناقص نشانیوں سے پاک۔ اس پر ہم ایمان لائے ہیں۔

اس طرح تین سو ۳۰۰ بار اللہ اللہ بلاناغہ پڑھے اور جب پچیس ۲۵ بار پڑھ لے تو ہر بار کہے "الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے۔ میں تیری ہی رضا چاہتا ہوں۔ اپنی محبت و معرفت مجھے عطا کر۔" یہ اسمِ ذات کے ذکر کی ادنیٰ حد ہے۔ طالب جتنا زیادہ کرے، فائدہ زیادہ ہوگا۔

اس کے بعد نماز ظہر و عصر کے بعد چودہ ۱۴ بار استغفار مذکورہ پڑھے۔ شام کے بعد پہلے گیارہ ۱۱ بار درود شریف پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ۔ بعدازاں ایک سو گیارہ ۱۱۱ بار "یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرِ جِیْلَانِی شَیْئًا لِلّٰہ" پڑھے۔ پھر گیارہ ۱۱ بار درود شریف پڑھے۔ نماز عشاء کے بعد تین سو ۳۰۰ بار درود شریف مذکورہ پڑھے۔

یہی رات دن کا وظیفہ آپ مقرر فرماتے تھے نیز تاکید کرتے تھے کہ ہر وقت اسمِ ذات کا دل میں ذکر کرنا چاہیئے اور وساوس سے دل کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ بعض بلند ہمت اور صاحبِ استعداد لوگوں کو ساتھ ہی مراقبہ ولایت، رمضان المبارک میں اعتکاف، حزب البحر کی زکوٰۃ کے ساتھ چلّہ اور مسجد میں باجماعت نماز کا بھی حکم دیتے تھے نیز اسی جگہ اِن ایام میں معلوم ترکیب کے ساتھ شغل اسمِ ذات اور نفی اثبات (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) کے لئے امر فرماتے تھے۔

آپ کی عبادات و عادات، معاملات و کرامات، کشفیات والہامات ہر ایک نے اور خرق العادات کے بارے میں بعض برادرانِ طریقت مثلاً خانصاحب محمد حسن خان وغیرہم اور اس ناچیز نے حضرت خواجہ للّٰہی کی زبانِ دُرفشاں سے جس قدر باتیں سُنیں، حضرت صاحب للّٰہی کے ایسے ملفوظات پر کسی نے اپنی طاقت اور حوصلہ کے مطابق جمع کر لیے یا اپنے سینے میں محفوظ کر لئے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کے کامل ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ تھا۔ حضرت صاحب للّٰہی نے جو آخری دنوں میں آپ کی صحبت میں رہے اور بعد ازاں چالیس دن آپ کے مزار انور پر پورے کیے۔ آپ کے چالیس دنوں کے ملفوظات چند اوراق میں جمع کر کے لکھے ہیں۔

پنجشنبہ ۲۱ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ کو عین زوال کے وقت مراقبہ کی صورت میں بیٹھے تھے کہ مشاہدہ حق کے استغراق کی کیفیت میں اس دارِ بے مدار سے دارُالقرار میں انتقال فرمایا۔ اِنّا لِلّٰہِ و اِنّا الیہ راجعون۔ اللہ ان کے ٹھکانے کو پُرنور بنائے۔

وفات کے وقت آپ کا پاک چہرہ بدرِ تاباں کی طرح تھا اور وصل پر نازاں، متبسّم اور مسرور۔ آپ کی عمر شریف تقریباً ۶۸ سال تھی۔

خوب تر اندر جہاں زیں چہ بود کار   دوست بر دوست رفت یار بر یار
آں ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی   آنہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

(اس جہاں میں اس سے بہتر اور کیا کام ہوا کہ دوست دوست کے پاس اور یار یار کے پاس چلا گیا۔ وہ سب اندوہ تھا اور یہ سب خوشی ہے۔ وہ سب باتیں تھیں اور یہ سب عمل ہے)

حضرت صاحب مولانا خواجہ للّٰہی چونکہ اس وقت حاضر خدمت تھے، آپ کی تاریخ وفات آپ نے اس طرح لکھی ہے۔

آنکہ او بود والیٔ اوتاد   جاں خود بقربِ حق بنہاد
چوں سال تاریخش او خرد جستم   گفت ہاتف کہ داغ بر جاں داد ۱۲۷۰

(آپ نے جو اوتاد کے والی تھے' اپنی روح حق کے قرب میں رکھ دی جب میں نے عقل کے پاس آپ کا سنِ وفات تلاش کیا تو ہاتف نے کہا کہ داغ بر جاں داد ۱۲۷۰)

اپنی بیاض کے مسودہ میں حضرت خواجہ للٰہی نے اس طرح بھی لکھا ہے۔

"آہ! صد آہ! کہ جہاں سے شمسِ معنوی غروب ہو گیا اور اہل جہاں کی عقول کو سر بسر بے رونق اور بے نور کر ڈالا۔ یعنی مولانا' مولائے کل ظاہراً اس جہانِ فانی سے دار جاودانی میں رحلت فرما گئے اور عاشقوں کے لئے جدائی کا داغ چھوڑ گئے۔ افسوس! ہمارے کام پر عجیب افتاد واقع ہوئی' سر دیواروں سے ٹکرانے لگے کہ معلوم نہ ہوتا تھا یوسف کون ہے؟ تخت پر جلوہ افروز کون ہے؟ اور محتاجوں پر کرم کرنے والا کون؟ ہمارے حضرت قبلہ کی وفات شریف عجیب طور پر ظہور میں آئی کہ اس موقع پر کرامات کا بیان حد تعبیر سے باہر ہے:

بہر تاریخ آں امام جہاں   چوں کمر بستم اے خجستہ نہاد
ناگہاں اندروں گوشِ دلم   گفت ہاتف کہ داغ بر جاں داد ۱۲۷۰"

(اے نیک بخت جب میں نے اس امام جہاں کی تاریخ وفات کے لئے کوشش کی تو اچانک ہاتف نے میرے دل کے کان میں کہا کہ داغ بر جاں داد)

نیز خواجہ للٰہی نے لکھا ہے:

ایا طالبِ خاص فقرِ نبیؐ   پر از شوقِ حق باش گر طالبی
بیا تا بگویم طریق صفا   نیابی بجز سنتِ مصطفیٰؐ
رہ اینست لیکن ز تلقین پیر   اثر ہاست رو دامنِ پیر گیر!
سراپا طلب شو براہِ قصور   ہلال اندر آں جاست تابندہ نور
خدا از عنایاتِ خود کرد خاص   غلام شہی محی الدینؒ از اختصاص
ازاں فیضیاب ست خلقِ خدا   رہِ کوئے توحید را رہنما

ولیکن دریغا کہ وے عنقریب   یکایک شدہ از دارِ فانی غریب
ترا گر بود خلف صدقش قبول   براں فضل دال ست عبدالرسول
کہ گفت ایں لطیفہ بتاریخ وی   شدہ منخسف ماہ دیں ہائی ھی
زہر اولیں مصرع اول بگیر   زہر دومیں نیز اے دل پذیر
تواریخ فرمودہ آں شریف   برآید بطرز و طریق لطیف
بفرمودہ مخلص ز انتظام   کشیدہ بنظم لطائف غلام

(اے نبیؐ کے فقرِ خاص کے طالب، حق کے عشق سے پُر رہ اگر تو طالبِ حق ہے۔ آ تجھے میں صفائی کا طریقہ بتاؤں، تو اسے سُنت مُصطفٰےؐ کے بغیر نہیں پائے گا۔

راستہ یہی ہے لیکن پیر کی تلقین میں اثرات ہوتے ہیں، پس جا اور پیر کا دامن پکڑ لے۔

قصور کے راستے پر سراپا طلب بن کر چل، اس جگہ تو نور سے روشن ہلال پائے گا۔

خدا نے اپنی عنایات خاص سے شاہ غلام محی الدین کو چُن لیا ہے۔

اس سے خلقِ خدا فیضیاب ہے، وہ توحید کی گلی کے راستہ کا رہنما ہے۔

لیکن افسوس کہ وہ یکایک اس دارِ فانی سے چل بسے۔

اگر تجھے اس کا خلیفہ صدقِ دل سے قبول ہے تو اس کے فضل کی دلیل عبدالرسول ہے۔

جس نے یہ لطیف نکتہ ان کی تاریخ میں کہا کہ کائنات میں دین کا چاند چھپ گیا۔

ہر اولیں مصرع سے اول لے لے۔ اسی طرح ہر دوسرے سے بھی لے لے۔

اس لطیف طرز اور طریق سے تاریخ شریف نکلتی ہے۔

مخلص نے انتظاماً یہ تاریخ فرمائی۔ غلام نے یہ لطائف نظم میں درست کیے)

اور اسی طرح یہ بھی لکھا ہے:

لَا اِلٰہ اِلَّا ھو   پیر چوں پیرِ قصوری کو؟
ہاتف سال وصالش گفت   ظاہر باطن کامل ھو

(لا الٰہ الا ھو۔ پیر قصوری جیسا پیر کون ہے؟ ہاتف نے اس کا سال وصال کہا
ظاہر باطن کامل ھو!)

یہ بھی فرمایا:

حیف صد حیف کاندریں ایام   واقعہ رویداد برد آرام
کہ جناب غلام محی الدین   بر بساط مجددیہ مکین
عالم در فنون دین کامل   عارفِ باکمال و روشن دل
از جناب شہ غلام علیؒ   بود و مظہر ضیائے جلی
از قصور خود از قصور بری   داشت از عالماں وقت سری
ماہ ذی قعد روز بیست و یکم   پنجشنبہ شد از سرائے عدم
بہر تاریخ رحلتش ز جہاں   خردم گفت بے نظیر جہاں زماں

(افسوس، صد افسوس کہ ان ایام میں ایک واقعہ رونما ہوا کہ جس نے آرام چھین لیا۔
جناب غلام محی الدین جو مسند مجددیہ پر متمکن تھے دینی علوم میں کامل تھے اور باکمال عارف اور روشن دل تھے۔

قصور کے رہنے والے مگر قصور سے بری، علماء وقت کے سردار تھے۔
جناب شاہ غلام علیؒ کے فیض سے آپ روشن نور کے مظہر تھے۔
ماہ ذیقعد کی ۲۱ تاریخ کو پنجشنبہ کے دن اس سرائے عدم سے روانہ ہوئے۔
جہاں سے ان کی رحلت کی تاریخ خرد نے کہی: بے نظیر جہاں)

دیگر

از پئے تاریخ آں بیدار دل   زد رقم بس بصد اندوہ و غم
بے سر و پا گشت بے او اینہمہ   علم و عمل و فضل و ورع و ہم کرم

(اس بیدار دل کی تاریخ بصد اندوہ و غم لکھی۔ اس کے بغیر یہ سب بے سر و پا رہ گئے، علم و عمل، نفس و پرہیزگاری اور بخشش: ل م ض ر ۱۲۷۰ھ)

اور حضرت صاحبزادہ والا مناقب حافظ عبد الرسول صاحبؒ نے بھی لکھا ہے:

مرشدِ ما بود اہلِ کمال   ابرِ سخاوت سال وصال

(ہمارے مرشد اہلِ کمال تھے۔ وصال کے سال ابرِ سخاوت تھے)

کسی اور نے کہا ہے :

پیر عالم زعالم فانی　　جائے در ملک لازوال گرفت
از پئے رفتنش ازیں عالم　　دل اہل جہاں ملال گرفت
خرد م گفت سال او نالاں　　شمس دین نبی زوال گرفت

(پیر عالم نے اس عالم فانی سے ملک لازوال میں جگہ پائی۔
اس عالم سے ان کے جانے پر اہل جہاں کے دل میں ملال پیدا ہوا۔
خرد نے روتے ہوئے سالِ وفات کہا: شمسِ دینِ نبیؐ زوال گرفت)

نیز مولوی غلام حسین صاحب نے کہا ہے :

آں قطبِ وقت و شیخ جہان و جہانیاں　　آں باعثِ امانِ زمین و زمانیاں
سلطانِ اہل شرع غلام محی الدین　　آں رہنمائے خلق بہ پوشیدہ عیاں
از بسکہ در قصور قرار داشت نفس را　　کامل از و شدند چہ بسیار ناقصاں
در شرع شرفِ عالم، در فقر فخر الدین　　دریں چنیں زماں نشنیدم آنچناں
ہادی خلق، حامی دینِ محمدی　　بردہ سبق بعلم و عمل نزد عارفاں
ناگہ بزیر میغ نہاں شد چوں آفتاب　　ز اندوہ غم چہ گویم تاریک شد جہاں
تاریخ وصال او چوں غلام حسین جست　　گفتا کہ عالم بردا با نجہاں

(وہ قطبِ زماں، جہاں اور اہلِ جہاں کے شیخ، وہ زمین اور اہلِ زمین کی امان کے باعث اہل شرع کے سلطان غلام محی الدین، وہ کھلے بندوں اور پوشیدہ خلقت کے رہنما

۱۔ اگرچہ آپ نے اپنے تئیں قصور میں رکھا مگر آپ کی تربیت سے کئی ناقص کامل ہو گئے۔
شرع میں شرفِ عالم اور فقر میں فخرِ دین، اس دور میں کوئی بھی ان جیسا نہیں سُنا۔
خلقت کے ہادی اور دینِ محمدی کے حامی، عارفوں کے نزدیک علم و عمل میں بڑھ گئے۔
اچانک آفتاب کی طرح بادلوں کے نیچے چھپ گئے۔ غم و اندوہ سے کیا کہوں جہان تاریک ہو گیا۔ جب غلام حسین نے ان کی تاریخ وفات ڈھونڈی تو کہا کہ

عالم بردا با نجہاں)

……

ذکرِ اولادِ کرام

حضرت شیخ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فیض مآب حضرتِ صاحبزادہ والا مناقب حافظ عبدالرسول احمدی قصوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قصوریؒ کے فرزندِ اعظم تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۰ھ ہجری مقدس میں شہر قصور میں ہوئی۔ کلام اللہ حفظ کرنے کے بعد حضرت والد صاحب اور اپنے زمانے کے علماء سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ تفسیر و حدیث و فقہ اور کتب تصوف بھی اپنے حضرت والد صاحب سے پڑھیں اور حقیقت موسویہ تک سلوک مجددیہ بھی حضرتِ قبلہ گاہی کی نگرانی میں طے کیا۔ حضرت قبلہ کے سامنے ہی علوم دین کی تدریس، حفظِ قرآن مجید کی تعلیم اور مریدوں کی جانب توجہ دینے کے مختار بنائے گئے۔ وعظ بھی فرمانے لگے تھے اور عوام و خواص میں کماحقہ، تاثیر کی بناء پر لاثانی تھے۔ لیکن آپ پر کسرِ نفسی کا بہت غلبہ تھا کہ مرید کرنے، حلقہ میں توجہ دینے اور سفر کرنے سے طبیعت پر گرانی محسوس کرتے اور تمام دوسری چیزوں سے ظاہری اور باطنی طور پر مکمل ترک و انقطاع رکھتے تھے۔ آپ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے جو ایک نواب صاحب کی طرف سے ایک بھینس کے تحفہ ملنے پر اُس کی رسید بھیجنے سے متعلق ہے۔ جب آپ کو معلوم ہُوا کہ بھینس کا تحفہ قبول نہ کرنے پر اہل خانہ ناراض ہیں تو آپ نے جبراً و قہراً اُسے منظور کیا اور نوکر کی درخواست پر نواب صاحب کو ایک کاغذ کے ٹکڑے پر اس طرح رسید لکھی۔

گاؤ میش رسیدہ! دل ریش گردیدہ
از ماندتش دلتنگی واز راندنش خانہ جنگی
بلائے عظیم است خدائے کریم است!

(بھینس پہنچی، دل کو زخم لگا، اس کے رہنے سے دل تنگی اور اس کے چھوڑنے

سے خانہ جنگی ہوگی۔ یہ بلائے عظیم ہے مگر خدا کریم ہے۔

پس نواب صاحب موصوف نے ان حروف کے مطالعہ کے بعد مذکورہ بھینس کی دیکھ بھال کے لئے دو شخص نوکر بھیج دیئے تاکہ اس کی خدمت اُن کے ذمہ رہے۔ اسی طرح دوسرے معاملات کے بارے میں اسی قسم کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ غرضیکہ اس قسم کی باتیں آپ لوگوں کے سامنے بھی کرتے تھے یا ان کی طرف خطوط میں لکھ دیتے تھے۔ جب کوئی آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا تھا تو اس پر بہت خفا ہوتے تھے اور ایسا کرنے پر ڈانٹ کر منع کر دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی پوری توجہ حق کی جانب رہتی تھی۔

دولتمندوں میں سے کوئی گو وہ طریقہ سے محبت رکھنے والا ہی ہوتا، اگر آپ سے ملنے آجاتا تو اس سے چھپ جاتے تھے۔ اگر اچانک آپ کی خدمت میں آجاتا تو اس کی صحبت میں کم بیٹھتے اور اس کی طبیعت کے خلاف باتیں کرتے لیکن خدا کا راستہ دکھانے کے لئے درویشوں کی خدمت کا شوق آپ پر غالب تھا۔ یہ گنہگار ناچیز یعنی مؤلف حضرت خواجہ للّٰہی صاحبؒ کے حکم کے بموجب رمضان المبارک سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ قصور شریف میں بچے بچے کی زبان پر آپ کی تعریف کا بیان یہ مسکین کیسے بیان کرے کہ پوری دنیا آپ کے اوصاف کی تعریف کرتی ہے۔ مولانا حضرت للّٰہی صاحبؒ ہمیشہ آپ کے اوصاف کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ مولوی دستگیر صاحب سلمہٗ ربہٗ نے اپنی کتاب ہدیۃ الشنیعین میں جو طبع ہو چکی ہے، آپ کے حق میں عجیب بیان لکھا ہے۔ مولوی صالح محمد کنجاہی نے بھی کتاب سلسلۃ الاولیاء میں عمدہ بیان تحریر کیا ہے اور مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب حدیقۃ الاولیاء کے مطبوعہ نسخہ میں اپنی فہم کے مطابق آپ کے وصف میں ایک بیان تحریر کیا ہے اور حضرت حافظ سید محمد شاہ صاحب نے بھی جو آپ کی بیٹی کے نواسے ہیں، اپنے رسالہ مسمی بستان المعرفت میں آپ کے انتقال کرنے اور آپ کے دوسرے حالات کے بارے میں خوب ترتیب سے لکھا ہے۔ امید واثق ہے کہ صاحب ہمت لوگوں میں سے کسی اور نے بھی ضرور لکھا ہوگا۔ غرضیکہ ولایت کا ہر کمال حق تعالیٰ نے آپ کے وجود میں رکھا تھا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا۔ تقدیر الٰہی سے بروز شنبہ ۱۲ محرم کو ظہر کے وقت سنہ ۱۲۹۴ھ میں رحلت فرمائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَائَہٗ رَفَعَ اللّٰہُ دَرَجَتَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ (جو شخص اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات پسند کرتا ہے اور علیین (جنت) میں اس کے درجات بلند کرے گا)

اکثر علماء و فضلاءِ عصر نے آپ کی وفات پر دکھ کا اظہار کیا حتیٰ کہ ہمارے حضرت خواجہ للّٰہیؒ بہت مدت تک ہر روز اپنے درویشوں کے سامنے تفصیل کے ساتھ آپ کے انتقال کرنے کے واقعہ کا ذکر کرتے رہے۔ آپ کے انتقال کی تاریخ کے بارے میں بھی بہت سے ذی فہم علماء نے ابیات لکھے ہیں۔ چنانچہ مولوی اللہ جوایا صاحبؒ نے لکھا ہے:

الا اے صاحبِ ایوانِ جنت   رساں مژدہ سوی رضوانِ جنت
کہ آمد روحِ فخرِ پاکِ اسلام   صفی حضرتِ فیاضِ منعام
مقرب بارگاہِ مصطفائی   دلش زندہ ز ذکرِ کبریائی
ز انوارِ مقدس، شرحِ صدرش   بروں حیطۂ تحریر قدرش
شریف النسب باحسب گرامی   چو خورشیدے جہاں در ملک نامی
دلا نرا طلعت او بس منور   ز نسلِ حضرتِ صدیق اکبرؓ
گلے از گلبنِ شیخِ مکرم   غلام محی الدین قیوم عالم
پس آرائی جناں را حسبِ دلخواہ   پئے تکریم آں فرخ لقا شاہ
ملائک حور و غلماں جمع گشتہ   باستقبالِ آں شاہ خجستہ
بروں آئینہ پیکرے کہ مہ کاست   بپا سازند خود را از چپ و راست
بصد اعزاز اکرامش در آرند   مقیم جنتِ فردوس دارند
دلا اے جوئے طلب اے دین پرور   ترا باید نمودن خاک برسر
ہمہ اسبابِ عشرت دور کردن   شب و روز از تاسف خون خوردن
نمودن سینہ را از درد صد چاک   فتادن از تحیر برسرِ خاک
کشیدن نالۂ جانکاہ از درد   بر آوردن فغان و آہ از درد
کہ قامعِ عرقِ بدراہاں بی نور   خصوصاً نجدیانے از درع غرور

برائے اہل بدعت سیف قاطع   پئے اصحابِ حق برہان ساطع
یکے از معجزاتِ سرورِ دین   یکے از وارثانِ اہلِ تمکین
یکے از مقبلانِ غوث اعظم   یکے از نائبان خواجہ انجم
مجدد الف ثانی را نشانے   طریقتش راقوی سانے میانے
وجودے آیت رحمت الٰہی   وجود کان فیض لاتناہی
وجودے رستہ از قید گل وآب   وجودی گشتہ از انوار پرتاب
وجودی مسند آرای شریعت   وجودی رونق افزائے طریقت
مفسر کاشفِ آیاتِ قرآن   محدث واقفِ اسرارِ پنہان
فقیہہ و حافظِ فرقان و قاری   عطا بخشے چو ابرِ نوبہاری
فصیحِ فاضل و نادر بیانے   بہ پیشش بوعلی خود درس خوانے
کریم الخلق صاحبزادہ صاحب   علیہ الرحم من رب المواہب
دریں ایام گشت از تو نہانے   نمودہ قصدِ ملکِ جاودانی
بہ بست یکم از ماہ محرم   بوقت ظہر راہی گشت در دم
بہ تعجیل از سرایِ دار فانی   ربودہ رخت شد جنت مکانی
جہاں را بے ضیاء بے نور بگذاشت   چہ گویم بلکہ کلی خیر برداشت
چو در سال وصالش گفت وگو شد   پئے تاریخ رحلت جست و جو شد
بہ طالب گفت ہاتف اندریں باب   شدہ در پردہ بیں ماہ جہانتاب

(اے صاحبِ ایوان، رضوان جنت کو یہ خوشخبری پہنچا دے،
کہ اسلام کے لئے فخر روح پاک آ رہی ہے جسے اس فیاض اور کریم رب نے صاف کیا ہے،
دربارِ مصطفےٰ میں مقرب، اس کا دل اللہ کی کبریائی کے ذکر سے زندہ ہے۔
مقدس انوار سے آپ کا سینہ فراخ ہے، اس کا رتبہ حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔
معزز نسل میں شریف النسب ہیں، آپ کا نام جہاں میں سورج کی طرح ظاہر ہے۔
دلوں کو آپ کی روشنی منور کرتی ہے، آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی نسل سے ہیں،

شیخ مکرم، قیوم عالم غلام محی الدین کے گلشن کے پھول ہیں،
اس شاہ فرخ لقا کی تکریم کے لئے اور اس مبارک بادشاہ کے استقبال کے لئے
حسب دلخواہ ملائک حور و غلماں جمع ہوئے۔
وہ بلا کم و کاست سب باہر آ گئے اور دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔
بصد اعزاز و اکرام وہ انہیں اندر لاتے ہیں اور جنت الفردوس میں انہیں مقیم کرتے ہیں۔
لیکن اے حق کے طالب، اے دین پرور، تجھے تو اپنے سر پر خاک ڈالنی چاہیئے۔
تمام اسباب مسرت دور کر دینے چاہئیں، غم سے رات دن خون پینا چاہیئے،
درد سے سینہ کے سینکڑوں چاک دکھانے چاہئیں اور تحیر سے زمین پر گر پڑنا چاہیئے،
درد سے نالۂ جانکاہ کھینچنا چاہیئے درد سے آہ و فغان کرنا چاہیئے۔
کہ بے نور اور بدراہ لوگوں کو مغلوب کرنے والے، خصوصاً پرہیزگاری سے عریاں نجدیوں کو،
اہل بدعت کے لئے کاٹنے والی تلوار، حق کے ساتھیوں کے لئے چمکتی ہوئی دلیل،
سرور دین کے معجزات میں سے ایک، اہل تمکین کے وارثوں میں سے ایک
حضرت غوث اعظم کے مقبلوں میں سے ایک، شاندار آقا کے نائبوں میں سے ایک
مجدد الف ثانی کے ایک نشان، ان کے طریقے کو قوی بنانے والے مددگار
جن کا وجود رحمت الٰہی ہے، اور بے انتہا فیض کی کان
ایسا وجود جو آب و گل کی قید سے چھوٹ گیا اور جو انوار سے روشن ہو گیا۔
ایسا وجود جو مسند آرائے شریعت اور رونق افزائے طریقت تھا۔
ایسے مفسر جو قرآنی آیات کے مطالب کھولنے والے تھے، محدث تھے اور پوشیدہ اسرار سے واقف تھے۔
فقیہ تھے حافظ قرآن اور قاری تھے، ابر نو بہار کی طرح عطا بخش تھے۔
ایسے فصیح، فاضل اور نادر بیان تھے کہ بو علی بھی ان کے سامنے سبق پڑھے
کریم الخلق صاحبزادہ صاحب پر رب کریم کی رحمتیں ہوں۔

ان ایام میں وہ تجھ سے نہاں ہو گئے اور ملکِ جاودانی کا قصد کیا،
ماہِ محرم کی اکیس تاریخ کو ظہر کے وقت یکلخت چل پڑے،
جلدی میں اس دارِ فانی سے سامان لپیٹا اور جنت کی طرف روانہ ہوئے۔
جہاں کو بے ضیاء اور بے نور چھوڑا، کیا کہوں جہاں بھائی کے بغیر رہ گیا۔
جب سالِ وصال کی بابت گفتگو ہوئی اور تاریخِ رحلت کے بارے میں جستجو ہونے لگی،
طالب کو ہاتف نے اس بارے کہا کہ ماہ جہانتاب پردہ میں چھپ گیا)

دیگر از مولوی فقیر عالم:

حیف صد حیف حسرت و صد آہ　　بر جہاں سیاہ مہر و ماہ
بر سر اہلِ علم و اہلِ عمل　　شد نمودار شورِ محشر گاہ
زانکہ سلطانِ تختِ دینِ متیں　　نائبِ حضرتِ رسول اللہ ﷺ
قطبِ پنجاب مرجعِ علماء　　سید الاولیاء و شرع پناہ
پیر عبد الرسول شاہؒ قصور　　ہادیِ راہ واصلِ درگاہ
ناگہاں زد بگوشِ مشتاقاں　　اَلرَّحیل اَلرَّحیل بر سرِ راہ
در محرم بروز بیست و یکم　　ظہرِ سہ شنبہ گشت رحلتِ شاہ
نقدِ عمرش بطاعتِ مولیٰ　　ازیں جہاں چوں تمام شد فی اللہ
بست رخت از برای وصلِ خدا　　سوی فردوس عارفِ آگاہ
سوخت زیں حادثہ دلِ عالم　　خلق برداشت نالہ خوابگاہ
در کمالات جامعِ حسنات　　بعد ازیں کم بہ بیند اہلِ نگاہ
گفت عالم بوقتِ ہجرتِ او　　اِنَّہٗ فَازَ فَھُوَ بِذاتِ اللہ

(افسوس صد افسوس، حسرت اور صد آہ! کہ دنیا میں سورج اور چاند ماند پڑ گئے
اہلِ علم اور اہلِ عمل کے سر پر قیامت کا شور نمودار ہوا،
کیونکہ دینِ متین کے تخت کے سلطان، حضرت رسول اللہ ﷺ کے نائب
پنجاب کے قطب علماء کے مرجع، سید الاولیاء اور شرع پناہ

پیرِ عبد الرسولؒ شاہ قصور، ہادیٔ راہ واصل درگاہ نے
اچانک عاشقوں کو قافلے کے روانہ ہونے کی آواز دی۔
اکیس محرم کو سہ شنبہ کو ظہر کے وقت شاہ کی رحلت ہوئی۔
آپ کی عمر اس جہان میں راہِ مولیٰ اور اللہ کی عبادت میں صرف ہوئی۔
خدا سے وصل کے لئے رخت باندھا، وہ عارفِ آگاہ فردوس کی طرف چلے
اس حادثہ سے عالم کا دل جل گیا، خلقت نے رلت کی زاری برداشت کی،
کمالات میں خوبیوں کے جامع تھے، اہلِ نظر اس کے بعد ایسے کم ہی دیکھیں گے۔
عالم نے ان کی جدائی کے وقت کہا۔ انہ فاذھو بذات اللّٰہ)

دیگر ایضاً

شہ فخرِ الدین پیرِ عالی نژاد   چوں بر سینہ ہائے داغ ہجرت نہاد
ندا داد در گوشِ عالم سروش   بگو خوابگاہش بہ فردوس باد

(بادشاہ، دین کا فخر، عالی نژاد پیر نے، جب سینہ پر داغِ ہجرت رکھا سروش نے عالم کے کان میں آواز دی: کہہ دے کہ آپ کی خوابگاہ فردوس میں رہے،)

دیگر

پیرِ عبد الرسول فخر الدین   کرد رحلت بر اوجِ علیّین
گفت عالم ز سال تاریخش   ساقیِ کوثر رسولِ امینؐ

(پیرِ عبد الرسول، دین کے فخر نے، علیّین کی بلندی پر رحلت کی عالم نے ان کی سال تاریخ کہی: ساقی کوثر رسول امین)

عربی میں یوں تاریخ کہی ہے۔

عَرَجَ مَوْلٰینَا الْمُعَلّٰی ہِمَّۃً   عِنْدَ بَابِ الْخُلْدِ نَالَ قُرْبَتَہٗ
اَذْ رَاہُ عَالِمًا مُتَعَبِّدًا   قَالَ رِضْوَانُ اُدْخُلُوْہُ رَحْمَتَہٗ

(حضرت مولانا المعلیٰ ہمت و کوشش کی بدولت (بلندی پر) چڑھتے چلے گئے۔

جنت کے دروازے کے پاس اپنا مقام حاصل کر لیا۔ علم اور عبادت گزاری کی وجہ سے اڑ کر وہاں تک پہنچے۔ رضوان نے کہا اس کی رحمت میں ان کو داخل کر دو۔)

جناب مولوی غلام دستگیر نے یہ تاریخ لکھی۔

عبد الرسول قبلہ عالم بخوابِ ناز　　　صد بابِ فیض واشدہ اللہ اکبری
ای ختم خاندان قصور از تو بی قصور　　　خلف الرشید از آب اجداد برتری
بہر خدا بہمتِ پیرانِ باصفاء　　　آمد بحالِ زارِ من از بندہ پروری
تاریخ وصل از سر برکت غلام خواند　　　رونق فزای دین متین پیغمبری

(قبلہ عبد الرسول خواب ناز میں گئے، اللہ اکبر، فیض کے سینکڑوں دروازے کھل گئے اے خاتم خاندان! قصور آپ کے طفیل بے قصور ہوا، آپ خلف الرشید تھے۔ اور آباؤ اجداد سے برتر،

پیرانِ باصفا کی ہمت کے طفیل آپ فی سبیل اللہ میرے حالِ زار پر بندہ پروری فرمانے تشریف لائے۔

غلام نے برکت کے لئے تاریخ وصال کہی:　　　رونق فزائے دین متین پیغمبری)

آپ نے بعض طالبوں کو اپنے طریقہ کے اوراد مختصراً اس طرح لکھ دیئے:

آپ ان کو ہمیشہ اپنے عمل میں رکھتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نماز فجر کے بعد پچیس^{۲۵} بار استغفار، دو^{۲} بار الحمد، تین^{۳} بار سورۂ اخلاص، حضرت غوث الاعظم رضؓ اور حضرت خواجہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کی روح مبارک پر فاتحہ پڑھ کر کہے: خداوندا، ان دونوں پیرانِ کامل کی برکت سے مجھے اپنے جناب میں مقبول بنا"۔ پھر تین بار کہے: "اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے، اپنی رضا و محبت میرے نصیب کر"۔ پس دل کی طرف متوجہ ہو کر اور آنکھیں بند کر کے اور زبان تالو سے چپکا کر دل میں اللہ اللہ کہے، کوئی اور خیال دل میں نہ لائے جب ایک سو بار ہو جائے، وہی دعا تین بار کہے، تین سو^{۳۰۰} بار ذکر کرے، پھر وہی دعا زبان سے تین بار کہے، نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے دو سو^{۲۰۰} بار درود شریف پڑھ کر سو جائے اور

بات نہ کرے۔"

بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے اور طریقت میں داخل ہوئے۔ ان میں بڑے بزرگ خلفاء بھی تھے لیکن جیسا چاہیئے، فقیر کو ان کے حالات معلوم نہیں ہیں کہ لکھے۔ آپ کے شاگرد جیسے خوشی محمد صاحب وغیرہ بھی بے شمار صاحب لیاقت تھے۔ آپ کی ایک دختر نیک اختر، کمال عصمت یکتائے زمانہ ابھی تک زندہ ہیں کہ جنہیں خود ولایت طینت ہونے کی وجہ سے اپنے جد امجد کی طرف سے ابدی روحانی زندگی کی بشارت ملی ہے۔ اب بھی اپنے خانہ فیض آشیانہ میں حفظ قرآن کے ساتھ کلام اللہ اور دوسری کتب فقہ شریف کا درس پوری استقامت سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ الغرض صرف ان کا ایک وجود ہزار دوسرے بیٹوں سے بڑھ کر ہے۔

بَارَكَ اللّٰهُ فِی عُمْرِهَا وَعَمَلِهَا وَنَفَعَ بِعُلُوْمِهَا وَعِرْفَانِهَا لِلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اٰمِیْن۔ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ۔

(اللہ ان کی عمر، ان کے عمل میں برکت دے، مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے ان کے علم و عرفان میں نفع ہو۔ آمین یارب العالمین بمنہ وکرمہ) آنجناب عفت پناہ حضرت بی بی صاحبہ کی شادی حضرت سید غلام حسین شاہ سوالی سے ہوئی ہے۔ ان سے بی بی صاحب کے دو صاحب لیاقت فرزند ہیں۔ ایک جناب مولوی حافظ سید محمد شاہ صاحب سلمہ ربہ۔ حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ تعالیٰ جو آپ کی والدہ کے والد تھے۔ آپ پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے بلکہ انہیں خلق اللہ کی ہدایت کے لئے خود مسند ارشاد پر بٹھایا تھا۔ اور ہمارے حضرت خواجہ للہیؒ بھی ان کی سر تا قدم تکریم کرتے تھے۔ اور ان پر شفقت بھی فرماتے تھے۔ اس مسکین نے اس سال کسی معتبر سے سنا ہے کہ آپ نسبت کی تکمیل اور مقامات طریقہ مجددیہ پر عبور پانے کے لئے حضرت مولانا مولوی غلام مرتضٰے صاحب سکنہ بیربل کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حج اکبر کے ساتھ ۱۳۱۳ھ ہجری میں بکمال شوق حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔

بی بی صاحب کے دوسرے فرزند المسمی سید احمد شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تھے۔

اللہ ان کی عمر اور ان کے عمل میں برکت دے۔ ابھی تقریباً تیرہ سال کے ہیں۔ فقیر کو معلوم نہیں ہے کہ کیا پڑھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے نام کے بموجب انہیں حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکمل وارث بنائے۔ آمین یا رب العٰلمین۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا بِفَضْلِكَ وَبِكَرَمِكَ (اے اللہ ہمیں اپنے فضل اور کرم سے بخش دے اور ہم پر رحم فرما)

حضرت شیخ غلام محی الدین قصوری کے خلفائے عالیمقام

اور

آپ کے شاگرداں ذوالاحترام

جناب حضرت صاحب للّٰہی آپ کے بزرگ خلفاء میں سے ہیں لیکن چند اوراق ہم حضرت کے دوسرے خلفاء کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جناب مولوی غلام دستگیر قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ

عالم وفاضل اور صالح ومتقی تھے۔ آپ نے حضرت سے طریقت کی تعلیم لی اور علم (ظاہری) بھی انہی سے حاصل کیا۔ کتب احادیث بھی حضرت سے پڑھیں۔ اور آپ سے دامادگی کی نسبت بھی تھی حضرت والا کے بارے میں سُنا گیا کہ چار سال غلبۂ حب وشوق میں محض توکل پر حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر لوٹے ہیں۔ آپ قصور شریف میں ہمارے حضرت خواجہ للّٰہی کے حلقہ توجہ میں بیٹھتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ باطن کا سبق کس مراقبہ تک پہنچا تھا۔ آپ مقدموں کا فیصلہ کرنے، سوالات کا جواب دینے اور پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں معروف رہتے تھے۔ علم تفسیر، فقہ وکلام، حدیث شریف میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے ضروری نافع علوم میں کچھ کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ مشکل سوالوں کے جواب میں بہت سے خطوط بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک تحفۂ دستگیریہ ہے جو فرقہ ضالہ وہابیہ کے جواب میں

لکھا ہے اور چھپ کر مشہور ہو چکا ہے۔ نیز ایک کتاب عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان لکھی ہے اور رسالہ تقدیس الوکیل رسالہ جمعہ کے ساتھ مجسمہ نوچریاں[1] کے رد میں لکھا ہے۔ اسی طرح چھ اعتراضوں کے جواب میں شرح تحفہ رسولیہ ہے جو حضرت صاحب خواجہ للّٰہی کے ایماء پر لکھا ہے۔ اسی طرح آپ نے رسالہ مسمی عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین اور روافض کے رد میں رسالہ ہدایۃ الشیعین لکھا ہے۔ اور نصاریٰ کے رد میں بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ دوسرے کتب و رسائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اکثر تصانیف کے بارے میں اس ناچیز راقم الحروف کو اطلاع نہیں کہ ان کے نام لکھوں اور جو کچھ معلوم ہیں وہ چھپی ہوئی اور مشہور ہیں۔ آپ نے شریعت میں ہر مردود فرقہ کا رد لکھا ہے غرضیکہ بہت صاحبِ کمال تھے اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا حضرت قصوری سے قلبی تعلق رہا ہے۔

۱۳۱۰؁ ہجری میں کمال ذوق و شوق کے ساتھ حج کیا اور روضہ منورہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ کے ایک فرزند مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب سلمہ ربہ ہیں جو اس مسکین کی نظر میں بے نفسی اور کسرِ نفسی میں عدیم المثال ہیں۔

غلام دستگیر صاحب نے ۲۰ محرم ۱۳۱۵؁ ہجری کو انتقال فرمایا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ میانی نمکساری کے مفتی تھے۔ حضرت کے بزرگ خلفاء میں سے تھے۔ مسائل فقہ کے علم میں اپنے زمانے کے مفتی اور معتبر اور ممتاز تھے۔ حضرت ایشاں (قصوریؒ) سے طریقت کی اجازت رکھتے تھے لیکن آپ حلقہ کم کرتے تھے۔ واللہ اعلم اس کا سبب کیا تھا۔ جمعہ کے روز جب وعظ فرماتے تھے تو عجیب تاثیر تھی جو ان کی طرح کی اس مسکین نے کسی اور جگہ کم ہی دیکھی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ شاید یہی تاثیر مجددیہ تمام لوگوں کیلئے فیض عام کا احاطہ کرنے والی ہو۔

---

[1] یہ لفظ شاید "نیچریاں" ہو۔ سر سید احمد خان کی تعلیمات کا ان دنوں بہت شہرہ تھا۔ ان کے مقلدین کو نیچری کہا جاتا تھا۔ امکان یہی ہے کہ یہ رسالہ انہی کے بارہ میں ہوگا۔

آپ تمام عمر مسجد میں معتکف رہ کر علم دین کی تدریس میں مشغول رہے۔ پرہیزگاری میں لاثانی تھے، نیز آپ نے اپنے اوقات کو مطالعہ و اوراد و مراقبہ میں تقسیم کر رکھا تھا حتی کہ نیک کاموں سے کسی وقت بھی فارغ نہ ہوتے تھے۔ آخر بڑھاپے میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۶ ہجری قصبہ میانی میں رحمت حق سبحانہٗ سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کے ایک فرزند مولوی غلام احمد صاحب سلمہٗ رہے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں حج کیا ہے اور مدینہ منورہ کی زیارت کی ہے۔ اللہ انہیں قائم و دائم رکھے۔

میاں محمد اشرف بھیروی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ حضرت کے پرانے شاگردوں اور مریدوں میں سے تھے۔ مولوی محمد صالح کنجاہی نے کتاب سلسلۃ الاولیاء میں ان کے حالات عمدہ طور پر بیان کیے ہیں۔ اپنے زمانہ کے پرہیزگار ثقہ لوگوں میں سے تھے۔ متوکل اور حق گوئی میں لاثانی تھے۔ آخر الامر سنہ ۱۲۷۹ ہجری میں اس جہانِ فانی سے انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کے بعد ان کی مسجد کے سجادہ نشین میاں قاسم دین نے مسجد کی رونق بڑھائی وہ بھی درویشوں میں سے ایک تھے۔ میاں قاسم دین صاحب نے سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں انتقال کیا۔

حضرت مولوی غلام محمد:۔

آپ مریالی میں سکونت رکھتے تھے۔ جو ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک میل دُور واقع ہے۔ آپ بھی حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ کمال استقامت سے اپنے موضع میں علم ضروری کی تدریس اور حلقہ توجہ کو جاری رکھا۔ چار سال ہوئے ہیں کہ فقیر نے انکی زیارت کی اور معلوم و محسوس کیا کہ صرف ان کے دیکھنے سے درویشوں کے آثارِ فیض چمکتے نظر آتے تھے۔ جناب شاہ محمد مظہر صاحب نے اپنی مطبوعہ کتاب مقامات احمدیہ سعیدیہ میں ص ۲۴۷ پر بخوبی ان کے حالات لکھے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ بے مثل سخی تھے۔ پوشیدگی میں مسکینوں اور درویشوں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہتے تھے۔ اکثر خوفِ آخرت سے گریہ طاری رہتا تھا۔ اجازت و خلافت خود حضرت سے حاصل تھی۔ حضرت کے انتقال کے بعد جب حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے سنہ ۱۲۷۴ھ میں تہلکہ دہلی تشریف (جنگ آزادی سنہ ۱۸۵۷)

کے موقعہ پر حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی تو چند دن ڈیرہ اسماعیل خان میں رہنے کا اتفاق ہُوا۔ چنانچہ اس وقت کے تمام حالات اور دہلی شریف کے لُوٹے جانے کے واقعات حضرت شاہ محمد مظہر موصوف نے رسالہ عنبریہ اور مطبوعہ مقامات احمدیہ میں لکھے ہیں۔ اسی طرح محمد معصوم صاحب سلمہٗ ربہٗ اپنے رسالہ مسمی بہ ذکر السعیدین فی سیرت والدین میں صفحہ نمبر ۲۲ پر دہلی کے غارت ہونے اور جناب احمد سعید صاحب کے ہجرت کرنے کے حالات مفصل رقم فرمائے ہیں۔ الغرض ان چند ایام میں مولوی صاحب مریالی والا نے مذکورہ طریقہ کو واحد جان کر پھر مقامات مجددیہ عبور کرتے ہوئے تازہ کیے اور شاہ احمد سعید صاحبؒ کے دستخط سے اجازت نامہ بھی حاصل کیا اور باقی عمر استقامت کے ساتھ طریقہ مجددیہ کی اشاعت اور علوم دینی کی تدریس میں مشغول رہے اور انہیں آخیر عمر میں خود چونکہ عبادتِ سجدہ کی لذت زیادہ محسوس ہوتی اور سجدہ کے انوار زیادہ ہوتے تھے اس لیے بہت سجدہ کرتے اور روتے سے ظاہری بینائی ختم ہوگئی تھی۔ لیکن ان کی باطن کی آنکھ استقامت کی بنا پر زیادہ روشن ہوگئی تھی۔ چنانچہ سید آدم بنوریؒ نے اپنے رسالہ نکات الاسرار میں لکھا ہے کہ نماز میں مبتدی کیلئے رکوع نفع مند ہے اور متوسط کیلئے قیام اور منتہی کیلئے سجدہ سزاوار ہے تحفۃ الکمال میں لکھا ہے کہ مبتدی کے مناسبِ حال ذکر ہے۔ متوسط کے مناسبِ حال تلاوت قرآن مجید اور منتہی کے مناسب حال نماز ہے۔ رسالہ مناہج السالکین میں بھی لکھا ہے کہ بعض بزرگوں نے فرمایا، مبتدی کے حال کیلئے بہتر ذکر ہے متوسط کے حال کیلئے تلاوت قرآن مجید اور منتہی کے حال کیلئے نماز۔

چند سال بعد اسی طور عبادات اور مذکورہ کاموں میں مشغول رہ کر آخر تقدیرِ الٰہی سے ۱۶ ماہ رجب المرجب جمعہ کی شب ۱۲۹۷ھ کو مریالی شریف میں اس جہانِ فانی سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی دخترِ عفت پناہ، ہدایت دستگاہ مسمات غلام زہرا صاحبہ سلمہا صاحبِ کمال ہیں کہ لڑکیوں اور نیک عورتوں میں علم فقہ ضروری اور قرآن مجید کی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور پوری استقامت کے ساتھ رابعہ عدویہ کی طرح عبادت رب العلمین میں مستغرق رہتی ہیں۔ قصبہ ڈیرہ اسماعیل خان کی عورتیں دعا کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتی ہیں غرضیکہ

آپ اہلِ حاجات کا قبلہ ہیں اور اپنے والد ماجد سے طریقہ کی اجازت رکھتی ہیں۔ بارک اللہ فیما اعطاہا

مولوی غلام محمد صاحب کے خلفاء پختہ کار اور شاگردان با اعتقاد بہت تھے۔ لیکن یہ فقیران کے ناموں سے چنداں واقف نہیں ہے کہ تحریر کرے لیکن دو شخص مسمی مولوی غلام محمد از چاہ ترین سلمہ ربہ کہ آپ کے پرانے شاگردوں اور بزرگ با استقامت خلفاء میں سے ہیں قصبہ اسماعیل خان میں درس جاری رکھے ہوئے ہیں۔ استقامت اور اعتقاد میں یکتائے زمانہ نظر آتے ہیں۔ (بارک اللہ فیما اعطاہا۔ اللہ نے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں برکت دے) دوسرے مولوی ولی محمد صاحب ان کے شاگردوں اور اجازت یافتوں میں سے ہیں۔

خاتون موصوفہ کی خدمت کے لئے حکم کی تعمیل میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کے عالی شان مکان میں درویشوں کی تعلیم کے لئے درس جاری رکھتے ہیں اور اس ناچیز راقم الحروف نے سنا ہے کہ حضرت حاجی محمد عثمان صاحب موسیٰ زئی شریف والوں سے بھی اجازت و خلافت حاصل کر چکے ہیں۔ فَہُم مَن فَہِم۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ مَا اَعْطَاہُ وَ اَوْصَلَہٗ اِلٰی مُتَمَنَّاہُ۔

مولوی صاحب۔ چک بھٹی ؛

جناب مستطاب بھٹی چک والے مولوی صاحب حضرت کے پرانے خلفاء میں سے تھے۔

ایک بار میاں بدرالدین صاحب نے ان سے پوچھا کہ حضرت خواجہ للٰہی صاحب آپ سے عمر سے بڑے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ عمر میں تو میں ان سے بڑا ہوں لیکن معنوی لحاظ سے یعنی نسبت مجددیہ کی سلک کے لحاظ سے خواجہ للٰہی صاحبؒ بڑے ہیں۔ اور مجھ سے آگے ہیں بلکہ حضرت قصوریؒ کے تمام خلفاء سے افضل اور بزرگ خواجہ للٰہی ہیں۔ حضرت شیخ غلام محی الدین قصوریؒ کے دوسرے خلفاء بے شمار ہیں۔ اس مسکین کو آپ کے مکتوبات شریف کے مطالعہ سے ان میں سے بعض کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ پس بعض کے صرف نام لکھنے پر اکتفا کرونگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) کیونکہ ان کے متعلق جیسی کہ چاہیئے، واقفیت نہیں رکھتا۔

جناب شیخ عطاء اللہ صاحب قندھاری ؛

حضرت قصوریؒ نے خواجہ للٰہی کی طرف اپنے مکتوبات میں ان کے بارے میں لکھا ہے

کہ قدرتِ الٰہی سے عجیب بات ہوئی۔ پانچ چھ سال ہوئے ہیں کہ عطاء اللہ نام کا ایک قندھاری شخص تحصیلِ علم کے بعد فقیر کے پاس قصور پہنچا۔ بیعت کرکے داخل طریقہ ہوا۔ علمِ حدیث کی تحصیل کے لئے سفرِ دہلی کی اجازت چاہتے ہوئے دہلی روانہ ہوگیا۔ صحاحِ ستہ پڑھنے کے بعد کسی مزار پر ذکر، شغلِ اسمِ ذات اور نفی اثبات کے لئے معتکف ہوگیا۔ لطائف خمسہ کے اذکار میں مشغول ہُوا۔ کمالات ثلثہ کے انوار ان پر منکشف ہوئے لیکن ہر مقام سے دوسرے مقام کی نسبت کی تمیز معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس وجہ سے خستہ خاطر تھے۔ کسی وقت حضرت شاہ صاحب نے اسے عالمِ واقعہ میں فرمایا کہ تجھے قصور میں فلاں یعنی اس گنہگار کے پاس جانا چاہیئے۔ پس وہ صاحب پورا عزم کرکے دوستوں کو الوداع کہے اور اطلاع دیئے بغیر قصور روانہ ہوئے۔ اور لاہور میں فقیر کے پاس پہنچے اور پورے دو ماہ اس عاصی کے پاس اقامت پذیر رہے۔ اُن کی کمال استعداد اور حدتِ وجدان کے بارے میں کیا لکھا جائے، ایک توجہ میں نسبت کا امتیاز کرکے اظہار کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آخری مقامات کو بھی جو حُبِ صرفہ اور معبودیتِ مطلقہ ہیں، عبور کرلیا۔ ان کو توجہ دینے کے بعد اجازت بلکہ خلافت دے کر رخصت کیا۔ بارَکَ اللہ فیما اعطاہٗ۔ آمین یا رب العلمین۔

حافظ سردار صاحب از ہشت نگر بھی حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔

جناب سیادت پناہ حضرت سلطان محمد شاہ صاحب سلمہٗ، یہ بھی حضرت کے اعظم و اکرم خلفاء سے تھے۔ کانگڑہ کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت نے ان کے لئے خود اجازت نامہ لکھا تھا جیسا کہ مکتوبات میں مرقوم ہے، حضرت نے خلافت نامہ خود اپنے دستخط کے ساتھ لکھ کر شاہ صاحب موصوف کو عنائت فرمایا تھا۔ یہ اجازت نامہ بعینہٖ حضرت کے مکتوبات میں موجود ہے۔

جناب محمد خان علی زئی اور جناب میاں احمد صاحب: یہ حضرات ڈیرہ اسماعیل خان کے نواحی دیہات کے رہنے والے تھے۔

میاں عثمان صاحب صباغ، حضرت کے اکمل اجازت یافتہ حضرات میں سے تھے۔ یہ قصور اور ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے اور حضرت کے معتبر لوگوں میں سے تھے۔

ان کے ایک صاحب لیاقت فرزند تھے۔ غلام حسین جیو صاحب کہ جملہ اوصاف میں کامل تھے۔ فقیر نے تین بار ڈیرہ میں ان کی زیارت کی ہے۔ کس زبان سے ان کی تعریف کروں، کسرِ نفسی ان پر غالب تھی۔ گریہ و درد و شوق ان پر غالب رہتا تھا۔ حدیث شریف اور دیگر علوم کی تدریس جاری رکھتے اور اپنے طریقہ کے مشائخ کرام کی محبت میں مستغرق رہتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے۔ کہ اپنے گھر میں جب ملفوظات دُرّ المعارف کو دیکھتا ہوں تو اپنے اعتقاد کے مطابق محسوس کرتا ہوں کہ گھر میں خود حضرت شاہ غلام علی دہلوی قبلہ بیٹھے ہیں۔ یہ ناچیز ان کی تعریف کیا لکھے کہ مقامات احمدیہ سعیدیہ نسخہ مطبوعہ میں شاہ محمد مظہر نے ان کے بارے میں مفصّل لکھا ہے۔ غرضیکہ آخری عمر میں بڑے شوق سے حج کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس روضہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں شاہ محمد مظہر صاحب کے پاس سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں انتقال کیا۔ اور شاہ محمد مظہر صاحب نے انہیں بقیع میں دفن کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب اس مسکین نے سُنا ہے کہ مولوی غلام حسن صاحب موصوف کے نواسے مولوی سعد اللہ صاحب کو حضرت حاجی محمد عثمان موسیٰ زئی سے طریقہ مجددیہ کی اجازت ملی ہے۔ سلمہٗ تعالیٰ۔ میاں عثمان صاحب کے دوسرے فرزند میاں غلام حسین صاحب اور میاں محمد بخش صاحب ہیں۔ اس فقیر کو ان کے احوال باطن کی کچھ اطلاع نہیں ہے کہ لکھا جائے

مولوی ولی محمد صاحب ساکن چوہڑ کانہ (براہ لاہور جو خانقاہ ڈوگراں کے نزدیک ایک موضع ہے۔) حضرت کے خادموں اور مجاز حضرات میں مشہور ہیں۔ ایک بار اس مسکین کو انکی زیارت ہوئی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے حضرت سے مراقبہ سلوک میں حقیقت موسوی تک رسائی حاصل کی تھی۔ اور پھر کہنے لگے کہ اب اس ناچیز نے سُنا ہے کہ حضرت قصوری کا انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی فیض محمد صاحب ساکن نوکھر جوان کے متعلقین اور برادر زادوں میں سے ہیں طریقہ مجددیہ کا خوب اشتیاق رکھتے ہیں سلمہٗ ربہٗ

مولوی نور الدین صاحب از چکوڑہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کے صاحبِ مجاز لوگوں میں سے تھے اور فقیہ لاثانی تھے۔ درس جاری کر رکھا تھا۔ قرآن مجید، فقہ شریف اور پنجابی

میں انواعِ فقہ کی تعلیم کے لئے بھی مشہور تھے۔ انہوں نے ۱۳۰۲ھ ہجری میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے فرزند مولوی محمد امین ہیں کہ جناب میاں شمس الدین چشتی سیالوی سے بیعت رکھتے ہیں۔ اپنے والد اور حضرت خواجہ للّٰہی کے کہنے پر اس حرکت کی بنا پر رنجش کی وجہ سے ان سے ترکِ ملاقات رکھی لیکن آخری عمر میں خود خواجہ صاحب للّٰہی سے ملاقات کر کے اشارۃً اپنی تقصیر معاف کرالی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندوں کو اپنے احسان اور کرم سے نسبتِ مجددیہ سے بہرہ یاب کرے۔

حضرت مولوی صالح محمد کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت کے مجازان و اجازت یافتگان سے تھے۔ جیسا کہ حضرت کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک کتاب سلسلۃ الاولیاء بھی لکھی ہے جو ان کے علاقہ کے اہلِ تصوف کے بارہ میں ہے۔ حقیقت میں حضرت کی اجازت و اشارت سے ہی یہ کتاب تالیف کی تھی۔

بھیرہ کے میاں کرم الٰہی صاحب بھی حضرت کے محبوں میں سے ایک تھے۔ علمِ فقہ میں پنجابی نظم لکھی تھی اور اس میں حضرت کی تعریف بھی بیان کی تھی۔ وہ کبھی کبھی ایامِ متبرکہ میں للّہ شریف میں حضرتِ خواجہ للّٰہی کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ حضرت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بالآخر ۱۳۱۱ھ میں انتقال کیا۔

حضرتِ مولوی محمود جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ قصبہ خوشاب: عرف میں حفظال تھے۔ حضرت کے صاحبِ مجاز حضرات میں سے تھے اور صاحبِ استغراقِ قوی تھے۔ حضرت نے اپنے مکتوب میں ان کو یوں لکھا ہے: "جو کچھ وہابیوں کے شور و غوغا کے بارے میں لکھا تھا، مہربانا! کتوں کے غوغا سے چاند کو کیا ڈر۔ ہم دہلی سے دو تین رسالے منگوا کر ان کی تصحیح میں مشغول ہیں۔ ان شاء اللہ ان رسالوں میں سے کچھ آپ کی خدمت میں ارسال کیا جائے گا۔"

اس عبارت سے حضرت کا کشفِ صریح بلکہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمود صاحب کا بیٹا مسمّی اللہ داد فرقہ ضالہ وہابیہ سے مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو راہِ راست نصیب کرے۔ انہوں نے ۱۲۸۱ھ ہجری میں انتقال کیا۔ ان کے دوسرے بیٹے کا نام میاں محمد ہے۔ سُنا گیا ہے کہ وہ مردِ صالح ہے۔

دوسرے ہزاروں حضرت کے مجاز، محب اور قلبی مخلص تھے۔ فقیر کو ان کے نام بھی معلوم نہیں ہیں کہ تحریر کرے۔ مگر چند ایک یہ ہیں، جیسے

میاں کرم دین صاحب، خان محمد سکعدرہ خان صاحب، پیر ابراہیم خان صاحب، پیر عباس خان قصوری، پیر بخش ڈنگہ والا، خان جلال الدین خان صاحب، کریم الدین خان صاحب، حافظ امام الدین صاحب، حافظ رحمت، میاں اللہ بخش، غلام محمد شاہ صاحب، میاں غلام محمد ساکن بکھروالا، میاں کریم بخش حاجی لاہوری، میاں شہاب الدین، میاں سراج الدین صاحب، میاں چراغ دین، حافظ غلام مرتضیٰ صاحب اور حافظ غلام مصطفیٰ صاحب وغیرہم۔۔ اس کے علاوہ اگر کسی کو حضرت کے دوستوں کے بارے میں معلوم کرنے کی خواہش ہو تو آپ کے مکتوبات شریف میں دیکھ لے۔ انشاء اللہ کچھ نہ کچھ معلوم ہو جائے گا۔

حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(ابتدائے ولادت باسعادت و تحصیل علوم ظاہرہ و باطنہ سے جلوس بر مسند ارشاد و ہدایت بنیاد تک

قطبِ جہاں، غوثِ زمین و زماں   ناظمِ نُہ دائرۂ آسماں
کاشفِ انوارِ خدائے رحیم   واقفِ اسرارِ رسول کریم
بحرِ سخا، کانِ عطا و کرم   قامعِ غم، دافعِ رنج و الم
مشعلِ بزمی کہ صفا در صفا است   نور دہِ انجمنِ اولیا ست
زبدۂ اربابِ طریقت اساس   قدوۂ اصحابِ حقیقت شناس
واسطۂ فیض بہرِ خاص و عام   در زمن بجملہ انام !
موردِ اسرارِ علوم و حِکم   منشائے آثارِ حدوثِ قدم !
ہادیٔ دین، شاہ غلام نبیؐ   احمدی و مذہبِ حنفی صحی
آنکہ رسیدند براہِ یقین   از نگہش مبتدع و ضالین
آنکہ برو فخر نماید سپہر   آنکہ بجود ست و جودش چو مہر

(قطب جہاں، غوثِ زمین و زماں، آسمان کے نو دائروں کے انتظام کرنے والے
خدائے رحیم کے انوار کو کھولنے والے، رسولؐ کریم کے بھیدوں سے واقف
سخاوت کے سمندر، عطا و کرم کی کان، غم کو مغلوب اور رنج و الم کو دفع کرنے والے
اس بزم کی مشعل جس میں صفائی ہی صفائی ہے، آپ اولیاء اللہ کی مجلس کو روشنی
دینے والے ہیں۔

بہترین اصحابِ طریقت، حقیقت شناس لوگوں کے امام
ہر خاص و عام کے لئے واسطۂ فیض، زمانہ بھر کے تمام لوگوں کے لئے
جن پر علم و حکمت کے بھید کھلتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا کیا۔

ہادیٔ دین شاہ غلام نبیؒ جو نسبت احمدی رکھتے ہیں اور صحیح المذہب حنفی ہیں۔
ان کی نگاہ سے بدعتی اور گمراہ راہِ یقین پر پہنچے
وہ جن پر آسمان فخر کرتا ہے، سخاوت میں جن کا وجود سورج کی طرح ہے۔)

منبعِ فیوضِ برکات، مہبطِ تجلیات و واردات، الٰہی خزانوں کے مخزن، حضرتِ صاحبِ اعلیٰ، ہمارے آقا، مولانا، مولیٰ الکلّ جناب الاقدس شیخ غلام نبی احمدی جو حضرت صاحب للّٰہی قدس اللہ سرہٗ کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ آپ کی قبر پُر نور بنائے۔ آپ کی ولادت باسعادت پنجشنبہ کی رات کو ۱۲۲۳ھ ہجری میں واقع ہوئی۔

ہمارے حضرت یعنی خواجہ للّٰہی صاحب نے اپنی بیاض میں اپنے حالات اپنے دستخط سے ایک خطبۂ جمعہ کے آخر میں ان حروف مفردات میں لکھے ہیں:

ک ت ب ہ	ف ق ی ر	غ ل ا م	ن ب ی	ع ر ف
(کتبہٗ)	(فقیر)	(غلام)	(نبی)	(عرف)
س ن ا د ہ	س ا ک ن	م و ض ع	ع ف ی	ع ن ہ
(سنادہ)	(ساکن)	(موضع)	(عفی)	(عنہ)
و	ع ن و ا ل د ی ہ	ب م ن ہ	و ک ر م ہ	
(و)	(عن والدہٖ)	(بمنہٖ)	(وکرمہٖ)	

اور آپ کا خانہ فیض آشیانہ قصبہ للّٰہ شریف بھروانہ میں ہے۔ جو ضلع جہلم علاقہ بھیرہ و پنڈ دادنخان (صوبہ پنجاب) میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ للّٰہیؒ، حضرت قصوریؒ کے اکبر و اجل خلفاء میں تھے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔

آپ نے علومِ ظاہری اپنے والد ماجد حضرت مولانا مخدوم محمد حسن دین صاحب سے جو بے مثال سخی اور خادمِ فقراء تھے، حاصل کیے اور اکثر کتبِ متداولہ تا شرحِ مُلّا پر عبور پایا۔ بعد ازاں علاقہ ونھن کے ایک موضع اوڈھروال میں حافظ محمد سردار صاحب کے پاس جو اپنے وقت کے علامہ، محقق اور مدقق تھے، حصولِ علم کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں معقولات کی بعض

کتب تحقیق و تدقیق سے پڑھنے کے بعد پشاور میں حافظ محمد عظیم صاحب کی خدمت میں چند سال نہایت کوشش سے بعض کتابیں یعنی زواہد ثلثہ، شرح چغمینی، اخوان یوسف وغیرہ اور منطق کی کتب میں سے الحکمۃ الکبریٰ پڑھیں۔ آخرالامر اپنے والد ماجد کے ہمراہ پشاور سے وطن کی جانب مراجعت کی۔ اور چند اسباق خوشاب کے مولوی خلیل الرحمٰن سے بھی پڑھے، الغرض جب آپ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد فاضل ہو کر فارغ ہوئے تو اپنے والد بزرگوار کے حضور میں تدریس و تعلیم میں مشغول ہو گئے۔

حضرت نے ظاہری علم کی تحصیل کے دوران میں اور اس کے بعد بہت سی کتب پر نادر حواشی لکھے ہیں۔ اور اسی طرح بعض نادر مسائل پر کمالِ تحقیق فرمائی ہے۔

اس کے بعد انہی دنوں میں حضرت کے مخدوم والد ماجد صاحب نکاح کا معاملہ درمیان میں لائے۔ اور موضع نور خانہ سے پنجشنبہ کی رات کو شادی کر کے وطن مالوف یعنی للہ شریف مراجعت کی۔ پھر حضرت پر جذب الٰہی نے غلبہ پا لیا۔ اور اہل اللہ کی ملاقات اور کسی اہلِ حق صاحبِ طریقہ کی بیعت کرنے کا شوق ظاہر ہوا۔ چنانچہ تونسہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

جب شاہ پور کے قصبہ میں جو اب پنجاب کے صوبہ کا ایک مشہور ضلع (کا صدر مقام) ہے، پہنچے تو وہاں اتفاقاً حضرت مولانا شیخ غلام محی الدین احمد قصوریؒ (جن کے بارے میں پہلے کچھ لکھا جا چکا ہے) کی صحبت حاصل ہوئی۔ استخارہ مسنونہ کے بعد حضرت صاحب قصوریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور طریقہ عالیہ مجددیہ حاصل کیا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ کی رات ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۶۳ھ کا ہے۔ چنانچہ حضرت نے مجملاً اپنے دستخط سے اپنے حالات بیاض میں اس طرح لکھے ہیں:

” مجھ فقیر غلام نبی کا وقت ولادت شب پنجشنبہ ہے۔ نکاح بھی شب پنجشنبہ کو ہوا۔ یہ بھی خوب اتفاق ہوا کہ شب پنجشنبہ چودہ ماہ ربیع الآخر کو ہی جو حضرت پیر دستگیر عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کا مہینہ ہے، ۱۲۶۳ھ ہجری میں حضرت قصوری شیخ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اپنے پیر دستگیر کی صحبت کی تفصیل یہ ہے: پہلی بار سہ روز، دوسری بار ایک ماہ، تیسری بار ڈیڑھ ماہ، چوتھی بار بیس دن، پانچویں بار

تین روز، چھٹی بار چھ ماہ اور آٹھ روز، ساتویں بار دس روز، آٹھویں بار تیئس روز، ویں بار آٹھ روز ۔“

خانصاحب محمد حسن خان نے مقامات مجددیہ کے مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۳ اور صفحہ ۱۲۷ پر بھی حضرت کے حالات لکھے ہیں۔ حضرت مولوی صالح محمد صاحب کنجاہی نے مذکورہ کتاب سلسلۃ الاولیاء میں حضرت کی تعریف میں عجیب ابیات میں ایک عمدہ بیان لکھا ہے۔ اور امید واثق ہے کہ بہت صاحبان نے حضرت کی صفت میں تالیفات کی ہوں گی خصوصاً حضرت مولانا مولوی غلام مرتضےٰ صاحب ساکن بیربل نے بھی اپنے رسالہ میں آپ کے حالات رقم کئے ہیں۔ بالجملہ حضرت کے وجود مسعود سے مسند ولایت نے مکمل زینت اور یسی آرائش پائی جس میں کلام نہیں۔ اور آپ کی ذات مبارک سے طریقہ نقشبندیہ قادریہ کی ترویج اور معارف جدیدہ احمدیہ کی اشاعت ہوئی۔ چنانچہ حضرت کی تعریف و توصیف میں حضرت صاحب قصوریؒ نے جو آپ کے مرشد تھے مولوی غلام محمد مریالی کو ایک مکتوب میں آپ کے مکتوبات میں ورق ۲۰۱ پر) لکھا ہے:

”حضرت مولوی غلام نبی جو ایک کامل الاستعداد مرد تھے۔ موضع للہ سے جو جہیرہ کے قریب ہے پچھلے کاتک کے مہینہ میں نسبت احمدیہ مجددیہ کے کسب کے لئے فقیر کے پاس آئے۔ ماہ اس شغل میں مشغول رہے اور سلوک کو حقیقت الحقائق تک پہنچا کر رخصت ہوئے۔ ن کی استعداد کے بارے میں کیا لکھا جائے کہ اس میں بے نظیر تھے۔ بارک اللہ فیما اعطاہ“

جب حضرت کے مرشد نے منازل سلوک مجددیہ کے طے کرنے کے بارے میں حضرت کی تعریف میں اس طور پر لکھا ہے تو یہ ناچیز مسکین ان کے انتہائی احوال کے بارے میں کیا بات کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شروع سے ہی یعنی صاحبِ مجاز ہونے کی ابتداء میں ہی حضرت کی توجہ شریف کی تاثیر سے طالبوں پہ ایسے قوی جذبات اور اندھا دھند واردات کا نزول ہوتا تھا جو ان کے لئے بے تابی کا موجب بنتیں۔ آپ کے مبارک باطن کی حرارت سے مست و بے خود ہو کر گر پڑتے تھے۔ چنانچہ آٹھ سالوں میں اپنے مرشد حضرت قصوریؒ سے شغل طریقہ احمدیہ حاصل کیا اور مقاماتِ مجددیہ جیسا کہ چاہیئے، عبور

کئے چنانچہ مراقبات سے لطائف امریہ، خلقیہ اور کمالات ثلثہ سے حضور، معیت، محبت اور اقربیت اور حقائق اربعہ امکانیہ اور حبِ صرفہ اور حقائقِ ثلثہ وجوبیہ اور معبودیتِ مطلقہ وغیرہ مقامات کمال کوشش سے طے کیے اور حضرت صاحب قصوری سے کلاہ اجازت و رضا اور قمیص باصفا اور عمامہ متبرکہ انعام میں پائے اور محمدی المشرب کی بشارت کے ساتھ ان کی طرف سے منصب خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

بعد ازاں نہایت توکل کے ساتھ اپنے مرشد کے فرمائے ہوئے طریقہ کی تکمیل میں مشغول ہو گئے۔ حضرت نے اپنی ہمت کو اس طرح صرف کیا کہ طالبانِ صادق میں سے کوئی شخص بھی بے بہرہ نہ رہا۔ حضرت کو جب اپنے مرشد سے مراقبۂ حقیقتِ قرآن عطا ہوا۔ تو حق تعالیٰ نے حضرت میں حفظِ قرآن کا شوق ظاہر کیا۔ شدت و غلبہ کی یہ کیفیت ہوئی کہ رات دن قرآن شریف پڑھے بغیر قرار و آرام نہ ملتا تھا حتیٰ کہ چند مہینوں میں قرآن کریم حفظ کر کے رمضان المبارک میں تراویح میں سُنا دیا۔ بعد ازاں ہمیشہ حافظوں کے ساتھ خصوصاً حافظ محمد دین اور حافظ رکن الدین سلمہٗ ربہٗ کے ساتھ قرآن مجید کا دَور کیا کرتے تھے یا شام کی نماز کے بعد دو رکعت نفل میں تین یا چار پارے پڑھتے تھے۔

غرضیکہ جب آپ کے مرشد حضرت قصوریؒ کو آپ کے قرآن کریم حفظ کرنے کی اطلاع ہوئی تو حفظِ کلام اللہ شریف کی خوشخبری سے انہیں اس قدر مسرت ہوئی کہ حیطۂ تحریر سے باہر ہے: "نَحْمَدُ اللہَ ثُمَّ نَحْمَدُ اللہَ" حفظِ کلام الٰہی خصوصاً اہلِ آگاہ کے لئے نعمت ہے کہ اس کے برابر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی، قادر کریم فائز گردانا و بالنبی و آلہ الامجاد" مکتوبات۔

ہمارے حضرت نے علم میں دستارِ فضیلت اساتذہ سے باندھی تھی۔ سندِ صحاحِ ستہ و مشکوٰۃ، حصنِ حصین اور درود مستغاث، دعائے حزب البحر، دلائل الخیرات اور.... حرز یمانی وغیرہ اہم اعمال کی سند بھی خود اپنے مرشد حضرت قصوریؒ سے حاصل کی تھی۔ اور وہ سندِ حدیث شریف حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی سے رکھتے تھے جیسا کہ ان کے بیان میں لکھا گیا ہے اور انہوں نے دوسری سندیں بھی قبلہ شاہ صاحب سے ہی حاصل

کیں۔ مطلب یہ ہے کہ کتب تصوف مثلاً مکتوبات مجددیہ، مثنوی مولانا روم وغیرہ کی سند بھی ہمارے حضرت خواجہ للّہی صاحبؒ نے حضرت صاحب قصوریؒ سے لی تھی۔ اور یہ کتابیں انہی سے پڑھی تھیں۔ حضرت نے محبت کے جذبہ میں حالتِ شوق میں کمال کسر نفسی میں حضرت قصوریؒ کی مدح میں ایک غزل لکھی ہے۔ یہ مسکین تبرکاً اس جگہ نقل کرتا ہے۔

دیدم قصور عین نور است　　آں موجِ جنّت قصور است
گر طالب وصل صادق آید　　بے محنت ولقب در حضور است
صد آہ کہ ایں کمینہ مہجور　　ہر لحظہ دور دور دور است
سگ راہ کہ درے دگر نہ داند　　انداختن استخوان ضرور است
شاید کہ بایں قدر نوازش　　ہم نیست جز کہ سگ عقور است
ایں ہست ترا خیالِ فاسد　　نومید ز فضلِ حق کفور است
آں رب کہ ترا ز دام بدعت　　او کرد رہا نہ رب غفور است
پس کرد با کمل و اکمل　　تحویل یدست نے ربِ شکور است
شو خاک تہ کفش مبارک　　کیں عین سعادت و سرور است
ایں امر جلی مدان حبینہ　　صد عارف زیں قدر فخور است

(ہم نے دیکھا کہ قصور عین نُور ہے اور وہ قصور جنّت کی ایک نہر ہے۔
اگر اللہ سے ملاقات کا سچا طالب آئے تو وہ بلا رنج و محنت حضوری میں پہنچ جاتا ہے۔
صد افسوس یہ مہجور کمینہ ہر لحظہ دُور دُور ہی ہے۔
اس سگ کو جو دوسرا دروازہ نہیں جانتا، کوئی ہڈی ڈال دینا ضروری ہے۔
شاید اس قدر مہربانی کے باوجود ایسا اس لیے نہیں ہو سکا کہ کتا کاٹنے والا ہے۔
مگر یہ تمہارا فاسد خیال ہے کہ فضل حق سے نومیدی کفر ہے۔
وہ رب جس نے تمہیں بدعت کے جال سے رہا کیا، کیا وہ رب غفور نہیں ہے؟

پھر تجھے کمل و اکمل کے حوالے کیا، کیا وہ رب شکور نہیں؟
اس کے مبارک تلووں کی خاک ہو جا، کہ یہ عین سعادت و مسرت ہے۔
اس امرِ جلی کو معمولی بات مت جان۔ اس پر تو سینکڑوں عارف فخر کریں)

ہمارے حضرت ہر روز بلکہ ہر گھڑی سچے عاشقوں کی طرح اپنی زندگی کے آخری دم تک مرشد حضرت قصوریؒ کی تعریف میں باتیں کرتے اور ہمیشہ ان کی محبت سے تروتازہ رہتے تھے۔

ہمارے حضرت کئی طرح سے سالکین کی تربیت کرتے تھے۔ بعض کو چھلانگ کی طرح ایک ہی بار سارے مقاماتِ احمدیہ طے کرا لیتے تھے اور بعض کو مفصّل طریق پر اور بعض کو علمِ ظاہری کے سبق کے ضمن میں فائدہ پہنچاتے تھے۔ اور ان کی ترقیٔ احوال میں ہمت صَرف کرتے تھے۔ لیکن علمِ ظاہری کی تعلیم دینے میں بہت مطالعہ اور کوشش سے کام لیتے تھے۔ کیونکہ مرشد قبلہ قصوریؒ سے انہیں یہی حکم ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحب قصوریؒ نے حضرتؒ کی طرف اپنے پہلے مکتوب میں لکھا ہے "چاہیئے کہ رات دن اپنے اوقات کو ذکر و فکر اور مراقبات میں مشغول رکھیں اور درسِ علومِ دینیہ کا بھی شغل ہے۔ کیونکہ حضرت امام ربّانی نے فرمایا ہے ہمارے طریقہ میں علوم ظاہریہ کا اشتغال اور اس کی تدریس مضر نہیں ہے لیکن ممد بھی نہیں۔ فقیر کے پیر (حضرت شاہ غلام علی دہلوی) فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں جہالت کی تاریکی علمِ دین میں کثرت کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ اس لیے علومِ دینیہ کی تدریس میں اشتغال باطن کی نسبت میں مددگار بن گیا ہے۔ پس اسے بالکل ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ چونکہ سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کو بلند استعداد عطا فرمائی ہے۔ امید ہے کہ ظاہر و باطن کے دونوں فیض آپ سے ظاہر ہوں۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز (اور اللہ کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں) بدعت و کفر کے ظلمات کے ڈھیر اس طرح جمع ہیں کہ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نمونہ نظر آتا ہے۔ کیا عظیم نعمت ہے کہ کسی سعادت مند کو سعادت کے ساتھ امت مرحومہ کی ہدایت و ارشاد کے لئے چن لیا جائے۔ اس پر

پروردگار کی حمد کرنی چاہیئے اور پیرانِ کبار کا شکر بہ ادا کرنا چاہیئے۔

کہ در شکر نعمت بود بر مزید
(کہ شکر میں نعمت بڑھتی ہے)"

نیز مکتوب ششم میں حضرت قصوریؒ نے مولوی غلام مرتضٰے صاحبؒ (بیربل) کو مذکورہ امر کی تاکید میں لکھا ہے:

"برخوردار کا مقصد چونکہ تعلیم و تعلّم ہے اور علم بغیر تعلیم کے بانجھ ہے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ سعادت تمہیں حاصل ہو اور فقیر بھی اس تمنا کے حصول کی دعا سے غافل نہ رہے گا۔ (جناب حضرت صاحب قصوریؒ نے اپنے قبلہ جناب شاہ غلام علی دہلویؒ کے چہل روزہ ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز تحصیلِ علم کے بارے میں بات ہونے لگی تو فرمایا علم صرف کی اسی قدر ضرورت ہے کہ صیغہ معلوم کرلے اور علمِ نحو کی تحصیل بھی شرحِ مُلّا تک درکار ہے۔ ایک دو کتابیں علمِ معانی کی پڑھنی چاہئیں کہ اس سے کلام کی فصاحت و بلاغت معلوم کرے پھر علم تفسیر و حدیث کی سیر کرے جس سے قلب پر انوار نازل ہوتے ہیں اور فقہ پڑھے کہ علوم دینیہ یہی ہیں۔ باقی علوم کا مطالعہ تضیعِ اوقات ہے۔ اور ایک روز فرمایا علم فقہ میں کتاب الصلوٰۃ تک بھی انوار ذہن میں آتے ہیں اور معاملات فقہ میں انوار دریافت نہیں ہوتے مگر خود معاملات کے اندر انوار موجود ہیں۔ برخوردار اس تاریک زمانے میں ہر شخص نے نفسانی خواہشات اور شیطانی اغراض کی طرف رُخ کرتے ہوئے علمِ ایمانی کی تعلیم کو پسِ پُشت ڈال رکھا ہے۔ سعادت مندی یہی ہے کہ اس علم کی سعادت سے مشرف ہو۔

تا دوست کرا خواہد کہ میلش بکہ باشد
(دوست کب چاہتا ہے کہ اس کا رجحان کسی اور طرف ہو)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اور تمام اہلِ علم کو اس سعادت سے مشرف کرے بالنبی و آلہ الامجاد۔ چاہیئے کہ منزل شریف کے بعد ہر وقت اپنے تئیں کتاب کے مطالعہ میں مشغول رکھیں اور جس قدر ہو سکے تعلیم کو اپنا معمول بنالیں۔ انشاء اللہ آپ کی تدریس میں برکت ہوگی اور چاہیئے کہ حزب البحر کا وظیفہ نہ چھوڑیں۔ اس کے فیض باطنی کے لئے تیار رہیں۔ جب

بھی کبھی موضع للہ میں اپنے استاد کی خدمت میں جو ربُّ المواہب کی درگاہ میں مقبول ہیں، حاضر ہوں۔ اس فقیر کی طرف سے پُرشوق سلامِ مسنونہ پہنچا دیں اور انہیں بتا دیں کہ فقیر کا اکثر اوقات خیال آپ کی طرف رہتا ہے۔ اللہ حوادثِ ظاہری و باطنی سے محفوظ رکھے اور اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی یاد سے محظوظ رکھے۔ آمین یا رب العٰلمین۔"

ہمارے حضرت اسی وجہ سے تمام عمر طالبوں کے ساتھ مراقبہ یا حلقہ یا تعلیم میں مصروف رہے اور ان کاموں کے سوا کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوتے تھے۔ (جناب حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے مکتوبات کی دوسری جلد میں لکھا ہے کہ تعلیم ہمارے طریقہ کے منافی نہیں ہے بلکہ نیت نیک ہو تو مدد دیتی ہے۔ نسبتِ باطنی کے حصول اور کتب کے مطالعہ میں مصروف رہیں۔) اور حضرت صاحب للّٰہیؒ تمام عمر اعتکاف کی نیت کر کے عبادت اور نیک کاموں کی خاطر مسجد میں تمام وقت دو زانو بیٹھے رہتے تھے۔ اور اکثر اپنے سچے طالبوں کو بھی مذکورہ امور کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ حضرتؒ اپنے خلیفہ اکبر مولوی نور محمد (سکنہ نلی) کو ایک خط میں اس طرح لکھتے ہیں: "برخوردار! ختمِ خواجگان اگر بلا ناغہ میسر ہو تو ہر روز پڑھیں اور ساتوں خواجگان کی ارواح کو ثواب پہنچائیں۔ اور ہرگز ناغہ نہ کریں۔ اگر ناغہ ہو جائے تو اچھا نہیں ہے کہ حدیث میں آیا ہے اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا۔ چنانچہ کتاب طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے کہ اسی وجہ سے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے، نیک عمل اپنی طاقت کے مطابق کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ (اجر و صلہ میں) عاجز نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم عاجز ہو جاتے ہو۔ اور ٹھیک یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین عمل وہی ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اور کاموں میں سے کسی کام میں بھی جلد بازی پسندیدہ نہیں ہے خصوصاً عشق بازی میں جو کارِ جاں گدازی ہے نہ کہ طفل بازی۔ اپنے اوقات کو ذکر اور مراقبہ اور تدریس سے معمور رکھیں۔ کوئی وقت بھی نیک کاموں سے خالی نہ ہو اور اپنی نشست کی جگہ مسجد میں مقرر رکھیں اور لغو و لایعنی کاموں سے پرہیز لازم سمجھیں۔ ہرگز شغلِ مع اللہ سے فرصت نہیں ہونی چاہیئے۔ اور غیر اللہ کے ساتھ اشتغال زہرِ قاتل شمار کریں۔ طلبِ حق کے لئے کسی مشتاقِ کامل کے سوا کسی کو ترغیب

دے کر فقیر کے پاس نہ بھیجا جائے۔ اگر کوئی طالبِ صادق نظر آئے تو مبارک ہے۔"

غرضیکہ حضرت بعض سچے درویشوں کو تبتّل اور انقطاع کا حکم دیتے تھے اور بعض کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور ایک گروہ کو توجۂ غائبانہ سے مشرف کرتے تھے۔ مثلاً مولوی ابراہیم صاحب (ساکن چنن) وغیرہم کو۔ شفقت اور مرحمت جو حضرت کی طلاب کے احوال پر تھی، مادرِ مہربان کی شفقت سے کم نہیں کہی جا سکتی۔ ہر شخص یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مہربانی جو مجھ پر ہے کسی اور پر نہیں۔ ہر طالب کے لئے ظاہری و باطنی دلداری علیحدہ علیحدہ ہوتی تھی۔ وقت اور استعداد کے تقاضوں کے مطابق معاملہ کرتے تھے۔ طالبِ حق کو اکثر متاعِ فانی اور دنیاوی معاملہ میں ملوّث نہیں کرتے تھے۔ کمزور کے لئے رعایت ظاہری کا حکم دیتے تھے یہاں تک کہ اس کی طلب کی حرارت قوی ہو جاتی۔ پچاس سے زیادہ لوگ وظیفہ حضرت سے لیتے تھے اور ان میں سے بعض اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے۔ جیسے حضرت مولوی بزرگ اللہ جو ایا صاحب، حافظ رکن الدین چکوڑے والا، اور مولوی اللہ دین نیکی والہ، مولوی محمد ابراہیم صاحب شہیداں والی وغیرہم۔

مرشد سے مرید کی توجہ لینے کی سند ملفوظات کی کتاب درالمعارف میں احادیث قویہ کے حوالہ سے موجود ہے۔ اور حلقہ کرنے کی سند مجموعہ فوائد عثمانی (صفحہ ۲) پر احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے مرقوم ہے اور حلقہ میں سوراخ بند کرنے کی سند بھی فوائد عثمانی میں اسی صفحہ پر لکھی ہے اور توجہ کے وقت سر ڈھانکنے اور آنکھیں بند کرنا اور دائرہ بنانا جیسا کہ چاہیئے اس کا ذکر بھی مجموعہ فوائد عثمانی میں روایتِ معتبرہ کے ساتھ ملا علی قاری کی عین العلم کی شرح سے نقل شدہ موجود ہے۔ ملفوظاتِ چہل روزہ میں ذکرِ کثیر کی سند کا ذکر آیا ہے۔ ذکر اور توجہ کے وقت سر اور آنکھوں کو چادر سے ڈھانکنے کو مجموعہ عثمانی میں آدابِ فقراء نقشبندیہ مجددیہ کی ضروریات میں سے لکھا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت صاحب للّٰہی تین وقت عام حلقہ میں بیٹھتے تھے۔ نماز صبح کے بعد، نماز عصر کے بعد اور نماز مغرب کے بعد۔ لیکن اس طریق پر کہ نماز عصر کے بعد درویش

اور طالب حضرت کے سامنے جمع ہو کر پیرانِ کبار کا ختم پڑھتے تھے۔ ختم خواجگان نقشبندیہ کے سات مشائخ یہ ہیں :۱۔ حضرت خواجۂ جہاں خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ۔ ۲۔ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ ۳۔ خواجہ عارف ریوگریؒ ۴۔ خواجہ عزیزاں علی رامیتنیؒ۔ ۵۔ خواجہ بابا سماسیؒ۔ ۶۔ خواجہ امیر کلال۔ ۷۔ خواجۂ خواجگان، پیرِ پیران، امامِ طریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہم۔

ختم اس ترکیب سے پڑھتے تھے کہ اول سورۂ فاتحہ سات بار، اُس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ان الفاظ کے ساتھ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ۔ پھر سورہ الم نشرح نواسی بار، پھر سورۂ اخلاص ایک ہزار بار، اس کے بعد سورۂ فاتحہ سات بار اور آخر میں بھی مذکورہ درود شریف ایک سو بار۔ ختم تمام ہونے کے بعد طالبین حضرت کو اس کا ثواب بخش دیتے تھے۔ چنانچہ مقاماتِ معصومیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبد الاحد قدس سرہٗ کی زندگی میں حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید ختم کر کے ثواب اُن کو بخشا۔ انہوں نے فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ ختم کا ثواب جو تمہاری طرف سے پہنچا، چاندی تھا۔ ہمارے پاس آنے کے بعد سونا بن کر تمہیں واپس مل گیا۔

ختم شریف کے قبول کرنے کے بعد حضرت ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے اور اس ختم کا ثواب پیرانِ مذکورہ کی ارواح کو پہنچا کر ارواحِ متبرکہؒ سے استمداد چاہتے اور ..... مجیب الدعوات (حق سبحانہ' تعالیٰ) سے ظاہری و باطنی حاجات کے پورا ہونے کی دعا کرتے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ختم کی دعا کے بعد اس طرح کہنا چاہیئے: "اے خداوندا! ان ہفت خواجگانؒ کے طفیل میری، میرے دوستوں اور میرے طرف داروں کی مشکلات دینی و دنیاوی دور کر۔" اور اس کے بعد حضرتؒ دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور ہر ایک پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ شام کی نماز کے بعد ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ سو سو بار درود شریف مذکورہ اول و آخر، درمیان میں کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہزار بار، آخری سو پر اَلْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بھی زیادہ کرتے تھے۔

اور فرماتے تھے کہ ختم امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ میں یہ کلمہ ۵۰۰ بار ہے لیکن ہم دوسری نیت سے کرتے ہیں۔ دوسرے پانچسو میں ہم اسے جنابِ قدس میں مقربین کی پاک ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھتے ہیں۔

سابقہ طریقہ کی طرح دعا کے بعد ثواب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی روح پُر فتوح کو بخش کر اپنے دوستوں اور درویشوں کی طرف توجہ شروع کرتے تھے۔

صبح کی نماز کے بعد خود اکیلے بہ نفس نفیس حضرت پہلے پچیس بار استغفار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھتے، دو بار الحمد شریف اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر ثواب پیرانِ کبار کی ارواح کو پہنچاتے اس انداز سے کہ اے اللہ، اس کلام کا ثواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے اور رسول مقبول کے طفیل حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہم بمع جمیع پیرانِ تا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تمام خلفاء تا حضرت صاحب قصوری پہنچا دے۔ ختم کی دعا کے بعد حضرت اپنی توجہ کیمیا اثر سے طالبوں کو مشرف کرتے تھے۔ ہر شخص جہاں کہیں بھی ہوتا، متوجہ ہو کر حضرت کے قلب مبارک سے فیض اخذ کرتا تھا۔ یَجْلِسُوْنَ حَوْلَہٗ خَاشِعِیْنَ کَاَنَّمَا عَلٰی رُءُوْسِہِمُ الطَّیْرُ مُقْنِعِی الرُّؤُسِ غَاضِی الْبَصَرِ وَاَفْئِدَتُہُمْ ہَوَاءٌ" (آپ کے گرد یوں انکساری کے ساتھ بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہوں، سر جھکائے ہوئے، آنکھیں نیچی کیے ہوئے اور جیسے ان کے دل اڑ گئے ہوں)

حضرت سب سے پہلے تسبیح ہاتھ میں لے کر طالب کی طرف متوجہ ہوتے اور آخر میں تسبیح رکھ دیتے اور فرماتے تھے کہ قبلہ حضرت قصوری درویشوں کی توجہ دیتے وقت دست مبارک میں تسبیح رکھتے تھے اور ہمیں حالاً اس کی عادت نہیں ہے اور عین توجہ دینے میں کچھ سر مبارک کو حرکت دے کر انفاسِ فیض اساس کی تعداد اور اخراج سے طالبوں کو مشرف اور بہرہ مند کرتے تھے۔ اور ہر ایک کے لئے دو سو یا تین سو دانہ تسبیح پھیرتے تھے یا اس سے زیادہ متوجہ ہو کر روبرو بیٹھ جاتے تھے۔ سبحان اللہ، حضرت کی قوت تصرف کا کیا بیان

کیا جائے۔ جب بھی لطائف خمسہ میں ذکر جاری فرماتے تھے، بعض طالبوں کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ لطیفہ سینہ کے اندر نیم بسمل ہو کر تڑپ رہا ہے۔ اور ہمارے حضرتؒ کا طریقہ وہی تھا جو ملفوظات دُرّ المعارف (نسخہ مطبوعہ ص ۱۶) کے بیان کے مطابق حضرت خواجہ محمد زبیر صاحب مجددیؒ کا تھا کہ اپنا سر مبارک طالب کے قلب کے ساتھ یا طالب کے قلب کے اوپر رکھ کر توجہ دیتے تھے۔ اپنے طریقہ میں بعض نئے داخل ہونے والوں کو بعض اپنے نئے خلفائے مجاز یا کسی گرم توجہ دینے والے خلیفہ کے حوالے کرتے تھے۔ اور اکثر میاں جمال الدین صاحب اور مولوی محمد یار صاحب لکھیوالی وغیرہم کو مذکورہ کام کے لئے مستعد رکھتے تھے۔ اور حضرت خود صاحبِ شوق، طالبِ صادق کے لطائف کو جذب کرنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ طالب دیکھتا تھا کہ گویا ہر لطیفہ اس کے سینہ سے باہر آ کر اوپر کی طرف کہ جو اس کا اصل ہے، چلا گیا ہے۔ پس سَیر میں عالمِ امر و خلق کے لطائف میں بہت سی کیفیات ظاہر ہوتی تھیں۔ قلب میں کہ اول مراقبہ اَحدیّت کرتے تھے، جمعیتِ خاطر اور لطائف میں اطمینان میّسر ہوتا تھا۔ پھر مراقبہ مَعیّت کرتے تھے۔ ذوق و شوق، بے خودی، استغراق، قطعِ تعلقات و آرزو کی کیفیات حاصل ہوتی تھیں۔ اور قلب میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی تھی کہ آسمان و زمین اس میں گم ہو جائیں۔ اور لطیفہ نفس کی سیر میں تمام وجود کا استہلاک و اضمحلال، فنائے انا، شرحِ صدر اور رضا بالقضا، حاصل ہوتی تھی اور تینوں عناصر میں تہذیب اور لطیفہ قالبیہ کی صفائی اور مَلاء اعلیٰ سے مناسبت ظاہر ہوتی تھی۔ دورانِ سلوک میں کمالاتِ ثلثہ میں بیرنگی اور باطنی نسبت کی بلندی سامنے آتی ہے اور حقائق انبیاء کی سیر میں محبتِ ذاتی کا ذوق، حضرت انبیاء کرام کا کمالِ اتباع اور ان کی ولایات میں فنا اور شان کا مشاہدہ ثابت ہوتا ہے اور حقائق الٰہیہ کی سیر کے موقعہ پر عبودیت میں رسوخ اور وسعتِ انوار متحقّق ہوتی ہے۔

چنانچہ بعض سچے عقیدہ رکھنے والے طالبوں پر پہلی توجہ کے دوران میں ہی صرف تعلیم سے ہی اس کے انوار و آثار کا مقام ظاہر ہو جاتا تھا۔ بعد ازاں مرید کی مشق اور اس کے حُسنِ اعتقاد کے مطابق اس میں رسوخ اور مناسبت متحقّق ہوتی تھی۔ اور درمیانہ

درجہ کی استعداد رکھنے والے طالب کو حضرت سات سال میں توجہ کے ذریعہ طریقہ مجددیہ کے تمام مقامات عبور کرا دیتے تھے۔ بعض کو بے خود کر دیتے تھے۔ اور انہی کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی نور محمد تلی والہ کو ایک مکتوب میں اس طرح لکھا ہے "حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اگر طالب کو نسبت بے خودی حاصل ہو جائے تو وہ اُسکی قدر اور احترام کرے۔ اگر کوئی جلدی کرتا ہے تو بوالہوس ہے" کنز الہدایۃ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اگر کسی کو شک لاحق ہو تو اس کتاب کے اوائل صفحات دیکھے جائیں۔

الغرض طالبوں میں سے بعض کو حضرت بیس^{۲۰} سال کے بعد مقامات مجددیہ طے کراتے تھے اور بعض کو دس^{۱۰} کے بعد کہ تلک عشرۃ کاملہ ہو جائے اور بعض بلند استعداد والے طالب کے مقامات پانچ سال کے بعد طے ہو جاتے تھے۔ یہ سب استعداد میں فرق کی بنا پر تھا۔ لیکن طالب اگر محبت اور اعتقاد کے ساتھ خدمت شریف میں زیادہ رہتا ہے اور سفر و حضر میں موافقت اختیار کرتا تو اس پر از حد مہربان اور راضی ہوتے اور فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں طالبوں میں ہمت کی کمی زیادہ ہو گئی ہے۔ بعض طالبوں کو اجازت دیتا ہوں اور جلدی مجاز بناتا ہوں۔ پس ایسے طالب کو چاہیئے کہ اجازت و خلافت پر مغرور نہ ہو جائے کہ مقصود کچھ اور ہوتا ہے۔ اور نیز طالب کو چاہیئے کہ جب اپنی جگہ پر جائے تو اپنے طریقہ کی شرائط کے ساتھ ہمیشہ مشق جاری رکھے اور استقامت کے ساتھ نسبت کی حفاظت میں لگا رہے۔ حضرت کا اکثر طریقہ یہ تھا کہ جب مردوں میں سے طالبوں کو محبتِ عامہ کا مراقبہ عطا کرتے تھے تو اس کے بعد جلد ہی بڑی مہربانی کے ساتھ اپنی استعمال شدہ کلاہ دیتے ہوئے حلقہ میں اجازت دے دیتے تھے۔ اسے اجازتِ صُغریٰ کا نام دیتے تھے۔ اس کے بعد حزب البحر کی اداءِ زکوٰۃ کے ساتھ مسجد میں چالیس دن تک اعتکاف بیٹھنے کا حکم دیتے تھے۔ اس اعتکاف میں ہر رات اور دن میں چوبیس^{۲۴۰۰۰} ہزار بار اسم ذات اور بارہ^{۱۲۰۰۰} ہزار بار نفی اثبات کے لئے کہتے تھے۔ مجدد الف ثانی فرمایا کرتے تھے کہ طریقہ نقشبندیہ میں اسم ذات اور نفی اثبات دونوں کا ذکر آیا ہے۔ جو کچھ مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہ ہے

کہ اسم ذات کو جذبہ سے اور نفی اثبات کو سلوک سے مناسبت زیادہ ہے۔ اور اس طریقہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ جذبہ سیر النفسی سے اور سلوک سیر آفاقی سے عبارت ہے۔ مبتدی پہلے اسم ذات کی تکرار کرے اور جب سلوک میں قدم رکھے تو نفی اثبات اس کے حال کے لائق ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مکتوبات معصومی)

بعض کمزور ہمت کے لوگوں کو ان کے مفہوم کی شرائط کے ساتھ ہر روز مذکورہ اوراد کے نصف کا حکم دیتے تھے۔ مراقبہ کمالاتِ نبوت میں اپنی پہنی ہوئی قمیص شریف حلقہ کے درمیان عطا کر دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس پیراہن کو ایک دن اور ایک رات استعمال کرتے ہوئے فیض پائے اور اسے معلوم کرے۔ اس کو اجازتِ کبریٰ سے موسوم کرتے تھے۔

مراقبات کے پورا ہونے کے بعد مراقبہ معبودیہ مطلقہ یعنی معبودیہ صرفہ کے موقع پر اپنی مستعملہ دستار مبارک حلقہ کے درمیان اس طالب کے سر پر باندھ دیتے تھے اور اس طالب کے حق میں ایک طویل دعا فرماتے۔ مراقبات و حالات کا اکثر بیان میں نے حضرت کے ملفوظات شریف میں لکھا ہے۔

حضرت کی خدمت میں طریقہ میں داخل ہونے اور فیض حاصل کرنے کیلئے نیک عورتیں بھی آتی تھیں۔ اور پردہ کے پیچھے حلقہ بنا کر فیض یاب اور بہرہ مند ہوتی تھیں۔ جیسا کہ مشائخ کرام نے ہدایت کی ہے۔ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب میں سے رسالہ کنز الہدایہ میں لکھا ہے۔ مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ عورتیں شغل کی طالب ہوتی ہیں۔ اگر محرم ہوں تو کچھ مانع نہیں ہے، اگر نہ ہوں تو پردہ میں بیٹھیں اور طریقہ سیکھیں۔

ہمارے حضرت کے پاس بھی بہت سی عورتیں طلب خدا کی خاطر آتی تھیں۔ دستور یہ تھا کہ اولاً چارپائی ایک طرف کھڑی کر دیتے اور اس پر ایک لمبا کپڑا ڈال دیتے تا کہ خوب پردہ ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت آتے، ایک پردہ کے پیچھے بیٹھ کر بغیر کسی عورت پر نظر کیے توجہ سے فیض القاء کرتے اور ایک گھڑی بعد اٹھ جاتے

تھے۔ تمام عمر یہی معمول رہا۔ نیز اکثر طریقہ حضرت کا ایسا رہا کہ باعصمت نیک عورتوں میں سے کوئی جب حضرت کے فیض سے لطائف امریہ و خلقیہ کے جاری ہونیکی کمال لیاقت حاصل کر لیتی اور طریقہ مجددیہ کی محبت شدت اختیار کر لیتی تو بعض کو لطائف میں یا مراقبہ حضور میں اور بعض کو اس سے پہلے اور بعض کو اس کے بعد مراقبہ باطن میں حظِ وافر پہنچاتے کہ عورتوں کی اکملیت اسی مقام تک ہے۔ ان خواتین کو حضرت عام عورتوں اور طریقہ میں نئی داخل ہونے والیوں کا حلقہ بنانے کا امر فرماتے تھے اور چارپائی کے پردہ کے بغیر عورتوں کی صحبت میں حلقہ بنا کر توجہ دینے کے لئے کہتے تھے۔ ان صاحب مجاز عورتوں سے دوسری عورتیں بہت مستفید و مستفیض ہوتی تھیں اور ہم جنسی کے سبب اس طریقہ کی محبت سے بہرہ مند ہوتی تھیں۔ فَہِمْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ (سمجھ لو اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو)۔ ان صاحبِ مجاز صالحات میں سے اس رسالہ کے آخر میں حضرت کے اجلہ خلفاء کے بیان میں بعض کے صرف نام جو مشہور ہیں، انشاءاللہ تحریر کریں گے۔

ہمیشہ حضرت کی عادت اس طرح سے رہی کہ جب عورتوں کا گروہ حلقہ کیلئے اخذ طریقہ کے لئے آتا تھا تو اولاً چارپائی سے پردہ کرنے اور اس پر ایک بڑی چادر ڈالنے کا حکم دیتے تھے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ لیکن طریقہ سیکھنے کے لئے نئی عورتیں آتیں تو حلقہ سے پہلے ایک اور دوسرا چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا چارپائی کے اوپر بچھا دیتے اس کے بعد تفسیر روح البیان کی اس روایت کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامَ يَابِعُهُنَّ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَاَيْدِيْهِنَّ ثَوْبٌ تَطْرِيٌّ يَاْخُذُ بِطَرَفٍ مِنْهُ وَيَاْخُذْنَ بِطَرَفِ الْاٰخَرِ (نبی علیہ السلام ان سے بیعت لیتے، آپ کے اور ان کے سامنے ایک کپڑا پھیلا ہوا ہوتا اس کا ایک کنارہ آپ پکڑ لیتے اور دوسرا کنارہ وہ پکڑ لیتیں)۔ بعد ازاں کلمہ طیبہ اور استغفار ان عورتوں کو اس طرح تلقین کرتے تھے کہ مذکورہ عورتوں کے پڑھنے کی آواز کم آتی تھی تعلیم کرنے اور مذکورہ طریقہ پر بیعت کرنے کے

بعد پانی کا پیالہ لیتے، اس پانی میں دست مبارک چند بار تر کر کے وہ اس حلقہ کی عورتوں کو دے دیتے تھے کہ حضرت کے حکم کے مطابق وہ سب پی لیتیں۔ اس کے بعد تمام حاضر عورتوں کو دل میں اللہ اللہ کرتے ہوئے مراقبہ کا حکم دیتے تھے۔

نیز حضرت کی عادت یہ تھی کہ توجہ کے حلقہ میں بیٹھنے کے لئے ایسے لوگوں کی موجودگی پسند نہ کرتے تھے جو طریقہ مجددیہ میں داخل نہ ہوں۔ چنانچہ مجموعہ عثمانی میں لکھا ہے اور اس کا مطلب بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ حضرت فانی فی اللہ خواجہ محمد باقیؒ باللہ جب دہلی میں تشریف لائے تو اس علاقہ کے تمام پیروں نے پیری چھوڑ کر آپ کی مریدی اختیار کر لی اور دہلی کے رہنے والے شرفا اب تک انہیں غریب نواز کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ایک روز جناب ممدوحؒ نے حلقہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ کوئی بیگانہ شخص ہمارے اس حلقہ میں موجود ہے کہ فیض کا القاء نہیں ہو رہا۔ مرید اور درویش جو شریکِ حلقہ تھے، ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمارے درمیان کوئی شخص بیگانہ نہیں ہے۔ حیران ہوئے مگر آخر ایک شخص نے بیان کیا کہ قبلہ آج میں نے اپنے بھائی کی چادر سر پر لے لی کہ میں اور وہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں لیکن میرا بھائی اس طریقہ میں داخل نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا کہ فوراً اس چادر کو حلقہ سے باہر پھینک دو۔ ان کے فرمان کے مطابق وہ چادر پھینک دی گئی۔ پھر جب فیض کے لئے متوجہ ہوئے تو فی الفور فیض کا القاء جاری ہو گیا۔ پس حضرت قبلہ فرماتے تھے، اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس زمانہ کے درویشوں کے حالات تو بالکل برعکس ہیں۔ محنت اور ذکر کما حقہ نہیں کرتے اور جب حلقہ میں آتے ہیں تو بیگانوں کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ اعمال و افعال میں اس کمی کے باوجود ہر شخص حضرت مرشدنا و مولٰینا سے حسبِ استعداد اپنا حصہ لے لیتا تھا۔ یہ سب ہمارے پیروں کا فیض اور تصرف ہے۔

مجموعہ عثمانی میں ایک مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے۔

سوال: بندہ ریا کے ڈر سے چادر اوپر نہیں لیتا اگر اس کی ضرورت ہے تو ارشاد فرمائیں۔

جواب ، کوئی ریا نہیں فقرا حضوری اور جمعیت خاطر اور چشم پوشی کے لئے چادر اوپر لیتے ہیں ، یہ فقیروں کے آداب میں سے ہے۔"

مگر ہاں، ہمہ اس طریقہ سے محبت کرنے والے لوگ مثلاً چک مصطفےٰ المعروف چک رام داس کے حضرت مولوی قل احمد صاحب محبت کے ساتھ حلقہ میں آکر بیٹھ جاتے تھے تو انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ الٰہیؒ کو اپنے مرشد حضرت قصوریؒ کے مکاتیب جمع کرنے کا شوق ہمیشہ رہا اور ان کے معارف بیان فرماتے رہا کرتے تھے اسی طرح قرآن مجید، قصیدہ محمدیہ، قصیدہ شفاعیہ، مولود شریف اور شب معراج کے بارے میں اشعار حضرت قصوریؒ کے عرس پر اور کبھی جمعہ کے روز سُنا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ ابوسعید صاحبؒ نے رسالہ ہدایت الطالبین میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی سماعت سے اگر کسی خوش خواں شخص سے سُنا جائے، ولایات کی نسبت ظہور کرتی ہے۔ اگر کسی درست پڑھنے والے سے سُنا جائے تو حقائق فوقانی کی نسبت ظہور کرے گی کہ جسے خوش قلب سے مناسبت ہے بے شک وہ ظہور کرے گی اور جب صحتِ الفاظ اور مخرجِ ادائے حروف کے ساتھ قرأت کی جائے تو گو خوش آواز نہ ہو مگر وہ حقائق ضرور جلوہ فرمائیں گے۔ مولود شریف کے پڑھنے کے اثبات میں سند مذکورہ رسالہ (صفحہ ۴) اور مکتوبات شریف حضرت شاہ احمد سعید (صفحہ ۲۹) میں مرقوم ہے۔ اسی طرح مکتوبات شاہ غلام علیؒ میں (صفحہ ۱۴) اور ملفوظات احمدیہ سعیدیہ (صفحہ ۱۲۵) میں بھی موجود ہے۔

حلقہ میں بعض طالبین کی حالت عجیب ہو جاتی تھی۔ کسی پر گریہ طاری ہوتا تھا۔ کوئی عروج میں، کچھ نزول میں، بعض فنا میں، کچھ بقا میں اور ایک گروہ سکر و مستی سے سرشار اور کچھ حیرت کے بھنور میں گرفتار، حضرت ایک محبوبِ رعنا کی مانند کرشمہ و ناز میں ادھ کھلی مست آنکھوں کے ساتھ تھوڑا سا ہلتے رہتے تھے۔ جس طرح کسی کی قرآن مجید پڑھنے کے دوران میں حرکت ہوتی ہے۔ حلقہ مراقبہ ختم ہونے کے بعد بلند آواز سے الحمد للہ کہہ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی اولیائے کرام اور مشائخ عظام قدس اللہ

اسرارِ حکم کے ذکر سے حاضرین کی کیفیات باطنی کو سرشار کرتے تھے اور شرعی مسائل اور معارف سے مریدوں کی تشفی فرماتے تھے۔ اور مکمل توضیح و تشریح سے مشکل عقدے حل کرتے تھے اور درس اور دینی علوم کے افادے اور حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف اور دیگر کتب معقول سے طالبینِ حق کو حقائقِ باطنیہ سے آشنا کرنے میں مصروف ہوجاتے تھے۔ نیز مجلس شریف انوارِ ربانیہ الٰہیہ اور برکات نبویہ مصطفویہ سے گھری ہوتی تھی۔ حق جلّ وعلا کا حضور و مشاہدہ ایسے حاصل ہوتا تھا جیسے ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ حضرت کی صحبت اور اعلیٰ مجلس کے اثر سے دنیا اور دنیا والوں سے دل سرد ہوجاتا تھا۔ اور محبت الٰہی سبحانہٗ سے گرم فرماتے تھے کہ ان حالاتِ عالیہ اور بلندیوں کا حصول اپنے مُرشد و مقتدا شیخ کے ساتھ شدید محبت اور عقیدۂ راسخ پر منحصر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے فضلوں میں سے ایک ہے۔ یہاں تک کہ طالب فنافی الشیخ تک جو فنائے مطلق کی ابتداء ہے، پہنچ جائے۔ جو شخص اس کرشمہ کا خود میں مشاہدہ کرے، اسے غنیمت جانے، اس کے اتمام کے لئے دل و جان سے کوشش کرے اور ادب اچھی طرح سے ملحوظ رکھے۔ لہٰذا حضرت حافظ برخوردار کی انواع مبارک سے ایک بیت مرشد کامل کی شناخت و معرفت کے بارے میں بہت پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے۔

شیخ فنا رسولؐ وچ جے ہتھ آوے کو   دامن اُسدا پکڑ توں نعمت حاصل ہو

(اگر کوئی فنافی الرسول شیخ مل جائے تو اس کا دامن پکڑ لو، اسی سے نعمت حاصل ہوگی)

اسی لیے فرماتے تھے کہ مرشد کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے مشائخ کبار قدس اللہ سرہم کی وصیت کی اہمیت سب سے زیادہ ہے کیونکہ تمام ارکانِ طریقہ کی اصل اور بنیاد یہی ہے اور بس۔ اور فرماتے تھے کہ مولوی محمد اللہ جوایا صاحب سلمہٗ ربہٗ نے اپنے رسالہ نوری میں مجددیہ سلوک کی معتبر کتابوں سے طریقت کے آداب جمع کیے ہیں۔ مُرید کے لئے اس کے مطابق عمل ضروری ہے۔ حضرت صاحبؒ اکثر اس رسالہ کا چھپا ہوا نسخہ طالبِ صادق کو عنائت کیا کرتے[لہ] تھے اور فرماتے

[لہ] چھپا ہوا نسخہ خانقاہ للہ شریف میں مل سکتا ہے مشتاقین وہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (مترجم)

تھے کہ بعض پیرانِ کبار اگر طالب سے گراوٹ یا بے ادبی دیکھتے تھے تو تنبیہ و سرزنش فرماتے تھے۔ جب تک بھی توبہ نہ کرتا، گناہ سے دور نہ ہو جاتا اور عاجزی نہ کرتا، اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ فقیر غلبۂ حیاء کی وجہ سے ظاہر میں تو کچھ نہیں کہتا لیکن باطن کو اس سے دور کر لیتا ہے تاکہ اپنے باطنی احوال میں تبدیلی کی وجہ سے متنبہ ہو کر راہِ راست پر آجائے۔ اگر وہ مُصر ہوتا ہے تو ظاہر میں بھی اعتراض کر دیتا ہوں اور جب تک وہ توبہ نہیں کرتا اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر اس میں فساد اور آوارگی محسوس کرتا ہوں تو اس کی نسبت کو سلب کر کے اُسے رَد کر دیتا ہوں۔ مَعاذَ اللہ عنہٗ جیسے خدا بخش درزی وغیرہ کے ساتھ ہوا۔ فرماتے تھے باطنی تربیت میں جلال و جمال دونوں چاہئیں۔ محض جمال، محض جلال کی طرح نقصان پہنچاتا ہے ہر شیخ میں یہ دو صفات اعتدال کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ مرید اس سے جلد بہت بڑا فائدہ پا لیتے ہیں اور فرماتے تھے کہ نہ پہنچا ہوا مرید طفلِ شیر خوار کی طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفع و نقصان کی خبر نہیں رکھتا اگر مدتِ رضاعت سے پہلے دودھ پلانے والی سے جدا کر دیں تو اس کی نشو و نما میں نقصان ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اگر مرید استعداد پیدا ہونے سے پہلے جدا ہو جائے تو ناقص اور اَبتر رہ جاتا ہے۔ گویا نسبتِ مجددیہ اس میں مستحکم نہیں ہوتی یعنی مقاماتِ مجددیہ نا تمام رہ جاتے ہیں۔ محمد حسن صاحب نے رسالہ آداب میں ادب چہارم کے تحت لکھا ہے کہ مرید کو چاہیئے، مرشد کے اِذن کے بغیر جدا نہ ہو کیونکہ طریقۂ نقشبندیہ میں اس کی بنیاد صُحبت پر ہے کہ طفلِ شیر خوار شیر خوارگی کی مدت سے پہلے اگر ماں سے جدا ہو جائے تو بیمار یا ہلاک ہو جاتا ہے۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ جو شخص نسبتِ باطنی کے حصول کے باوجود اپنے تئیں ظاہری تہذیبِ اخلاق تک نہیں پہنچاتا، وہ قابلِ اجازت نہیں ہوتا۔ بد اخلاق کو اجازت دینا منع ہے اور اگر میں اس مرتبہ تک پہنچنے سے پہلے مجاز کرتا ہوں جیسے میاں اللہ دتہ کشمیری کو کلاہ دی تھی تو وہ ضرورت اور مصلحت کے تحت ہوتا ہے اور شرائط کی پابندی کے ساتھ وَ اِذَا فَاتَ الشَّرطُ فَاتَ المَشْرُوطُ (شرط ختم ہوئی تو شروط کا مقصد بھی ختم ہو گیا۔) اور حضرت صاحب کے طریق کی بنیاد اس طرح تھی کہ جس کسی کو قبول

فرماتے تھے تو طریقہ شریفہ کے لئے استخارہ یا شہادتِ قلبی کے بعد پہلے اس روش سے توبہ کراتے تھے جیسا کہ حضرت صاحب قصوری کے بیان میں پہلے لکھا گیا ہے۔ لیکن برکت کے لئے دوبارہ نقل کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ مرشد کو چاہیئے پہلے مشائخ و پیرانِ کبار سے دل میں مدد لے۔ پھر آپ حلقہ کے درمیان بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہہ کر دونوں ہاتھ مصافحہ کے طور پر ہاتھوں میں لے لیتے۔ پہلے ایک بار استغفار ان لفظوں میں فرماتے تھے اور مرید بھی برابر کہتا تھا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اور اس کے بعد ایک بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد کلمہ شہادت ایک بار اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور طالب سے فرماتے تھے کہ کہے: "میں نے طریقہ قادریہ یا سلوک نقشبندیہ قبول کیا۔" (ملفوظات شاہ غلام علی یعنی در المعارف صفحہ ۸۹، صفحہ ۲۳۵)۔

اس کے بعد ہدایت کرتے تھے کہ طالب اپنے طریقہ کے اَوراد یعنی اسم ذات وغیرہ اور دوسرے اَوراد جو پانچوں نمازوں کے بعد ضروری ہیں، اپنے پر لازم جانے۔ اکثر خود اس طالب کو تعلیم دیتے تھے اور یا اس طالب کو طریقہ میں داخل کرنے کے بعد اپنے خلفاء میں سے کسی کی تحویل میں دے دیتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ طریقہ میں نئے داخل ہونے والے طالب کو زوروں کی توجہ دیں جو مؤثر ہو اور جس سے براہِ راست استقامت کے ساتھ اس کو بامرِ الٰہی طریقہ قادریہ مجددیہ نصیب ہو۔ پانچوں نمازوں کے بعد اسطرح فرماتے تھے کہ نماز فجر کے بعد پچیس بار استغفار مذکورہ اور سورۃ فاتحہ ۲ بار اور سورۃ اخلاص تین ۳ بار پڑھ کر پیرانِ کبار کی ارواح کو پہنچائیے اور کہے کہ خداوندا، اس کلام کا ثواب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرفتوح کو پہنچا دے اور بطفیل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہم کی روح کو مع جمیع پیرانِ کرام تا حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اور تمام خلفاء کو تا بحضرت قصوری رحمۃ اللہ علیہم پہنچا دے۔ اس کے بعد قلب

کی طرف متوجہ ہو کر دل کی زبان سے اس طرح اسم ذات کا ذکر کرے کہ زبان تالو سے لگا کر دل میں اللہ اللہ کرے۔ الف میں احدیت و عظمت اور لام میں الوہیت اور ھ میں ہیبت الٰہی کو ملحوظ رکھا جائے (مفتاح الصلوٰۃ ص ۶۵)۔ اسم ذات اللہ کا ذکر کرتے ہوئے جب پچیس ۲۵ بار پر پہنچے تو کہے اے اللہ تو اور تیری رضا ہی میرا مقصود ہے۔ مجھے اپنی محبت و معرفت عطا کر۔ (اسم ذات تین سو ۳۰۰ بار تک پورا کرے) نماز ظہر و عصر کے بعد چودہ ۱۴ بار مذکورہ استغفار پڑھے اور نماز مغرب کے بعد پہلے گیارہ بار درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۔ یہ درود شریف جناب سید حسن رسول نما کے معمولات میں سے ہے جیسا کہ رسالہ ارشاد رحمانی میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور کتاب فوائد ہدایہ میں بھی روایت کی گئی ہے کہ اس درود شریف کی حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حافظ محمد اسعد مکی سے بھی اجازت ہے نیز اس کی اسناد مذکورہ رسالہ میں شرح کے ساتھ لکھی ہیں۔ درود کے بعد ایک سو ۱۰۰ بار اسم اعظم "یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرْ جِیْلَانِیْ شَیْأً لِلّٰہِ" پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ ۱۱ بار درود شریف مذکورہ پڑھے اور نماز عشاء کے بعد تین سو ۳۰۰ بار مذکورہ درود شریف پڑھے۔ فرماتے تھے کہ ہر وقت اسم ذات کا لحاظ دل میں رکھے اور طالب کو پریشان خیالات سے دل کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ حضرت کے دن اور رات کے اوراد ضروری یہی ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ورد اسم اعظم "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ" تمام طریقہ قادریہ میں مقرر ہے لیکن حضرت صاحب قصوری اور حضرت قبلہ ہی نے الہام ربانی سے اپنے عمدہ طریقہ میں اس اسم شریف کا پڑھنا مقرر کیا ہے کہ ہدایت و سلوک کا کام پیرانِ کرام کی امداد کے بغیر انجام تک نہیں پہنچتا اور نیز اس اسم میں اشارہ ہے کہ جو کوئی اولیاء اللہ کی جو قیوم اعظم ہو گزرے ہیں، استعانت اور استمداد کا منکر ہو، وہ نجدیوں اور وہابیوں کے ہاتھوں گمراہ ہو گیا ہے یا ہو جائے گا۔ ایسا شخص طریقہ قادریہ مجددیہ میں ہرگز قدم نہ رکھے۔ اگر رکھے گا تو جلد ہی مرتدی کا طوق گردن میں ڈال کر ہلاکت کے

بھنور میں جا گرے گا۔ اس اسم کے پڑھنے میں دوسری عجیب و غریب تاثیرات دیکھی گئی ہیں۔ فَہِمَ مَن فَہِمَ۔

الغرض طریقہ میں نئے داخل ہونے والے کو تین اوقات میں حلقہ شریفہ میں حاضر ہونے کے لئے حکم دیتے تھے۔ اور اس کے حق میں زوروں کی طاقتور توجہ کام میں لاتے تھے یہاں تک کہ وہ عنایتِ الٰہی سے متاثر ہو جاتا تھا۔ حضرت اگر کسی طالب میں دنیا کی طرف رجحان یا دولت مندوں کی صحبت و رغبت دیکھتے تھے تو اس سے آپ کا دل سرد ہو جاتا تھا اور اگر تربیت کے دوران میں نکاح کی جانب اس کی توجہ معلوم کرتے تو اس سے مایوس ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے زیادہ کوئی چیز مُبتدی کے لئے مضر نہیں ہے۔ جونہی اس میں مبتلا ہوا دنیادار ہو گیا۔ اور حق سبحانہٗ کی طلب اس کے دل سے نکل گئی۔ اور طالبوں میں سے جو کوئی حجرہ کا دروازہ بند کر کے ذکر میں معروف رہتا اور حلقہ میں حاضری دیتا تو اس کو حضرت بہت پسند فرماتے تھے۔ اور جھگڑالو، لالچی، مسخرے اور شریر سے بہت متنفر رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اغنیاء اور اربابِ تنعّم کی صحبت طالبِ خدا کے لئے سمِ قاتل ہے۔ اور یہ فیض کے راستے میں سدِ سکندری کھڑی کر دیتی ہے اور دل پر گھنی تاریکی کے پردے ڈال دیتی ہے۔

حضرت کی عادت تھی کہ جب طالب کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو سبق کا نام یعنی اسم مراقبہ درمیانی آواز کے ساتھ حلقہ میں کہہ دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۲۹۷ھ میں تمام سال جب آپ حضرت پیر غلام شاہ صاحب سلمہٗ ربہٗ کو توجہ دیتے رہے کہ ان کو مراقبہ حضور عطا ہوا تھا تو خواجہ حافظ کا یہ شعر زبانِ دُرفشاں سے پڑھا کرتے تھے۔

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
مَتیٰ مَا تَلقَ مَن تَہوَی دَعِ الدُّنیَا وَاَہمِلہَا

(اے حافظ: اگر تو حضوری چاہتا ہے تو اُس سے غائب نہ ہو۔ جب تیری محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ اور اُس کو ترک کر دے)

اور حضرت نے حضرت مولوی نور محمد صاحب نلی والہ کے عریضہ کی پشت پر ان کے مطلب کے

جواب میں کہ زیادہ دیر تک تربیت، سلوک، مقاماتِ مجددیہ کو عبور اور طے کرنے میں مفید ہے، یہ ابیات لکھے ہیں :

روزہا باید کہ یکمشت پشمِ میش صوفیٔ را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہا باید کہ تا گردوں کسے عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن
ماہہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ ز آب و گل شاہدے را حُلّہ گردد یا شہیدے را کفن
سالہا باید کہ تا یک کودکی از فیضِ طبع عالمی دانا شود یا شاعرے شیریں سُخن
عمرہا باید کہ یک بندۂ صاحب کمال بایزیدؒ در خراساں یا اویسؒ اندر قرن
قرنہا باید کہ یک سنگ دانہ ز آفتاب لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

(کئی دن چاہئیں کہ بھیڑ کی ایک مشت پشم صوفی کے لئے خرقہ بنے یا کسی گدھے کی رسی
کئی ہفتے چاہئیں کہ آسمان کسی عاشق کو وصل بخشے یا مسافر کو وطن ملے،
کئی ماہ چاہئیں کہ آب و گل سے کپاس کا دانہ کسی محبوب کا لباس بنے یا شہید کیلئے کفن،
کئی سال چاہئیں کہ ایک بچہ فیضِ طبع سے عالم دانا بنے یا شیریں سخن شاعر،
عُمر چاہیئے کہ ایک صاحبِ کمال آدمی خراسان میں بایزید بنے یا قرن میں اویس بنے،
صدیاں چاہئیں کہ پتھر کا ایک ٹکڑا سورج سے بدخشاں میں لعل بنے یا یمن میں عقیق)

توی امید ہے کہ پروردگار کے فضل اور پیرانِ کبار کی توجہ سے عنقریب مطلب میں کامیاب ہوں گے تسلّی رکھیں "اِنَّہٗ عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ وَ بِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ"

(وہ یقیناً جو چاہے اس پر قادر ہے اور اللہ کرے کہ وہ اسے شرفِ قبولیت بخشے)

نیز حضرت نے لکھا ہے :

بنی آدم از علم باید کمال نہ از حشمت و جاہ و مال و منال

(آدمی علم سے کمال پاتا ہے نہ کہ جاہ و مرتبہ اور مال و دولت سے)

اور علم ظاہر کے بغیر علم باطن محالات میں سے ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

(علم باطن مکھن کی طرح ہے اور علم ظاہر دودھ کی طرح۔ دودھ کے بغیر مکھن کیسے بنتا

ہے اور پیر کے بغیر آدمی پیر کیسے ہو سکتا ہے۔)

علمِ ظاہری حاصل کرنا بڑی فضیلت ہے چنانچہ کتاب طریقہ محمدیہ میں اور کنز الہدایہ میں اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور العلم حجاب الاکبر کے معنی میں جناب حضرت قبلہ قصوریؒ نے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے۔

خواجگی بے پیر کردن کارِ نادان بوَد
ہر کرا پیرے نباشد پیر او شیطان بوَد

(پیر کے بغیر مرشد بن جانا نادان کا کام ہے۔ جس کسی کا پیر نہ ہو، اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔)

نیز حضرت صاحبزادہ والا مناقب حضرت حافظ دوست محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خط میں لکھا ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اپنے رب کے فضل سے محروم رہتا ہے)۔

"اور تحفۂ رسولیہ مبارکہ کا آخری مقالہ فرزند سعادت مند کی نصیحت کے باب میں ہے، اُسے سمجھ لینا چاہیئے اور ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ آپ کے حق میں وہی کافی و وافی ہے۔ پانچوں وقت مستحب اوقات میں با جماعت نماز موزوں ارکان کے ساتھ ادا کرنی چاہیئے۔ ذکر و مراقبات کی کثرت مقررہ اوراد کے ناغہ نہ کرنے اور تدریس قرآن کو بہت بڑی غنیمت سمجھنا چاہیئے"۔ حضرت صاحبزادہ عبد الرسول صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ کعبہ نے میرے حق میں آخری رمضان میں دعائیں کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اے پروردگار! عبد الرسول کو قرآن مجید کی تدریس کی محبت بدرجۂ کمال عطا فرما۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر قرآن پڑھایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (تم میں اچھا وہ ہے جس نے قرآن پڑھا اور پڑھایا) ونیز قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْئٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ (جس کے اندر قرآن کا کوئی حصہ

نہیں، وہ گویا خرابی کا گھر ہے) تمام اصحابِ صُفہ قرآن خوان تھے۔ حضورؐ سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ اس کی سند کیا ہوگی۔ والعلم عند اللہ۔ جہاں تک ممکن ہو، نااہلوں اور اوباشوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیئے بلکہ عوام الناس کی صحبت بھی نقصان سے خالی نہیں ہوتی۔ چنانچہ مکتوب قبلہ حضرت قصوریؒ میں لکھا ہے: "طریقہ میں داخل ہونے والوں میں سے کوئی حاضر ہو تو توجہ ضرور کریں کہ نسبت میں زیادتی کا موجب ہوتی ہے اور جان لیں، خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت انجمن ہے، خلوت نہیں ہے مجلس میں اور ظاہر میں نسبت قوت پکڑتی ہے لیکن مجلس سے مراد ہم جنسوں کی مجلس ہے نہ کہ غیر جنسوں کی۔ کیونکہ وہ بے شک نسبت کو زائل کرنے والی ہے۔

زجاہل گریزندہ چوں تیر باش   نیا میختہ چوں شکر شیر باش

(جاہل سے تیر کی طرح دُور رہو، نہ کہ ان سے شیر و شکر کی طرح گھل مل کر)

مجلس بدکار تباہ کر دیتی ہے۔

پسرِ نوحؑ با بداں بنشست   خاندانِ نبوتش گم شُد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند   پئے نیکاں گرفت مردم شد

(نوحؑ کا بیٹا بدوں کے ساتھ بیٹھنے لگا تو خاندانِ نبوت اس سے گم ہو گیا۔ اصحابِ کہف کا کتا چند دن نیکوں کے ساتھ رہا، آدمی بن گیا)۔

اور یہ جو لکھتے ہیں کہ فلاں شخص کو توجہ میں اتنی لذت نہیں آتی، تو کہا گیا ہے کہ لذت کا ظہور ضروریات میں سے نہیں ہے۔ پیر دستگیرؒ کے قول کے مطابق ایک اشارہ ہے۔ فقیر نے کسی جگہ لکھا ہے کہ ذکر کرنے کے دوران میں کیفیت کے حصول کے متعلق معیّن حکم فَاذْکُرُوْنِیْ (مجھے یاد کرو) مدِنظر رکھنا چاہیئے۔

گر نیاید بگوش رغبت کس   بر رسولاں ابلاغ باشد و بس

(اگر کسی کے کانوں کو سننے کی رغبت نہ ہو تو رسولوں پر صرف پہنچا دینا فرض ہے اور بس)

اور کشمیری کی ایذا پر دل تنگ نہ ہوں، کہ شدائد پر تحمل اور دنیاوی حوادث پر صبر

مصیبتوں کو دفع کرنے اور نورانبت کے ورود کا موجب بنتے ہیں۔ آپ نے آیت وَمَا اَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ (اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت پیش نہیں آتی اور جو اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے دل کو را دکھاتا ہے) سُنی ہوگی۔ مخلصین میں سے ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی کا رویہ رکھیں۔

حضرت نے مولوی نور محمد (نلی وال) کو بھی لکھا ہے:

"اے عزیز! شدائد اور مصائب کو تقدیرِ ازلی جانتے ہوئے انہیں دوا بلکہ تریاقِ اک سمجھنا چاہیئے اور آیت مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ کی تفسیر کریمہ میں لکھا ہے کہ مومن کے لئے مصیبت اور بلا نعمت سے بہتر ہیں کیونکہ نعمت میں طغیان (بغاوت) کا احتمال ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی[1] حدیث صحیح میں وارد ہے۔ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ[2] نیز عزت و ذلت کو منجانب اللہ جانیں۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے جسے چاہے) نص قطعی ہے کتبِ تواریخ سے سید المرسلین ﷺ کے مصائب کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ اللہ کا محبوب ہونے کے باوجود دشمنانِ خدا کے ہاتھوں کس قدر مصائب برداشت کیے اور صبر جمیل کیا حتیٰ ک عین اذیت اور تکلیف میں دعائے بد کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ ہدایت کی دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ اَوْلِیَاءِ صُلَحَا (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ اسی پر اولیاء و صلحا کو قیاس کرنا چاہیئے)

قول اللہ تعالیٰ: فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (پس آپ

---

[1] جب انسان خود کو دولت مند دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے۔

[2] سخت مصائب میں مبتلا ہونے کے لحاظ سے انبیاء کا طبقہ ہے پھر اولیاء کا پھر جو ان کی مثل در مثل ہوں۔

اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو صبر کا امر فرمایا اور اسی طرح آپ کے پیروؤں کو۔ جب بندہ عزت و ذلت اور سختی و مصیبت خدا تعالیٰ سے جانے گا تو غیر اس کی نظر سے بالکل رخصت ہو جائے گا۔ سختی اور مصیبت خود دور ہو جائیگی اسی موقع کے لئے فرمایا ہے۔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَحْ (صبر سرور کی کنجی ہے) بلکہ ذلت اس کی نظر میں عزت سے بدل جاتی ہے۔ اور سزا نعمت بن جاتی ہے اور سید الاولیا حضرت خواجہ معروف کرخیؒ فرماتے تھے کہ اَیَّتُھَا الْبَلَایَا ھَلُمُّوْ اِلَیْنَا یعنی اے مصیبتو اور بلاؤ میری طرف آؤ۔ غموں کے ہجوم کے موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ یقیناً تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔) اس خیال سے کہ ایک تنگی کے بعد دو آسانیاں ملتی ہیں۔ دل کو تسلی دینی چاہیئے۔

اَلَا لَاتَحْزَنْ اَخَ الْبَلِیَّہ   فَلِلرَّحْمٰنِ اَلْطَافٌ خَفِیَّہ

(اے مصیبت زدہ غمگین نہ ہو کیونکہ رحمٰن کی طرف سے پوشیدہ مہربانیاں ہوتی ہیں)

اِذَا ضَاقَتْ بِکَ الْبَلْوٰی فَفَکِّرْ فِیْ اَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَیْنَ یُسْرَیْنِ اِذَا ذَکَرْتَہٗ فَافْرَحْ

(جب مصیبت تجھ کو تنگ کر دے تو تو سورۃ الم نشرح میں غور کر کیونکہ تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے جب تو اس کا ذکر کرے گا تو خوش ہو جائے گا۔)

اللہ تعالیٰ دوستوں، صبر کرنے والوں اور اس کی رضا پر راضی رہنے والوں کو اپنے پاس سے بلند مراتب اور انتہائی مدارج تک پہنچاتا ہے کہ "صبر اگر تلخ است ولیکن بر شیریں وارد" اور

برنج و راحت گیتی منال اے دل مشو خرم
کہ آئینِ جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

(اے دل، دنیا کے رنج و راحت پر مسرور اور غمگین نہ ہو کیونکہ دنیا کا طور طریقہ بدلتا رہتا ہے)۔

رات دن تدریس، مطالعۂ کتب احادیث و تفاسیر و فقہ اور ذکر و شغل میں مصرو
اور سرگرم رہیں اگر تشویش و اضطراب مانع آئے تو اپنے سے زیادہ تشویش کرنے والوں کا خی
کر کے دل کو تسلّی دیں جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک شخص کو جس نے اہلِ قبور کے بارے میں سو
کیا تھا۔ اہلِ قبور میں سے کسی نے کہا:

سحر برخیز و ذکر بے ریا کن　　بدل درگاہ خود را آشنا کن
اگر گوئی کہ من ظلم رسیدہ　　نظر بر کشتگان کربلا کن
اگر گوئی کہ من درویش حالم　　نظر بر اہلِ بیت مصطفیٰ کن
اگر گوئی کہ من اندوہ ناکم　　نظر بر حضرت خیر النساء کن
اگر گوئی کہ من بیمار زارم　　نظر بر ایوب بلا کش!

(صبح کو اُٹھ اور بغیر دکھاوے کے ذکر میں مشغول ہو جا،
اگر تو کہے کہ مَیں ظلم رسیدہ ہوں تو کربلا میں قتل ہونے والوں پر ایک نظر کر،
اگر تو کہے کہ مَیں درویشی کی حالت میں ہوں تو اہلِ بیتِ مصطفےٰ پر نظر کر
اگر تُو کہے کہ مَیں اندوہناک ہوں تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیکھ
اگر تو کہے کہ مَیں بیمار ہوں تو حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبت کو دیکھ)

کہتے ہیں کہ یہ سُن کر وہ شخص صبر پر کاربند ہُوا اور چند دنوں بعد غنی اور مالدار ہو گ
حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے پاس جوتا نہ تھا اور مَیں غم کر رہا
مَیں نے ایک کو دیکھا کہ اس کے پاؤں ہی نہ تھے، مَیں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ راضی برضا ہو گ
اور خوش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر نظر کرنی چاہیئے۔ اللہ نے صحت بخشی ہے، فرزند ز
عطا فرمائے ہیں وغیرہ۔ اس قدر نعمتیں عطا کیں کہ شمار میں نہیں آ سکتیں۔ مصیبتی
بھی اپنے وقت پر دُور ہو جائیں گی۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّا
(ہم لوگوں کے درمیان دن بدلتے رہتے ہیں) اس حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہ
ہوتا۔ اس لئے اس معاملہ میں بھی کوئی چھپی ہوئی حکمت ہوگی۔ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْ
شَيْئًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (شاید تمہیں ایک چیز بُری لگے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، ہو سکتا ہے تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے ہو۔)

”اللہ تعالیٰ ہمیں، تمہیں اور تمام امتِ محمد مصطفیٰؐ کو ان تمام شدائد سے جنکے برداشت کرنے کی ہمیں طاقت نہیں، محفوظ رکھے۔ اور خوشی کے کاموں میں استقامت بخشے۔ وَبِالنَّبِیِّ آلِہِ الامجاد۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃِ الْمُصْطَفٰی۔ (اور نبی پر اور آپ کی عزت مند آل پر۔ آمین اے رب العلمین۔ اور اس شخص پر سلامتی ہو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرے)

اور وہ جو خواب لکھا ہے اے عزیز، آپ کو بتلایا گیا ہے کہ آخر میں زمین میں فساد نہاں ہونا ہے پھر کیوں سختیوں میں جو ذخیرۂ گور ہیں، تنگ دل ہوتے ہیں جیسا کہ مسئلہ مشہور ہے کہ مصائب کے سبب سے تنگ دلی کے وقت قبور کی زیارت کرنی چاہیئے اس سے خود بخود دل کو تسلی ہو جاتی ہے۔ وہ جو لکھا تھا کہ شمس الدین نے جو زمین پچھلے سال ملی تھی، مسدود کر دی ہے۔ اے عزیز! اس بارہ میں واقف کار لوگوں کے مشورہ سے کوئی کام کرنا چاہیئے وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور کام میں ان سے مشورہ کرو، پس جب عزم کر لو تو اللہ پر توکل کرو)۔ اے عزیز! حزب البحر پڑھنے سے کرٹیوں اور ان کے بچوں کے مرنے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے تو وہ سبحانہ تعالیٰ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (جو چاہتا ہے، کرتا ہے) ہے۔ معتقدین کا اعتقاد بڑھانے کے لئے یہ معاملے کرتا ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟) اور ہمیں تمہیں تو محض بہانہ بنایا ہوا ہے۔ اس قسم کے واقعات کے ظہور کے موقع پر ڈرنا چاہیئے اور استغفار کرنا چاہیئے کہیں استدراج نہ ہو۔ اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ لاچار ہو کر بد دعا کر دی۔ اس کا منشاء مشائخ عظام سے عقیدت و محبت ہے جو اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ جل شانہ،

اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ ثُمَّ زِدْ ۔

از محبت مسہا زر می شود (محبت سے تانبا سونا بن جاتا ہے)

مسجد کے کونہ میں بیٹھ کر ذکر و مراقبہ اور منزل قرآن شریف، علم دینی کی تدریس کتب دینیہ کے مطالعہ میں مشغول رہنا چاہیئے ۔

(رسالہ کنز الہدایہ میں ورق ۵۲ پر لکھا ہے ۔ یہ بندہ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد معصوم سرہندی کی زبان گوہر فشاں سے سنا ہے، ہر مسجد میں حقیفقتِ کعبۂ معظمہ کا ظہور ہوتا ہے ۔ اور جناب عبد الخالق غجدوانی نے اپنے وصیت نامہ میں جو انہوں نے اپنے فرزند معنوی خواجہ اولیاء کبیر کو لکھا ہے، وہی بات حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب نے جلد سوم میں لکھی ہے کہ مسجد کے کونے میں گوشۂ نامرادی کبھی نہ چھوڑیں)

"رات کے اوقات کو نیک کاموں میں مصروف رکھنا چاہیئے اور ہر حال میں مولائے تعالیٰ سے راضی اور خوش رہنا چاہیئے اور ختم خواجگان کا ہرگز ناغہ نہ کریں ۔ عمر ضائع کرنے والے اس ناقص کے حق میں بھی دعا کرتے رہیں کہ پروردگار اپنے کرم عمیم سے اس لکھے پر عمل نصیب کرے ۔ بالنبی و آلِ امجاد ۔

برآوردن کامِ امیدوار بہ از قید بندی شکستن ہزار

(کسی امیدوار کا کام کر دینا ہزاروں کو قید و بند سے چھڑا لینے سے بہتر ہے)"

اے برخوردار، اسی قدر ذکر اور مراقبے کے ساتھ کہ جس کا پہلے دن ہی اظہار کیا تھا چالیس دن پورے کریں ۔ مقصود کثرتِ ذکر ہے جہاں بھی بلا تکلیف اور بآسانی میسر آئے وہیں رہیں ۔ اور رات وہاں گذاریں جہاں سردی کا غلبہ نہ ہو ۔ خواہ گھر میں ہو یا کسی اور جگہ ہو اور اگر روزہ سے تکلیف ہوتی ہو تو روزہ بھی ضروری نہیں ہے ۔ قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا بُعِثْتُ مُیَسِّرًا لَا مُعَسِّرًا ۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آسانی دینے والا بنا کر مبعوث کیا گیا ہے، تنگی دینے والا نہیں ۔ اللہ کسی کو اس کی

گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ خصوصاً جبکہ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ کا طریقہ آسان ترین ہے۔ اگر اس قدر سے بھی جو لکھا گیا، تکلیف ہو تو چلہ ترک کر دیں اور وہ تکلیف جس کی برداشت کی طاقت نہ ہو پیرانِ کبار رحمہم اللہ کے حکم کے خلاف ہو، اس سے دور رہنا چاہیئے۔ بزرگوں نے درمیانے درجے کی ریاضت کو جس کی برداشت کی طاقت ہو، پسندیدہ کہا ہے اور اسے ثمراتِ سعادت میں زیادتی کا باعث شمار کیا ہے۔"

حضرت نے جو مکتوبات مولوی نور محمد صاحب کو لکھے ہیں۔ ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ اہلِ فساد و علمائے بد اعتقاد کی صحبت سے پرہیز اہلِ اتحاد کا طریقہ ہے۔

صحبت بدکار تبہ می کند   دیگ سیاہ جامہ سیہ می کند

(بدکار کی صحبت تباہ کر دیتی ہے اور سیاہ دیگ کپڑے کو سیاہ کر دیتی ہے)

خصوصاً فرقۂ نجدیہ سے دور رہیں کہ ان کی صحبت سمِ قاتل ہے اور کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

صورت شاں صالح و باطن پلید   صحبتِ ایشاں نکنی اے سعید

(ان کی صورت نیک لوگوں کی سی ہے مگر باطن ناپاک ہے اے نیک بخت تو ان کی صحبت مت اختیار کر)۔

قال اللہ تعالیٰ: لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا نصیحت کے بعد بے انصاف قوم کے پاس مت بیٹھ)

(بحوالہ خواجہ للٰہی کا مکتوب دستخط کے ساتھ)

غرضیکہ اسی خط کی طرح حضرت کے دستخطوں کے ساتھ ہزاروں مکتوبات ہیں جو سالکوں کے لئے نصائح پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے صاحبزادہ کی جانب لکھے گئے یا دوسرے مخلصین کی جانب، نیز زبانی نصیحتیں بہت کرتے تھے اپنے درویشوں اور طالبوں کی فہم کے مطابق۔

دعائے حزب البحر

(دعائے حزب البحر پڑھنے کا بیان جس طرح حضرت کا طریقہ تھا)

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب کسی صاحبِ لیاقت درویش کو توجہ کی اجازت دیتے ہوئے کلاہ عطا فرماتے تھے تو اس کے بعد بعض لوگوں کو نسبت میں پختگی حاصل کرنے کی خاطر ماہِ رمضان میں یا اس سے چند ایام قبل مسجد میں تقریباً چالیسؔ دن تک اعتکاف بیٹھنے کا حکم دیتے تھے اور ان دنوں میں بعض لوگوں کو حزب البحر کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے بھی کہتے تھے جیسے آپ کو اپنے مرشد حضرت قصوریؒ نے امر فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحب قصوریؒ نے ایک خط میں حضرت مولوی غلام محمد صاحب (مرالی والہ) کو لکھا ہے کہ حزب البحر کا پڑھنا حضوری کے لئے ممد و معاون ہے اس کے پڑھنے میں کوشش کریں اور لاپرواہی نہ کریں۔

حضرت قصوریؒ نے اپنے دوسرے مکتوبات میں بھی مذکورہ دعا کے پڑھنے کے لیے اسی طرح تاکید لکھی ہے جو کوئی چاہے ان میں دیکھ لے۔

ہمارے حضرت یعنی حضرت خواجہ للّٰہیؒ اسی طرح بہت لوگوں کو اور خاص طور پر ہر صاحبِ لیاقت درویش اور حضوری کے طالب کو زکوٰۃ کے ساتھ دعائے حزب البحر پڑھنے کا حکم ضرور دیتے تھے لیکن بعض لوگوں کو تاکید کے ساتھ حکم نہیں بھی دیتے تھے۔

جیسے میرے والد ماجد مرحوم کو تاکید کے ساتھ امر نہیں فرمایا تھا۔

راقم کہتا ہے کہ اس زمانہ کے بعض فقیر اس کام کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے دل میں شک رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں لوگ اس لیے حزب البحر پڑھتے ہیں کہ دنیا مسخر ہو جائے۔ اُن کا یہ زعم خطا در خطا ہے۔ حالانکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

سلمہ اللہ تعالیٰ (یعنی مرزا مظہر جان جاناںؒ) نے اس فقیر کو حزب البحر کی تعلیم دی تو فرمایا کہ جو شخص اس دعا کو نوسو اٹھانوے ۹۹۸ بار پڑھے اولیاء میں داخل ہوتا ہے اور اُسے اولیاء کے گروہ میں سے اٹھایا جائے گا۔ لیکن ہمارے حضرت کا دعائے حزب البحر پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ طالب کو فرماتے تھے:

مذکورہ دعا کے نصاب کا طریقہ اس طرح ہے: نئے ماہ کے چہار شنبہ، پنج شنبہ اور جمعہ کے تینوں دنوں میں ایک سو بیس ۱۲۰ بار پڑھے۔ ان دنوں میں گوشت دودھ، گھی یا مکھن، مٹھائی اور پیاز وغیرہ بالجملہ حیوان جلالی اور جمالی ترک کردے۔

جب طالب مذکورہ دعا شروع کرنا چاہے تو پہلے غسل کر کے اپنے جسم اور لباس پر خوشبو لگائے، صاف اور عمدہ لباس پہنے، مسجد میں روزہ کے ساتھ قبلہ رو ہو کر اعتکاف بیٹھے، جب بھی حدث واقع ہو تو تازہ وضو کرے اور دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مکمل کرے۔ دعا کے شروع میں ہر روز غسل کرے اور انہی مذکورہ شرائط کے ساتھ ورد کرے وگرنہ رُجعت کا خطرہ ہے۔ دعا کے مکمل ہونے تک کسی شرط کو نہ چھوڑے اور فارغ ہونے کے بعد افضل یہی ہے کہ نماز ظہر اور فجر کے بعد مقررہ وقت میں ایک بار پڑھا کرے۔ اگر کسی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو کسی دوسرے وقت میں پڑھ لے۔

حضرت بعض طالبوں کو رات اور دن میں اس دعا کو پانچ بار پڑھنے کے لئے بھی امر فرماتے تھے۔ اس دعا کے پڑھنے کے دوران میں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی روح پُرفتوح کی طرف متوجہ ہو کر استمداد چاہیئے تاکہ وہ مکمل طور پر مؤثر ہو۔ خصوصاً حروفِ تہجی کے پڑھتے وقت حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی صورت کا دل میں تصور کیا جائے۔ قد مبارک پست، چند سیاہ بالوں کے ساتھ درمیانی داڑھی سفید، پگڑی گول، رنگ مبارک سُرخ و سفید۔ حضرت نے یہ صورت زبانی حضرت قصوریؒ سے سُنی تھی اور یہ بھی فرماتے تھے کہ طالب حروفِ تہجی اگر اوّل سے آخر تک ایک ہی بار پڑھ لے اور شیخ موصوف سے استمداد چاہے تو عمدہ کاموں سے ہے۔ لیکن دعا حزب البحر دوسری ترکیب کے ساتھ جیسا کہ دو وقت میں حضرت کا معمول رہا، پڑھا کرتے تھے۔ اکثر قلمی نسخوں میں

یہ دعا لکھی ہوئی ہے۔ حضرت نمازِ فجر اور ظہر کے بعد اور اکثر نماز اشراق پڑھنے کے بعد ایک بار ہمیشہ بے ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ حزب البحر پڑھ لینے کے بعد ہاتھ اٹھا کر شرائط کے ساتھ دعا پڑھا کرتے تھے چنانچہ مقاصد السالکین میں آدابِ دعا کے بارہ میں لکھا ہے کہ دو زانو اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھنا چاہیئے اور دونوں ہاتھ ننگے کر کے کندھوں کے برابر اٹھا کر حمد و ثنا اور دعا پڑھنا دعا کی شرائط میں سے ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے حزب البحر کی شرح کے آخر میں لکھا ہے کہ دعا کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ مقاصد السالکین میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حزب البحر کے شروع میں سورۃ فاتحہ باتسمیہ ۲ دو بار، سورۃ اخلاص باتسمیہ ۳ بار پڑھے اور اس طرح سے ثواب بخشے کہ اے پروردگار: یہ کلام قبول کر کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی روح پُرفتوح اور حضرت شیخ امام ابوالحسن شاذلیؒ کی روح اور حضرت شاہ غلام علیؒ اور شیخ حضرت غلام محی الدینؒ اور شیخ مولانا غلام نبی احمدی للّٰہیؒ کو اس کا ثواب پہنچا دے[1]۔

مقاصد السالکین میں شرح کے ساتھ لکھا ہے کہ ہر دعا کے بعد درود شریف پڑھنا ضروری امور میں سے ہے اور اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے شرح دعائے حزب البحر میں درود شریف پڑھنے کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ دعا کے بعد درود شریف پڑھنا سنّت ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ دعا زمین و آسمان میں معلق رہتی ہے اور اوپر نہیں جاتی ہے جب تک درود شریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بھیجا جاتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ دعا پردے میں رہتی ہے جب تک کہ نبیؐ اور اس کی آلؑ پر درود نہیں بھیجا جاتا۔

حضرت تعویذات و کلام کا جس طرح عمل رکھتے تھے ان میں اکثر اس مسکین نے

---

[1] کتاب میں اس سے آگے حزب البحر نقل کر دی گئی ہے۔ مگر ہم نے اُسے ضمیمہ میں درج کر کے شامل کتاب کیا ہے (مترجم)

تعویذات کی کتاب میں علیحدہ حضرت کی علامت کے ساتھ نقل کیے ہیں۔ اس جگہ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان میں سے بعض تعویذات جو حضرت کا معمول تھے، معمولاتِ مظہریہ اور مقاماتِ احمدیہ سعیدیہ کے مطابق تھے۔ جس طالب کو تعویذات کے عمل کا شوق ہو۔ ان مذکورہ مطبوعہ نسخوں میں دیکھ کر عمل کرے کہ ان دونوں نسخوں کے مؤلفین حضرت کے صاحبِ طریقہ تھے

مطلب یہ ہے کہ درویشوں میں سے کوئی اگر تعویذات وغیرہ کا طالب ہوتا اور اسی قسم کے دیگر عملیات کے بارے میں حضرت سے پوچھتا تو آپ اسے دلی طور پر پسند نہ کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ بنی آدم کی پیدائش کا مقصد یقین کے ساتھ عبادت کرنا ہے اگر دین درست ہو جائے اور یقین درست ہو تو یہی عین مراد ہے۔

ع مقصود ہمین است و دیگر ہمہ ہیچ (یہی مقصد ہے اور باقی سب کچھ ہیچ ہے)

اور اکثر وعظ و نصیحت کے بیان میں حضرت مثنوی کے یہ بیت پڑھتے تھے:

گر بصورت آدمی انساں بُدے　　احمد و بوجہل خود یکساں بُدے
آدمی آنست کہ دینی درست　　محو گمان کردہ یقینی درست

(اگر آدمی صرف صورت میں انسان ہوتے تو احمد اور بوجہل برابر ہوتے۔ آدمی وہ ہے جس کا دین و ایمان درست ہو)۔

گویا انسان نسیان سے مشتق ہے جب تک ماسویٰ اللہ کو بھول نہیں جاتا، منزلِ عرفان میں ڈیرے نہیں ڈال سکتا۔

* * *

مسائل محققہ (مسائل و معارف)

(ان مسائل کا بیان جن کی حضرتؒ نے تحقیق فرمائی اور ان معارف کا بیان جو حضرتؒ نے کھولے)

حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگرچہ فتویٰ لکھنا ہمارا کام ہے نہ ہی ہمارے حال کے مناسب ہے مگر اس آخری پُرفتن زمانہ میں جاہلوں نے اپنے تئیں علماء قرار دیا ہے اور اللہ کی خلقت کو علم کے بغیر گمراہ کرنے میں شب و روز مصروف ہیں اس لئے حق کی حقانیت ثابت کرنا ہم پر واجب ہوا۔ کیونکہ حدیثِ نبویؐ میں وارد ہوا ہے۔ اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ (جب فتنے ظاہر ہوں تو عالم کو چاہئے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا تو اس پر اللہ، رسولؐ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سے سونا چاندی یا کوئی متبادل چیز قبول نہ ہو گی)۔ لہٰذا فرقہ وہابیہ کے ردّ و ابطال اور ان کے استیصال میں جو پنجاب و ہندوستان میں بہت پھیل گئے ہیں، آپ نے جدوجہد کی۔ اور بہت سے فتوے بلکہ اس فرقہ نجدیہ کے رد میں رسالے پوری کوشش سے لکھے۔ ان کے خلاف مناظرہ میں بہت مواقع پر حاضر ہوئے بلکہ انہیں لاجواب کیا۔ جب تک حضرتؒ زندہ رہے حضرتؒ کی ہیبت سے اس گمراہ فرقہ نجدیہ کو بھیرہ یا اس کے گرد و نواح میں سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان سے پرہیز کرنے کے بارے میں بھی حدیث شریف اور آیات قرآنی کے بموجب علانیہ فتوے لکھے۔ کیونکہ روایت ہے عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلُ فِی مَعَاصِیْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ وَلَمْ يَنْتَهُوْا

فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب بنو اسرائیل گناہوں میں گر گئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا وہ نہ رُکے۔ ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے۔ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو آپس میں ملا دیا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبانوں سے ان پر لعنت بھیجی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ نافرمانی اور سرکشی کیا کرتے تھے)۔

اپنے رسالہ شریفہ میں محکم دلائل کے ساتھ حاضر و غائب، اولیاء سے استعانت و استمداد کا جواز ثابت کیا۔ آپ نے کمال تحقیق کے ساتھ ندائے یا رسول اللہ، یا ولی اللہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ اور سماع موتیٰ کے جواز کو فقہائے حنفیہ سے نقل کیا ہے اور نذر کرنے کے بیان میں بہت کچھ لکھا ہے۔

تمام نمازوں یعنی فرض و سنت و نوافل میں ترکیب سے رفع سبابہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جس کسی کو اشارہ کرنا آئے، وہ ضرور کرے اور چاہیئے کہ لوگ رفع سبابہ کرنے یا نہ کرنے کے معاملہ میں ایک دوسرے کی برائی نہ کریں۔ اور طعنہ زنی سے اپنے آپ کو دُور رکھیں۔

نماز نفل قضا عمری کہ بعض علاقوں میں آخری جمعہ رمضان المبارک میں لوگ پڑھتے ہیں، آپ ہرگز نہیں پڑھتے تھے بلکہ منع فرماتے تھے اور اذان میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر ناخن نہیں چومتے تھے۔

حضرت بہت سے مسائل شریعت کو حدیث و فقہ کے ساتھ ارتباط دیتے ہوئے، پوری تحقیق سے بیان فرماتے تھے مثلاً یزید پلید پر لعنت کا معاملہ۔ یا مسئلہ وسمہ و خضاب وغیرہ، بعض مسائل کی تحقیق میں ہم عصر علماء کی مہروں کے ساتھ فتوے بھی تحریر کیے ہیں جیسے صرف عورت کی شہادت پر مسئلہ رضاعت، مسئلہ حکم مسجد ضرار، مسئلہ در نظیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ممتنع بالذات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذن شفاعت، شیر ودوغ، روغن اور اس کی مانند پاک کرنے کا مسئلہ، جمعہ کے بعد احتیاطی نماز پڑھنے کا مسئلہ، لامذہب وہابیوں کی علامت کا مفصل بیان، استاد کے عاق کا مسئلہ اور اس کا حکم، نمازِ فجر پڑھنے کے بارے میں سفر کے مسئلہ کی شرح، اوالی کے نکاح صغیرہ اور اس کی بابت حکم ظہر کے وقت سایہ ناپنے کا مسئلہ۔ روزہ افطار کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے مغرب کے وقت یعنی شام ہونے کی علامت، رواجی نرخ سے غلہ کم دینے کا مسئلہ اور اسکا حکم، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا چاند دیکھنے کی شہادت کا مسئلہ، بڑا تالاب پاک کرنے کا مسئلہ، معتکف اور غیر معتکف کے لئے آداب مسجد و مسئلہ، رسالہ شریفہ المسمی القول القوی کا مسئلہ مع تکملہ، وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ اور ہزاروں مسائل کی حضرت نے تحقیقات کی ہے اور ایسے فتووں کی اکثر نقول راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اور بعض موجود نہیں ہیں اسی طرح حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کی بعض تالیفات پر تقریظات لکھی ہیں۔ جیساکہ تحفۂ دستگیریہ کے پہلے جو چھپی ہوئی موجود ہے اور مولوی صاحب موصوف کی درخواست پر رسالہ عمدۃ البیان فی الاعلان مناقب النعمان وغیرہم کے آخر میں تقریظ موجود ہے۔ حضرت کی یہ بھی عادت تھی کہ ہر فتوے پر تحقیق کے ساتھ فقہ و حدیث شریف اور مذہب اہل حق کی معتبر روایتیں پہلے لکھتے بعد ازاں اپنے مبارک نام کے ساتھ دستخط شریف فرما دیتے تھے۔ فتووں پر مُہر کم ثبت کرتے تھے مگر کبھی نگینہ والی مہر بھی لگا دیتے تھے اور اسم مبارک یوں لکھتے تھے۔

العبد فقیر غلام نبی احمدی عفی عنہ

اور فرماتے تھے کہ مشائخ کرام کے عُرس کے موقعہ پر بلکہ تمام مومنوں کی وفات پر یہ روش کہ ان کی وفات کے دن خصوصاً اور عموماً دوسرے دنوں میں نیک لوگ جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں مستحب ہے۔ اور تعظیم کی خاطر اولیاء اللہ کی قبور پکی کرنا اور ان کے اوپر غلاف چڑھانا مباح ہے۔

فرماتے تھے کہ رابطہ جو تصورِ شیخ سے عبارت ہے۔ قرآن و حدیث و اجماع صوفیہ صافیہ سے ثابت ہے لیکن جس کسی کو شیخ سے محبت زیادہ ہو، خود بخود اسے قرار آجاتا ہے، اور اکراہ کی حاجت نہیں۔ فرماتے تھے، توحید وجودی معارفِ قلبیہ سے ہے اور اربابِ توحید وجودی اہل ولایت سے ہیں۔ لیکن کمال اس سے آگے ہے جبکہ اَلعَبدُ عَبدٌ وَالرَّبُّ رَبٌّ کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین کو یہ نسبت حاصل تھی۔ فرماتے تھے، تاویل کے ساتھ معارفِ توحید وجودی کی شریعت کے ساتھ تطبیق ممکن ہے۔ جیسے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے لیکن تاویل کے بغیر اسے عین شریعت سمجھنا اور انبیاء کرام اور صحابہ عظام کا مشرب گرداننا نادانی کی بنا پر ہے۔ اگر کوئی مغلوب الحال کہے تو معذور ہے۔ حضرت صاحب قبلہ قصوریؒ کی زبانی بیان کرتے تھے اور وہ حضرت مرزا عبدالغفور بیگ صاحب سے جو حضرت شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانجاناں شہیدؒ کے اجلہ خلفاء سے تھے، روایت کرتے تھے کہ حضرت مرزا جانجاناںؒ فرماتے تھے: سوزِ عشقِ مجاز گوبر کے جلنے کی طرح ہے۔ بدبودار اور سوزِ عشقِ حقیقی صندل و عود کے جلنے کی طرح ہے خوشبودار۔ نیز کافر و رافضی کی تاریکی کی تشبیہ بھی بیان کرتے تھے کہ کافر کی ظلمت سنگِ سیاہ کی طرح ہے کہ دوسرے کو نہیں پہنچتی اور رافضی کی ظلمت چمکنے والی سیاہی کی طرح ہے کہ اگر دوسرے کو پہنچے تو خراب کرتی ہے۔

حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ جو وجد و تواجد سے منع کرتے تھے تو اس طریقہ عالیہ میں یہ اختیاری وجد و تواجد کے بارے میں ہے جیسا کہ معمول ہے کہ بعض مشائخ کے بلانے پر غنا و سماع سنتے ہیں، ان پر حال طاری ہوتا ہے، رقص کرتے ہیں اور حضارِ مجلس ان کے ساتھ موافقت اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ کام اس طریقہ عالیہ مجددیہ میں نہیں ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ جذبات و ارادات اور حالاتِ قویہ اس طریقہ شریفہ میں طالبین پر وارد نہیں ہوتے۔ اس بہت بڑی بے وقوفی سے اللہ کی پناہ۔ اکابر نقشبندیہ کی تاثیرات جو مریدوں میں

واقع ہوتی ہیں اور ان کے جذبات کے حصول کے بارے میں اگر لکھا جائے تو اس کے لیے ایک دفتر چاہیئے۔ فرماتے تھے: کسی نے اگر دوسرے طریقہ میں بیعت کر رکھی ہو، پھر چاہے کہ طریقہ مجددیہ نقشبندیہ میں بیعت کرے اور اس کے طریقہ کا سلوک طے کرے تو جائز ہے بشرطیکہ پہلے پیر کا انکار نہ کرے کیونکہ مقصود خدا ہے جلّ وعلا۔ اللہ سے ملانے کے لئے یہ طریقہ سب طریقوں سے قریب ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں دوسرے سلاسل سے بجز نام ونشان کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے لازم ہے کہ اس طریقہ شریفہ کا التزام کرے اور فرماتے تھے کہ معرفتِ الٰہی سبحانہٗ، مخلوق کے پیدا کرنے کے مقصد کا حصول ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں) آیت میں لِیَعْبُدُوْنَ سے مراد لِیَعْرِفُوْنَ ہے۔ کیونکہ عبادت معرفت کا جزو ہے۔ پیری و مریدی حصول معرفت کے لئے ہے۔ جب تک عرفان حاصل نہیں ہوتا، بے کار محض ہے۔ اگر پہلے پیر سے معرفت حاصل نہ ہو تو بلا تردّد پیرِ ثانی سے رجوع کرنا چاہیئے۔ جب تک مقصد حاصل نہ ہو، پیچھے نہ ہٹے اور اس کی طلب سے اپنے تئیں معاف نہ کرے ورنہ مذکورہ آیت کے عمل کا تارک ہوگا۔

فرماتے تھے کہ ہمارے حضرات رحمۃ اللہ علیہم طالب کو عالم امر کے لطائف سے سلوک شروع کرنے کا حکم دیتے تھے۔ رسالہ درالمعارف ص۲۴ پر مرقوم ہے کہ شاہ غلام علی دہلویؒ فرماتے تھے کہ سماع البتہ ولایت قلبی میں ترقی بخشتا ہے۔ اور ولایت عالیہ میں تلاوتِ قرآن، درود خوانی اور کثرت نوافل سے ولایت کے درجوں میں فرق کے مطابق ترقی ہوتی ہے۔ نیز اسی کتاب میں ص۲۶ پر لکھا ہے کہ فرمایا خطرات مرتبۂ ولایت میں ضرر پہنچاتے ہیں لیکن مرتبہ کمال نبوت میں خطرۂ نیک مضر نہیں ہے۔

ولایت میں شوق و ذوق، نعرہ و استغراق، بے خودی اور دوسرے احوال وارد ہوتے ہیں اس کے بعد عالمِ خلق کے لطائف کی تہذیب فرماتے ہیں اور اس میں بے مزگی و بے کیفیتی پیدا ہوتی ہے۔ خصوصاً مراقبہ کمالاتِ نبوت میں اور اس سے اوپر جو کچھ

ذاتِ بے مثال کی تجلی سے نکلتا ہے۔ تاریکی اور بے خبری بیش از بیش ہے۔ اچھی استعداد رکھنے والے تیز بین اور بلند پرواز شاہباز کو چاہیئے کہ اس مقام سے پھولوں سے دامن بھرے اور ان سمندروں کی گہرائی میں غوطہ لگائے۔ اس مقام پر خواص بھی عوام کی طرح متحیر ہیں۔ سالک کے ظاہر نے جو کچھ باطن کے ادراک سے مرتبہ بے چونی سے حصہ پایا ہے، وہی قاصر ہو جاتا ہے۔ پس دوسرے اس کا کیا ادراک کریں گے۔ کمالات کی یہ نسبت انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کی وراثت ہے۔ جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک ہزار سال گذرنے کے بعد حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَمَالَ ھٰذِہِ النِّسْبَۃِ الْعَالِیَۃِ الْعَزِیْزِ وُجُوْدُھَا وَاَمِتْنَا عَلَیْھَا وَاحْشُرْنَا مَعَھَا وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ بِھَا وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا، قَالَ اٰمِیْنًا (اللہ تعالیٰ ہمیں اس نسبت عالیہ کا کمال عطا فرمائے جس کا وجود کمیاب ہے اسی پر وفات دے اسی کے ساتھ دوبارہ اٹھائے اور اسی کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا)۔

اس نسبت کے حامل کاملین کی گذرگاہ مقام رضا سے اوپر ہے جو سلوک کے دس مقامات سے آگے ہے۔

فرماتے تھے ہم مشائخ کرام رحمہم اللہ علیہم سے محبتِ راسخ رکھتے ہیں اور محبتِ دقیقہ محبت کرنے والے پر محبوب کے عمدہ کمالات کھول دیتی ہے۔ ہر گھڑی محبت کرنے والا محبوب کے رنگ میں رنگا چلا جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

یَفْخُوْلُ عِزَارِیِ الْمَرْءِ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (مرد کے افسوس کرنے کا مقصد اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کرے)۔ قوی امید ہے کہ ہم پیرانِ کبارؒ کے کمالات سے محروم نہیں رہیں گے لیکن اوامر و نواہی کی پابندی ضروری ہے۔ اور اذکار اور اشتغال مراقبات میں فتور پیدا نہ ہو۔ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَ دُوْنَھَا خَرْطُ الْقَتَادِ (جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے ڈٹ جایئے اس کے علاوہ حلوائی کا

نفیس سامان ہے)۔

راقم الحروف عفی عنہ کہتا ہے کہ آپ اسی طرح مقاماتِ مجددیہ اور مراقبات سلوک عبور کراتے تھے ۔ (چنانچہ مقاماتِ مظہری میں مرقوم ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نیا طریقہ بیان کیا ہے اور خود مقامات و کمالات کے طریقے تحریر فرمائے ہیں اس طریقہ کے لوگ ان مقامات و واردات تک پہنچے اور ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی ۔ ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں ہے باقرار ہزاروں علماء و عقلاء تواتر کے ساتھ ان تک پہنچے ہیں ۔ حضرت الٰہیؒ نے ان کے ثبوت کے بارے میں اولیاء اللہ کی بہت سی کتابوں اور رسالوں کے حوالہ سے مفصل بیان لکھا ہے ۔ جیسا کہ خود حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد صاحب کے پوتے شیخ عبد الاحدؒ نے رسالہ شواہد التجدید میں اور اسی طرح کنز الہدایۃ وغیرہ میں حضرت کے خلفاء نے لکھا ہے ۔ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ اور ان کے خلفاء نے اپنے رسائل میں عمدہ بیان لکھا ہے ۔ چنانچہ مولوی وکیل احمد صاحب نے انوارِ احمدیہ میں لکھا ہے ۔

تو نقشِ نقشبنداں را چہ دانی تو شکل و پیکرِ جاں را چہ دانی
گیا ہی سبز داند قدرِ باراں تو خشکی قدرِ باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست حقائقہائے ایمان را چہ دانی

(تو نقشبندوں کے نقش کو کیا جانے ، تو روح کی شکل اور پیکر کو کیا جانے ، سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے ، ابھی تجھے کفر و ایمان ہی کی خبر نہیں ، ایمان کے حقائق کے بارے میں کیا جانے ۔)

سلوک و مقاماتِ مجددیہ کا بیان حضرت شاہ ابو سعیدؒ نے اپنی تصنیف ہدایۃ الطالبین میں ، شاہ رؤف احمد صاحبؒ نے رسالہ مراتب الوصول میں اور شاہ احمد سعید صاحبؒ نے رسالہ انہار اربعہ میں کہ یہ تینوں صاحبان حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے اجلہ خلفاء سے ہیں اور خود حضرت شاہ صاحبؒ نے رسالہ ایضاح

میں لکھا ہے اور دوسرے بزرگوں کی تصانیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ بھی اس باب میں بیشمار ہیں۔ نیز حضرت مولانا مولوی محمد اللہ جوایا صاحبؒ نے اپنے مطبوعہ رسالہ نوری میں پنجابی نظم میں لکھا ہے۔ جناب خانصاحب محمد حسن خان صاحبؒ سلمہٗ ربہٗ نے بھی اردو زبان میں اپنے مطبوعہ رسالہ مسمی مقامات مجددیہ میں اس بارے میں ایک باب رقم فرمایا ہے اور رمضان صاحب کا بیان بھی رسالہ میں مذکورہ مقامات کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ جناب محمد مظہر صاحب نے بھی مقامات احمد سعیدیہ میں مفصل لکھا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقامات مجددیہ کے سلوک میں پہلی سیر لطائف امریہ و خلقیہ میں طالبوں سے اسم ذات کا ذکر کراتے ہیں۔ بعد ازاں نفی اثبات، اس کے بعد نبوت و رسالت اولوالعزم، حقائق انبیاء اور حقائق الٰہیہ کے کمالات سے مراقبہ، احدیت و معیت و اقربیہ، محبت الٰہیہ مسمی الباطن وغیرہ عبور کراتے ہیں لیکن جس طرح ہمارے حضرتؒ طے کراتے تھے اس جگہ یہ مسکین باشارت مجمل طور پر لکھتا ہے۔

قلب: اس کا رب صفت تکوین ہے۔

روح: اس کا رب صفت العلیم ہے۔

سر: اس کا رب شان العلوم ہے۔

خفی: اس کا رب صفت ربوبیت ہے۔

اخفیٰ: اس کا رب ربُّ الارباب ہے۔

نفس: ولایتِ نفس کی ولایت کبریٰ ہے کہ اس طریقہ کا بڑا خاصہ ہے۔

قالب: جب سب قالب ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے اس کو صوفیہؒ نے سلطانُ الذِکر کا نام دیا ہے۔ کتاب تحفۃ الجمال میں لکھا ہے کہ اپنے احوال کا علم ولایت کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ولی گو اپنے احوال نہیں جانتا مگر ایک عالم کو ہدایت کرتا ہے۔ اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ پیر کو ضرور مریدوں کے احوال کا علم ہے۔

اسکے بعد مراقبہ حضور ہوتا ہے۔ کہ دل میں "اَللّٰہُ حَاضِرِیْ وَ نَاظِرِیْ" کا تصور کرے۔ اس ذات

پاک کا جس کا وصف احدیت صرف ہے اس کا فیض لطیفۂ قلب پر آتا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ ال وَّاحِد (پس یقیناً اللہ واحد معبود ہے)

اس کے بعد مراقبہ معیت ہے۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) وہ ذات پاک جس کا وصف بے نظیر اور بے مثال معیت ہے، اس کا فیض لطیفہ قلب پر آتا ہے۔

پھر مراقبہ اقربیت ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم اس کی شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں) وہ ذات کہ جو مجھ سے زیادہ میرے نزدیک ہے، اس کا فیض زیریں دائرہ نفس پر آتا ہے۔

اس کے بعد مراقبہ محبت عامہ ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے) وہ ذات پاک کہ جس کی صفت محبت عامہ ہے۔ اس کا فیض دائرہ نفس پر آتا ہے (ولایت کبریٰ میں تین دائرے اور ایک قوس ہے، پہلے دائرے میں مراقبہ معیت ہے۔ ولایت کبریٰ میں تین دائرے اور ایک قوس ہے پہلے دائرے میں مراقبہ معیت ہے۔ ولایت کبریٰ ولایت نفس سے عبارت ہے کہ جو اس طریقہ عالیہ کی خصوصیت ہے)۔

اس کے بعد مراقبہ مسمی الباطن ہے اس ولایت کو ولایت علیہ کا نام دیتے ہیں۔ جیسا کہ رسالہ ملہمات احمدیہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ ذات پاک کہ جسکی صفت باطن ہے۔ اس کا فیض عنصر خاک کے سوا تین عناصر پر آتا ہے (اسم الباطن کے وقت سالک اسمائے ذاتی میں ہوتا ہے (فوائد عثمانی ص ۴۶)

اسکے بعد مراقبہ کمالات نبوت ہے (کہ اس مراقبہ کو سیر تجلیٔ ذاتی دائمی کہتے ہیں، ملہمات احمدیہ میں بھی لکھا ہے) وہ ذات پاک کہ جو تمام پچھلے اعتبارات سے معرا ہے کیونکہ تمام کمالات نبوت اسی سے آ رہے ہیں۔ اسکا فیض عنصر خاک پر آتا ہے۔

اسکے بعد مراقبہ کمالات رسالت ہے کہ رسالت کے کمالات اسی سے نکل رہے ہیں اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے (ہیئت وحدانی عالم امر و خلق کے لطائف کے اوپر سب کا مجموعہ ہے کہ سالک کے جسم اور روح کے مناسب ایک نقطۂ شرط ہے بہ سبب فیض اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔

ترا از کنگرۂ عرش می زنند صغیر — ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتادی

(تجھے عرش کے کنگرہ سے آواز دیتے ہیں۔ تجھے معلوم نہیں کہ اس دام گاہ میں تو کیوں گرا؟)

اس کے بعد مراقبہ کمالات اولو العزم ہے۔ اس ذاتِ پاک کا فیض، کہ جس سے ولو العزم کے کمالات نکل رہے ہیں ہیئتِ وجدانی پر آتا ہے۔

پھر مراقبہ حقیقتِ ابراہیمیؑ ہے۔ اس ذاتِ پاک کا فیض کہ حقیقت ابراہیمیؑ جس سے کل رہی ہے، ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔ وَھُوَ عِبَادَۃٌ عَنِ الْخِلَّۃِ (اور وہ لّت سے عبارت ہے)

اس کے بعد حقیقتِ موسوی کا مراقبہ ہے اس ذات پاک کا فیض کہ حقیقتِ موسوی س سے نکل رہی ہے، ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔

بعدازاں مراقبہ حقیقتِ محمدی ہے۔ اس ذات پاک کا فیض کہ جس سے حقیقتِ محمدی کل رہی ہے ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔ وَھُوَ عِبَادَۃٌ عَنِ الْحُبَّۃِ الذَّاتِیَۃِ مُمْتَزِجَۃٌ بِالْمَحْبُوْبِیَۃِ (اس سے مراد ذاتی محبت ہے جو محبوب سے ملی ہوتی ہے

اس کے بعد مراقبہ حقیقتِ احمدی ہے۔ اس ذات پاک کا فیض کہ حقیقتِ احمدی اس سے نکل رہی ہے۔ ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔ ھُوَ عِبَادَۃٌ عَنِ الْمَحْبُوْبِیَّۃِ الصِّرْفَۃِ (اس سے مراد خالص محبوبیت ہے۔)

اس کے بعد مراقبہ حُبِّ صِرفہ، اس ذات پاک کا فیض کہ حُبِّ صِرفہ اس سے نکل رہی ہے ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔ وَھُوَ عِبَادَۃٌ عَنْ اَصْلِ الْحَقَائِقِ السَّابِقِ (اس سے مراد حقائق سابق کی اصل ہے۔) اس کے بعد مراقبہ حقیقت کعبۃ اللہ ہے۔ اس ذات پاک کا فیض کہ حقیقت کعبۃ اللہ اس کی صفت سے نکل رہی ہے ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔ وَھُوَ عِبَادَۃٌ عَنْ کِبْرِیَاءِ الْعَظْمَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ (اس سے مراد عظمت الٰہیہ کی بڑائی ہے۔)

پھر حقیقتِ قرآن کا مراقبہ ہے۔ اس ذاتِ پاک کا فیض کہ حقیقت قرآن اس کی صفت ہے ہیئت وجدانی پر آتا ہے۔ وَھُوَ عِبَادَۃٌ عَنِ الْوُسْعَۃِ الْبیچونیہ (اس سے وسعت بیچونیہ مراد ہے۔) رسالہ ہدایت الطالبین (ص ۳۹) میں شاہ ابوسعید مجددیؒ نے مراقبہ حقیقتِ قرآن کے بیان میں لکھا ہے کہ اگر کسی خوش خوان

شخص سے قرآن مجید سُنا جائے تو ولایات کی نسبت ظہور کرتی ہے۔ اگر کسی ٹھیک پڑھنے والے سے سُنا جائے تو حقائقِ فوقانی ظہور کرے گی کیونکہ اچھی آواز کے سات قلب کو جو مناسبت ہے بلاشک ظاہر ہوگی۔ اگر صحتِ الفاظ، صحیح مخرج و ادائیگی حروف اور ترتیل سے قرأت کرے، اگرچہ آواز اچھی نہ ہو، ناگزیر طور پر وہ حقائق جلوہ دکھائیں گے

پھر مراقبہ حقیقتِ صلوٰۃ ہے۔ اس ذاتِ حق کا فیض کہ جس کی صفت حقیقت صلوٰۃ ہے، ہیئت وجدانی پر آتا ہے وَهُوَ عِبَادَةٌ عَنْ كَمَالِ الْوُسْعَةِ الْبِيچُونِيهِ (اس سے وسعتِ بیچونیہ کا کمال مراد ہے۔)

(حضرتؒ مراقبۂ حقیقتِ صلوٰۃ کی بشارت کے سلسلہ میں فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا معراج کی رات کو عرش سے گذرے اور بلند عروج حاصل ہوا۔ اللہ جلّ شانہٗ کی جانب سے آواز آئی۔ قِفْ يَا مُحَمَّد فَاِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّيْ (اے محمد ٹھہر کیونکہ تیرا رب صلوٰۃ ادا کر رہا ہے۔) ۔ اسی طرح فتاویٰ عزیزی جلد دوم میں ص۷۵ پر موجود ہے۔ وَنَدَّ الْمُنَادِىْ حِيْنَ اسْتَوْحَشَ بِلُغَةِ اَبِىْ بَكْرٍ قِفْ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّيْ (جب آپ نے تنہائی محسوس کی تو پکارنے والے نے ابوبکرؓ کی آواز میں پکارا۔ اے محمد ٹھہر، تیرا رب صلوٰۃ ادا کر رہا ہے۔) اس کے بعد مراقبۂ معبودیۂ مطلقہ ہے۔ اس ذاتِ پاک کا فیض کہ معبودیہ مطلقہ جس کی صفت ہے، ہیئت وجدانی پر آتا ہے

اپنے مرتیؒ سے مراقبات نقشبندیہ اور مقامات مجددیہ حاصل کرنے اور عبور کرنے کے دوران میں ان کے فوائد کی الگ الگ کیفیت بعض طالبان پر مکاشفہ کے ذریعہ کھلتی ہے۔ وہ جان لیتے ہیں تو اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے مقاماتِ مظہری میں اپنے مرشد کے احوال میں اس طرح لکھا ہے حضرت مرزا جان جاناں نے فرمایا ولایاتِ ثلثہ، ان کی وارداتِ علوم اور کیفیات حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ سے بفضلِ الٰہی حاصل ہوئیں۔ اور کمالات ثلثہ اور ساتوں حقائق وغیرہ۔ حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ سے سات سال کے عرصہ کے دوران میں سیکھے۔ اس کے بعد دوسری بار ایک سال کی مدت میں ابتداء سے انتہا تک

بسیرِ مرادی تمام مقامات سے گذارا۔ اور ہر مقام کے حالات وکیفیات میں دوسری قوت پہنچی اور ان کیفیات کا ذکر فرماتے تھے جو مقامات عالیہ مجددیہ میں وارد ہوتی ہیں۔ توحید کی واردات کا ظہور اور ذوق وشوق ولایات میں تھا۔ ان مقامات میں تمام احوال ومواجید زائل ہوگئیں۔ عشق ومحبت کا جوش وخروش جو تجلّیاتِ صفاتی کی مقتضیات میں سے ہے، تجلّیات ذاتی کی سطوت کے سامنے کمزور پڑ گیا۔ اور احتیاج وعبودیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہُوا۔ ظِلّیّت کے ربط کے ساتھ اتحاد وعینیت کی نسبت کہ جہان کو اپنے بنانے والے کے ساتھ ثابت دکھاتی ہے، حضرت ذات سبحانہٗ کی از حد تنزیہ سے مسلوب ہوگئی۔ یہ سب حال میں سکر کے غلبہ کا شعبدہ تھا۔ اور اس مرتبہ میں نسبتِ بندگی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہے مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (کہاں مٹی اور کہاں رَبُّ الارباب) اس جگہ کے حقائق ومعارف اسلام کے سچے عقائد اور شرعی احکام ہیں اور ان پر یقین سے اتصالِ بے کیف، احوال بیرنگ اور لطافت نسبت حاصل مقصود ہے۔ جیسا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں بیان فرمایا ہے کہ ان مقامات میں ہر مرتبہ میں بے کیفی وبے رنگی حاصل ہوئی۔ اور اس سے نیچے کے مقامات میں فیوض کا ورود۔ جو موٹے قطرے والی بارش کی طرح تھا۔ اس جگہ لطائف سے کھنچ کر آخر میں شبنم کی طرح ہوگیا۔ نہایت بے رنگی کی وجہ سے حضرتؒ کی توجہات کی برکات کمتر سمجھ میں آتی ہیں بلکہ اُن کی صحبت میں آخر میں ایک گونہ صفائی حاصل ہوجاتی تھی۔ اور کوئی ذوق اور کیفیت نہ رہی۔ فقیر نے ان کیفیات کے نہ پائے جانے کے بارے میں جناب شیخ محمد عابد سنامیؒ سے عرض کی تو اُنہوں نے فرمایا "اس راہ پر کوئی اندیشہ دل میں نہ لانا چاہیئے، فیضانِ الٰہی پہنچتا رہتا ہے اگرچہ نہایت بیرنگی کی وجہ سے ادراک میں نہیں آتا۔ حوض جب تک خالی ہو، آواز دیتا ہے اور اس میں پانی معلوم ہوتا ہے۔ جب لبریز ہو جاتا ہے اور پانی اوپر تک آجاتا ہے تو پھر اس میں پانی آتا بھی رہے ہے مگر شور اسمیں نہیں رہتا"

مقاماتِ مظہری میں بھی لکھا ہے، فرماتے تھے کہ فیضِ الٰہی بے نہایت ہے اور استعداد کے مقتضا کے مطابق ہر ایک ولی سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنیوالوں

کو اپنی حکمتِ بالغہ سے کمالات عنائت فرمائے کہ پہلے آنے والوں سے ان تمام علوم و فیوض کی روایت نہیں ملتی۔ انبیاء علیہم السلام میں تفاضل ثابت ہے۔ اولیاء میں بھی ایک کی دوسرے پر فضیلت ثابت ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ جن مقامات کا امتیاز رکھتے ہیں اس بنا پر اس طریقہ سے فائدہ اٹھانے والے ان درجات و حالات تک پہنچے ہیں اور انہوں نے ان علوم و کیفیات کا اقرار کیا ہے۔ اس مقام پر کوئی شبہ نہیں رہتا کہ خبر متواتر مفید، سچی اور قابلِ یقین ہوتی ہے۔ جو شخص ان مقامات پر نہیں پہنچا، اپنے جہل کی وجہ سے ان سے دُوری محسوس کرتا ہے اور معذور ہے۔ پھر لکھا ہے کہ اس طریقہ میں اجازت، مرتبہ دوامِ حضور، فنائے قلب، تہذیبِ اخلاق اور اتباعِ سنّت پر استقامت کے حصول کے بغیر نہیں ہوتی۔ اسی طرح فوائد عثمانی میں مکتوب دہم میں اجازت کے بیان میں یوں مفصل لکھا ہے۔ اور یہ ادنیٰ اجازت ہے اور اوسط درجہ اس کا فنائے لطیفۂ نفس کی اہلیت، سالک کے وجود پر انا کے لفظ کے اطلاق کا زوال اور نسبت کے انوار کا تموّج ہے۔ اجازت کا اعلیٰ درجہ لطیفہ نفس و قلب کے فنا و بقا کے شرف کا حصول، لطائف عالم خلق کی تہذیب ہے کہ اس مرتبہ میں طلب و کمال کے لئے بیقراری میں تسکین، باطن کا اطمینان اور وَھُوَ اَلَمُ مَا جَاءَ بِهِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم (وہ ایسا درد یا تڑپ ہے جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے) کا اتباع حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ان مراتب میں سے کسی ایک کی بے حصولی کے ہوتے ہوئے اجازت دینا مجاز کو مغرور بنانا اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ منہ۔

جناب سعید احمد کی تالیف تحفۃ الجمال میں جو میر نعمان کے نواسوں میں سے تھے، لکھا ہے کہ طریقہ کی تعلیم کی اجازت دو قسم کی ہے ایک تو یہ ہے کہ کامل کامل کو خلافت دے، شیخ کی جگہ پر بٹھائے۔ اس میں نہ کوئی بات درمیان میں ہے نہ کوئی شرط۔ دوسری یہ ہے کہ کامل ناقص کو اجازت دے یہ بھی شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ شیخ کامل مکمل پر منتہی مرید کو اجازت دینا واجب ہے۔ کہتے ہیں: مخفی نہ رہے کہ مشائخ کی خلافت جو اس ملک میں مروّج ہے، سات قسموں کی ہے۔ ان میں سے بعض مقبول اور بعض مجہول ہیں، جیسا کہ ذکر

کیا گیا ہے تاکہ اس فن کے طالب پر اس کا فائدہ روشن ہو جائے۔

اول اصالۃً ، دوم اجازتہً ، سوم اجماعاً ، چہارم وراثتاً
پنجم حکماً ، ششم تکلیفاً ، ہفتم اویسیاً

اصالۃً یہ ہے کہ کامل امرِ الٰہی سے ایک کو اپنا خلیفہ بنائے اور اپنا جانشین کرے۔ خلافت کی اس قسم کو جو امرِ الٰہی سے واقعۃً مرشد کامل مکمل کی جانب سے ہوتی ہے صوفیانِ باصفا اسے خلافتِ الٰہی بھی کہتے ہیں۔

اجازتِ رضائی یہ ہے کہ شیخ مرید کو کام کے قابل دیکھ کر خواہ وارث ہو خواہ بیگانہ اپنی رضا و رغبت سے خلیفہ بنائے جیساکہ جمہورِ مشائخ کی رسم ہے۔ اس نوعِ خلافت کو خلافتِ رضائی بھی کہتے ہیں۔

اجماعاً یہ ہے کہ شیخ نے اس عالم سے انتقال کیا اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا۔ قوم و قبیلہ کسی وارث یا مرید کو اس کی خلافت کے لئے تجویز کریں۔ یہ عام رسم ہے مگر یہ خلافت مشائخ کے نزدیک روا نہیں ہے اور خلافت کی اس قسم کو خلافتِ افترائی بھی کہتے ہیں کیونکہ اجماع کرنے والے اگر مذکورہ وارث کے برعکس خود جانشینی کے لئے مرتبۂ ارشاد پر پہنچے ہوئے ہوں تو ان میں سے ایک کی اجازت کافی ہے، اجماع کی حاجت نہیں۔ اور اگر مذکورہ مرتبہ تک نہیں پہنچے تو اجازت و خلافت ناقصوں کو کیا نفع بخشے گی۔

وراثتاً یہ ہے کہ شیخ اس جہاں سے گذر گیا اور کوئی خلیفہ اپنی جگہ پر نہ چھوڑا۔ ایک وارث جو اس امر کے لائق تھا۔ سجادہ پر بیٹھ گیا اور خود ہی خلیفہ بن گیا۔ اس نوع کو مشائخ نے قبول نہیں کیا اور اگر احیاناً وہ شیخ اس کو باطن میں حکم فرمائے تو روا ہے کہ صوفیا کے نزدیک باطن کا حکم جائز ہے لیکن چونکہ ظاہر میں اس خلافت کی اسناد منقطع ہیں اور بظاہر شیخ نے اسے مجاز نہ کیا اس لیے یہ خلافتِ انقطاعی ہوگی۔ اس سے چنداں فائدہ بھی نہ ہوگا۔

حکماً یہ ہے کہ جیسے کوئی بزرگ تھا، اس نے وفات پائی۔ لیکن اس نے کوئی جانشین مقرر نہ کیا۔ اس کے وارثوں نے ایک دوسرے سے جھگڑنا شروع کر دیا۔ بادشاہ

وقت نے ایک وارث کو لائق جان کر خلافت کے لئے چن لیا۔ خلافت کی یہ قسم اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر کی) کے حکم پر جائز دکھائی دیتی ہے بشرطیکہ والیٔ امر یعنی بادشاہِ وقت صاحبِ نسبتِ باطن اور ناقصوں کی تکمیل کے لائق ہو۔ اگرچہ ظاہر میں سلطنت و بادشاہت بھی رکھتا ہو اور اگر والیٔ امر نسبتِ باطن نہ رکھتا ہو تو اس کی اجازت کچھ نہیں۔

تکلیفاً یہ ہے کہ اگر کسی مرید نے سفارش کرا کر یا دوسرے کی مدد سے یا خود اپنی مزاحمت سے خلافت پائی تو یہ خلافت رَوا نہ ہوگی اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہ ہوگا۔ لیکن اس خلافت کا عدم جواز علی الاطلاق نہیں ہے کیونکہ اگر مرید دوسروں کی تکمیل کے لائق ہوگیا ہو تو جس طرح بھی خلافت حاصل کرے وہ مستحق ہے۔ ایسے شخص کو اگر پیر خلافت نہ دے تو یہ اس کی کم توجہی ہے۔ اگر مذکورہ لیاقت نہ رکھتا ہو تو جس طرح بھی خلافت ملی ہو کسی شمار میں نہیں۔ لہٰذا اس گروہ کے بعض محققین نے کہا ہے کہ دراصل خلافت یہی ہے کہ جس وقت مرید تزکیہ و تصفیہ سے وہم کے حجابات ہٹا دے، کمال کے مدارج طے کرے، دوسروں کی تکمیل کی اہلیت پیدا کرلے اور مکمل طور پر فانی فنا ہو جائے تو اللہ سبحانہ کے نزدیک وہ خلافت کا مستحق ہو جاتا ہے پس اسے خداوند جل سلطانہ بغیر کسی واسطہ کے اپنا خلیفہ اور اپنے نبی کا نائب بنا دیتا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد طالب حق تعالیٰ کا خلیفہ ہو جاتا ہے اور کسی کی جانشینی کا محتاج نہیں رہتا۔ مذکورہ مقام تک پہنچنے سے پہلے اگر ہزار خلافت بھی اُسے دیں تو وہ خلیفہ نہیں ہوتا۔ اُویسیاً یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی روح سے جس نے اس عالم سے انتقال کیا ہو، تربیت پائے اور خلافت پالے۔ اس قسم کی خلافت کو پہلے زمانہ کے بزرگوں نے روا رکھا ہے لیکن اس خلافت کے ظاہر میں شیخ سے ارتباط نہیں ہوتا اور ظاہر کے لحاظ سے منقطع الاسناد ہوتی ہے پس چنداں اعتبار کے قابل نہیں ہوتی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ باوجودیکہ خیر التابعینؒ تھے مگر چونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی، صحابی نہ ہوئے اور درجات صحابہؓ سے ایک درجہ کم کہ جو تابعینؒ کا درجہ ہے، شمار ہوئے۔ اس

لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی ظاہری صحبت نہ پانے کی وجہ سے خیر القرون کے زمرہ میں شمار نہ ہوئے بلکہ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ کی لڑی میں داخل ہوئے یعنی خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (زمانوں میں سے بہترین میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہوں) دوسرے اویسیوں کا حال اس سے قیاس کرنا چاہیئے۔ پس پورے فائدے شیخ کی صحبت میں ہیں۔ جس قدر صحبت زیادہ ہو، فائدہ بکثرت اور بکمال ہوتا ہے۔

یہ تو خود ظاہر ہے کہ نسبت کے حصول یعنی شیخ کے ساتھ مناسبتِ روحانی معنوی کے بغیر صرف ظاہری مصاحبت نامقبول اور زیادہ بے اعتبار ہے اور جو کچھ معتبر ہے وہ ظاہری و باطنی مصاحبت و مناسبت دونوں کا حصول ہے۔ مرید کو اگر اپنے شیخ مقتداء کے ساتھ ظاہری و باطنی مناسبت حاصل نہیں ہوتی تو وہ مرید کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب شیطانی و رحمانی خطرہ کے درمیان فرق کی شناخت حاصل ہو جائے تو شیخ پر لازم ہے کہ اسے خلافت دے دے۔ اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جب شیخ کسی کو خلافت دینے پر مامور ہو تو حق تعالیٰ یا حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یا خود اپنے شیخ کی جانب سے اس پر لازم ہے کہ وہ مرید کو خلافت دے جیسا کہ جناب محمد حسنؒ نے ملفوظات میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت قصوریؒ نے مجھے (خواجہ للّٰہی کو) کلاہ بخشی تو فرمایا کہ میں نے حضرت شاہ صاحب دہلویؒ سے عرض کیا کہ فلاں شخص محبتِ عالیہ کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کلاہ دے دو۔

ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ جب پیر مرید کے معاملہ میں بھلائی دیکھے تو جائز ہے کہ اس کو خلافت دے دے۔ بعض کا کہنا ہے کہ شیخ کا اذن مرید کے لئے دو قسم کا ہوتا ہے ایک مستقل طور پر کہ اس کو مستقل خلیفہ بنا دے تاکہ اصولی طور پر خلق خدا کی رہنمائی کرے اور دوسری قسم سفارت کی طرح ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ مرید کو حکم دے، وہ اس کی جانب سے یا میری جانب سے نیابت کے طور پر لوگوں کی بیعت لے اور شجرہ بھی پیر کی طرف سے دے اور اپنا نام اس میں نہ لکھے۔ پس وہ لوگ جو اس کی بیعت کریں گے

تو دراصل وہ اُسی شیخ کے مرید ہوں گے اور اُس کی حیثیت سفیر سے زیادہ کی نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر مرید استقلالی خلافت کے ساتھ خلیفہ بنے تو وہ شجرہ اپنی طرف سے دیتا ہے اور اس میں اپنا نام لکھتا ہے۔

مشائخ میں سے بعض نے خلافت دو قسموں میں تقسیم کی ہے۔ صغریٰ و کبریٰ۔ صغریٰ یہ ہے کہ پیر مرید کی ریاضت اور مجاہدہ کو دیکھ کر حُسنِ ظن کی بنا پر خلافت سے نوازے۔ اور کبریٰ یہ ہے کہ شیخ کے دل پر بار بار کسی ایک کو خلافت عطا کرنے کے لئے الہام کا ظہور ہو۔ اگر اس کا خطرہ دل سے دور کرنا چاہے تو دُور نہ ہو۔ یہ خلافت کبریٰ ہے کہ شیخ اس کو بے واسطہ خلافت عطا کرنے پر حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔

مناہج میں منہجِ اول میں لکھا ہے کہ مشائخ سلسلہ یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ وغیرہم خود کو اربابِ علم اور مریدوں کو اربابِ جہل کہتے ہیں۔ پس اس بناء پر وہ مریدوں کو فنائے قلب، ولایت صغریٰ و کبریٰ علیا اور کمالات نبوت وغیرہ کی بشارت دیتے ہیں اور اگر مرید ان سے کہتے ہیں کہ ہم اس بارے میں کوئی چیز نہیں دیکھتے اور نہیں جانتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ تم اربابِ جہل میں سے ہو۔ تمہیں اپنے کمالات کے بارے میں یا خود اپنے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا، چونکہ ہم ارباب علم ہیں، تمہاری ترقیات کے مقامات کے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔ اور حق کا اظہار کرتے ہیں۔ کیونکہ مرید ظلال کے پردوں سے محجوب ہوتا ہے اور اسے استقلال حاصل نہیں ہوتا، اس لیے اپنے احوال کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اور اسے اپنے حال کی خبر نہیں ہوتی۔ پیر کی آنکھ چونکہ مستقل مشاہدہ کے نور سے روشن ہوتی ہے اس لیے وہ مرید کے سب احوال سے بے کم و کاست، بے زیادت و نقصان مطلع ہوتا ہے۔ بزرگوں نے رہبری کرتے ہوئے مریدوں کو منزل مقصود کے نشانات بتائے ہیں۔ چنانچہ پیر، مرید کی تھوڑی تھوڑی آنکھیں کھول کر اُسے حقیقت کے مشاہدہ کے قابل بناتا ہے اور اسے علم و مشیخت کے رتبہ کے لائق بنا دیتا ہے۔ یہ لے جانا جذب اور توجہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جس کا تعلق شیخ کی ہمت سے ہے۔ دوسرے جاننا چاہیے کہ مرید کے لئے ضروری ہے،

وہ جو کچھ نیند میں یا عالم واقعہ و مکاشفہ میں دیکھے، من وعن شیخ سے کہہ دے۔ اگر اس کی خدمت میں حاضر ہو تو اسے بتا دے یا شیخ کے خلیفہ سے یا اس کے دوستوں میں سے کسی سے اگرچہ اسے خلافت کا شرف حاصل نہ ہوا ہو لیکن اس قسم کے امور کو جانتا اور سمجھ سکتا ہو، کہہ دے۔ اور اس کا حل یا تعبیر ان سے یعنی شیخ یا خلیفہ یا دوسرے دوست سے تلاش کرے تاکہ مغالطہ میں پڑکر ہلاکت کے گڑھوں میں نہ جا گرے۔ اور اس کا قدم پھسل نہ جائے۔ اگر ان سے دور ہو تو لکھ کر ان پیچیدگیوں کو کھولنے اور مشکلات کو حل کرنے کے بارے میں چارہ کرے اور دوسرے لوگوں سے اور عام پیر بھائیوں سے بھی بات نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اس قول میں یَا بُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاكَ عَلٰی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا (اے میرے بیٹے، اپنا خواب اپنے بھائیوں سے مت بیان کر، پھر وہ تیرے لئے کچھ نہ کچھ فریب بنا دیں گے۔) منع کیا گیا ہے"۔

مکتوب دوبیست و بیست[۲۲۲] و دوم (جلد اول) میں مجدد صاحبؒ نے خواجہ محمد اشرفؒ کو لکھا ہے کہ "رابطہ کا حصول مکمل مناسبت پر مبنی ہے اور غیبت کے وقت اس کو بڑی نعمتوں میں شمار کریں تاکہ رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ دلوں کی قربت پر اکتفا کریں۔ اس قربِ دلی کے باوجود ظاہری قربت کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں کہ تمام نعمت کا تعلق اسی قرب (صحبت) سے ہے۔ خواجہ اویس قرنیؓ چونکہ قربِ قلوب کے باوجود جسمی قرب نہ رکھتے تھے اس لیے اس جماعت کے نچلے درجہ تک بھی نہیں پہنچے جو قربِ ابدان رکھتے تھے۔ لہٰذا اگر وہ سونے کا پہاڑ بھی اللہ کی راہ میں دے دیں تو ان کے جو کے ایک مُد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا"۔

* * *

حضرت خواجہ للّٰہیؒ کی عبادات و عادات، اوراد و وظائف وغیرہ اور معاملات

معمولات:

حضرت ہر حال میں رات کے آخری تیسرے حصہ میں اکثر خوابِ مشاہدہ سے بیدار ہو جاتے، دعاؤں سے فارغ ہو کر بیت الخلاء میں جو حویلی شریف میں مسقف بنی ہوئی تھی۔ تشریف لے جاتے تھے پہلے بایاں پاؤں اندر رکھتے اور باہر آتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں باہر لاتے تھے۔ بعد ازاں پوری کوشش سے آداب کے ساتھ مسواک کے ساتھ وضو و غسل وغیرہ کر کے مسجد میں نمازِ تہجد ادا کرتے جن میں لمبے قیام کے ساتھ بارہ رکعتیں پڑھتے۔ پھر مسجد میں ہی کتابوں کے مطالعہ، مراقبہ و حلقہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ تمام وقت مسجد میں اعتکاف کی نیت کے ساتھ رہتے جس کی نیت اس طرح ہے نَوَیْتُ اَنْ اَعْتَکِفَ مَادُمْتُ فِیْهِ (میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک اس میں رہوں) یا نیت یوں بھی ہے جیسے رسالہ وظائفِ یومی و لیلی حضرت مجدد الف ثانیؒ میں لکھی ہے۔ نَوَیْتُ اَنْ اَعْتَکِفَ مَادُمْتُ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ (میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک اس مسجد میں رہوں) نیز حضرت ہر وقت اور ہر جگہ دو زانو ہو کر بیٹھتے جیسے التحیات پڑھتے ہوئے نماز میں بیٹھتے ہیں۔ اور اس طرح کا بیٹھنا کتب معتبرہ کی رو سے افضل ہے۔ اس طرح کے بیٹھنے کو پسند کرتے تھے۔ یوں بیٹھنے کے فوائد اصطلاحِ صوفیہ میں بھی لکھے ہیں۔ اور مربع بیٹھنے کے بیان میں بھی رسالہ مفتاح الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔ اسی طرح انواع حافظ برخوردار میں ص ۲۴۶ پر، انواع بارک اللہ میں ص ۱۵ پر اور رسالہ وہاب تعبیریہ میں اور سلسلۃ الاولیاء میں بھی اس کا بیان موجود ہے۔

ہمیشہ اس طرح بیٹھنے کے سبب سے حضرت کے پاؤں کی پشت مبارک پر نشان پڑ گیا تھا۔ مگر کبھی تھوڑی دیر کے لیے مربع بھی بیٹھتے تھے۔ بعد ازاں گاہے گاہے نمازِ تہجد

ادا کرنے کے تھوڑی دیر بعد مسجد کی اسی صف پر حضرت اونگھ لیتے تھے۔ اور پھر جلد اُٹھ کر مسنونہ ترکیب سے مسواک کرتے ہوئے اور ہر عضو کو دھوتے وقت کلمہ شہادت اور درود یاد عائیں پڑھتے ہوئے وضو فرماتے تھے اور جب فجر کا وقت روشن ہو جاتا تو فجر کی سنتیں محراب مسجد میں پڑھ کر خود فجر کی نماز میں امام بنتے۔ لمبے قنوت سے سورۃ دَهر وَالمُرسَلات اور ان کی مانند اور کبھی سورہ وَالنَّازِعَات اور عَبَسَ پر بھی اکتفا کرتے تھے۔ نماز کو کمالِ خشوع و خضوع اور تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور سلام کے بعد دائیں طرف سے مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اس وقت یہ دعائیں پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (اے اللہ تو اپنی یاد اپنا شکر اور اپنی بہترین عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔) بعد ازاں سبحان اللہ ۳۳ تینتیس بار الحمد للہ ۳۳ تینتیس بار اور اللہ اکبر ۳۴ چونتیس بار اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی حکومت ہے۔ تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس کے قبضہ میں بھلائی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے) ۔ ایک بار۔ یہ پڑھ کر ہاتھ اٹھاتے اور دعا فرماتے تھے۔ ہر دعا کے وقت تین بار رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی اور آخرت میں اچھائی عطا کر اور آگ کے عذاب سے بچا) کی تکرار کرتے تھے۔ اس موقع پر ہاتھ اٹھانے کی سند فتاوٰی عبد الحق جلد دوم ص۴۰۶ پر لکھی ہے۔

فجر کے ورد کے بعد جو استغفار و فاتحہ و اخلاص ہے، مذکورہ ترکیب سے اکیلے پڑھ کر درویشوں کے حلقہ میں توجہ کرنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔

جاننا چاہیئے کہ توجہ کرنے کی سند بہت کتب و رسائل میں لکھی ملتی ہے خصوصاً تفسیر عزیزی کی جلد آخر میں سورۂ اِقرا کی تفسیر میں خواجہ باقی باللہ کے بیان کے ساتھ ص۳۲۱ پر مرقوم ہے اور اقسامِ توجہ میں بھی فتاوٰی عزیزی جلد دوم ص۱۱۳ پر چار قسمیں لکھی

ہیں۔ ایسی ہی بات رسالہ سلوک مقاصدُ السالکین میں مثال اور مضبوط سند کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ میں نے بھی اس رسالہ کے آخر میں کسی ورق پر کچھ اشارۃً اس بارے میں لکھا ہے۔

حلقہ کرنے میں اکثر ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت گزر جاتا تھا۔ کبھی کم ہوتا اور کبھی زیادہ ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اسی حالت میں سورج بلند ہو جاتا تھا۔ جب حلقہ ختم ہوتا تھا تو لفظ الحمد للہ درمیانی بلند آواز سے کہتے، ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اُٹھ کر اسی جگہ جہاں فجر کے فرض ادا کئے تھے، دو سلام کے ساتھ چار رکعت نماز نفل اشراق پڑھتے اور اس عمل کی فضیلت، کہ جہاں آدمی بیٹھا ہو انہی قدموں پر اشراق پڑھے جائیں، شیخ عبدالحق دہلویؒ کی تصانیف سے بیان فرماتے تھے (فتاویٰ برہنہ میں ص ۲۸۹ پر مرقوم ہے مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةً ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلَّاةٍ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا حَرَّمَ اللّٰهُ جِلْدَهٗ عَلَى النَّارِ كَمَا فِي الْكَنْزِ جو شخص فجر کی نماز با جماعت ادا کرے پھر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج نکل آئے پھر دو یا چار رکعت نماز ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کھال آگ پر حرام کر دیگا۔ بحوالہ کنز)

حضرت اس عمل کو تمام عمر سفر و حضر میں ادا فرماتے رہے۔ بعد ازاں اسی جگہ پر قبلہ رُو ہو کر حضرت ایک بار اسی ترتیب سے جیسے لکھی گئی ہے، دعائے حزب البحر اور دیگر ادعیہ مسنونہ کے پڑھنے میں مشغول ہو جاتے پھر مسجد میں ہی علوم دینیہ کے پڑھانے میں مصروف ہو جاتے اور اسی جگہ پر بیٹھے بیٹھے مختلف امراض کے لئے تعویذات لینے والے ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری فرماتے تھے۔

تعلیم دینے میں حضرت کی روش اس طرح تھی۔ کہ اگر طالب علم سطحی قسم کا ہوتا تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے تھے۔ ظاہر میں اس کی طرف متوجہ ہوتے لیکن باطن میں اپنے احوال میں مستغرق ہو جاتے۔ اگر کوئی سمجھدار اور ذہین طالب علم ہوتا تو تیاری کر کے پڑھاتے، بالکل اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ جب تک مسائل کی گرہ کھل نہ جاتی، تحقیق کا بیان جاری

رکھتے۔ اگر بہت وقت بھی گذر جاتا تو چھوڑ کر نہ اُٹھتے۔ اکثر شرحوں اور حواشی کی جانب رجوع فرماتے تھے۔ اور کتاب کی بحث سے ہٹ کر تقریریں نہیں کرتے تھے۔ آپ مختصر بات کرنا پسند فرماتے تھے۔ کتب معقول، منطق و حکمت اور فلسفہ، حواشی کی مدد کے ساتھ بڑی کوشش سے پڑھاتے تھے اور کُتب تفسیر و حدیث و فقہ و اصول کا متانت اور سنجیدگی سے درس دیتے تھے لیکن کئی بار حضرت فرماتے تھے کہ منطق و حکمت اور فلسفہ کی کتابوں میں سراسر ظلمت اور کدورت ہے لیکن ہم نیک نیتی سے اس علم کو پڑھاتے ہیں، کوئی ایک گھنٹے کے بعد یہ ظلمت و کدورت مشائخ کرام کے فیض سے مجھ سے رفع ہو جاتی ہے۔ مگر کُتب حدیث و فقہ و اصول اور کُتب تصوف میں محض فیض اور نورانیت ہے کہ وہ نورانیت قلب کو لذت اور برکت عطا کرتی ہے۔

نمازوں کی اذان سننے کے بعد جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے ہاتھ اُٹھا کر درود شریف اور پھر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ط (اے اللہ، اس دعوت کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک، تُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرمادے اور ان کو اُس مقام محمود تک پہنچا دے جس کا تُو نے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا)

دن نکلنے کے بعد کوئی تین گھنٹے گذر جاتے تو حضرت اپنے گھر تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے، بہت کم کھاتے تھے، غالباً دو وقت میں ایک بار سے زیادہ نہ کھاتے تھے۔ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھوتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بلند آواز سے پڑھ کر شروع کرتے اور فراغت کے بعد یہ دعا اور تسبیح پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنَّا وَلَا قُوَّةٍ (تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں سیر کیا اور سیراب کیا اور ہماری کسی تدبیر اور قوت کے بغیر ہم پر انعام کیا) اس دعا کے فوائد مکتوبات خواجہ

محمد معصوم جلد دوئم مکتوب پنجاہ ۵۱ و یک میں لکھے ہیں۔ کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس دعا کے پڑھنے سے پہلے اور بعد کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اسی طرح مقاماتِ معصومی میں صہ ۱۶۵ پر لکھا ہے اور یہی کچھ تحفۃ الجمال میں صہ ۶۵ پر کہ کھانے کے آخر میں یہ دعا ضرور پڑھنی چاہیئے۔ بعد ازاں جب حضرت تناول طعام سے فارغ ہوتے تو جس طرح پہلے ذکر ہوا، اسی جگہ عورتوں کا حلقہ کرتے تھے اور توجہ کرنے میں مشغول ہوجاتے تھے۔ پھر مسجد شریف میں آکر دو تین سبق طالب علموں کو پڑھاتے اور اپنی مسجد میں یا میاں بھولا والے حجرۂ مقدسہ میں سنت کے مطابق قیلولہ کرتے تھے۔

اس کے بعد اُٹھ کر بیت الخلاء سے فارغ ہوکر مسواک اور دعاؤں کے ساتھ جیسے کتب معتبرہ میں لکھا ہے، وضو ادا کرتے۔ چار رکعت سُنت مسجد شریف میں ہی پڑھتے تھے اور نماز ظہر اوّل وقت میں ادا فرماتے تھے۔ فرض ادا کرنے کے بعد جلد ہی اُٹھ کر دو رکعت سنّت پڑھتے تھے۔ فرض اور سنّت کے درمیان وقفہ ان دعاؤں کے پڑھنے سے زیادہ نہ کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَاَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے۔ تو برکت والا ہے اے بزرگی اور عزت والے، اے اللہ اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادات پر میری مدد کر۔) سنّت کی ادائیگی کے بعد مذکورہ کلمات سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سابقہ ترکیب سے پڑھ کر قبلہ رُخ ہوکر جلد ہی دعا پڑھ دیتے تھے۔ اسی جگہ دو زانو ہوکر بیٹھے ہوئے مذکورہ طریقہ سے دعائے حزب البحر پڑھتے تھے۔ بعد ازاں کبھی تلاوت قرآن شریف میں بھی مشغول ہوجاتے۔ بہرحال اپنی منزل اور اَوراد سے فراغت پاکر جیسے مناسب سمجھتے پھر اسی مسجد میں درس شروع کردیتے تھے، وہیں عصر کی اذان ہوجاتی۔ اذان سننے کے بعد دعائے مسنونہ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الخ ہمیشہ ہاتھ اٹھا کر پڑھتے۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد دائیں طرف سے پھر کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ کلمات سبحان اللہ الخ مذکورہ ترکیب سے پڑھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے مختصر دعا کرتے۔ اس کے بعد

اس وقت میں ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ مذکورہ طریق سے مریدوں کے ساتھ مل کر پڑھنے میں مشغول ہوجاتے تھے ۔ چنانچہ جناب محمد معصوم نے جلد دوئم میں اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد حاجات و مشکلات کے پورا کرنے کے لئے کلمہ لَاحَوْلَ کو آخر تک پانچسو بار کہتے اور اس کے اول و آخر میں روح آنحضرت پر درود بھیجتے جو سو بار سے کم نہ ہوتا۔

ختم سے فراغت کے بعد ثواب حضرات کی روح کو پہنچا کر دعا کرتے ۔ حاضر درویشوں کی طرف اکثر توجہ میں مشغول ہوجاتے یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوجاتی ۔

مغرب کے فرض اور دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد کلمہ سبحان اللہ الخ مذکورہ طریقہ پر پڑھ کر قبلہ رو بیٹھے دعا کرتے تھے پھر اس روایت پر عمل کرتے ۔ وَفِی النِّصَابِ اِذَا فَرَغَ الْاِمَامُ مِنْ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ یَسْتَحِبُّ لَہٗ اَنْ تَسْتَعْجِلَ بِالدُّعَاءِ قَلِیْلاً ثُمَّ یُصَلِّیْ ۱۲ کنز العباد (اور نصاب میں ہے جب امام مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ جلدی تھوڑی سی دعا مانگے پھر دو رکعت نماز ادا کرے ۔)

فرض اور سنت کے درمیان وقفہ ہرگز نہ کرتے تھے مگر اتنا کہ اس میں دعا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھی جا سکے ۔ اس بارے میں یہ مسئلہ اپنے استاد صاحب اوڈھروالا کے حوالہ سے بیان فرماتے تھے کہ اس موقع پر دیر کرنا ناروا ہے جیسا کہ فتاوی برہنہ میں بھی لکھا ہے اور مفتاح الصلوٰۃ فارسی میں بھی اسی طرح مرقوم ہے ۔ بہر صورت حضرت اس روایت پر عمل کرتے تھے اگرچہ کوئی اس روایت کے مخالف بھی پایا جائے ۔ وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (ہر ایک کے لئے جہت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو ۔) نماز مغرب ادا کرنے کے بعد حضرت چھ رکعت نوافل پڑھنے کا معمول رکھتے تھے ۔ پہلی دو رکعت میں ہدیۃ رسول اللہ کی نیت سے رکعت اول میں الحمد شریف ، سورۃ والضحی اور دوئم میں

بعد الفاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی نیز ایک بار آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الخ۔ تین بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ دوسری دو رکعت میں بھی یہی کچھ پڑھ کر ختم کرتے اور تیسری دو رکعتیں حق والدین کی نیت سے ادا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی، تین بار آیت قُلْ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْحَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (تو کہہ، اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں کا رب ہے۔ زمین اور تمام جہانوں کا رب ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی بڑائی ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔) تین بار سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح پڑھتے۔ اسی نشست میں ارواحِ بزرگان کا عزم کرکے ثواب بخشتے تھے۔ اس کے بعد دوستوں کے ساتھ اس ترکیب سے ختمِ خواجگان پڑھتے جو پہلے لکھی جا چکی ہے۔ اس طریقہ کے مشہور سات خواجگان کے نام اس طرح ہیں۔ ۱۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ۔ ۲۔ خواجہ عارف ریوگریؒ۔ ۳۔ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ۔ ۴۔ خواجہ علی رامیتنیؒ۔ ۵۔ خواجہ بابا سماسیؒ۔ ۶۔ خواجہ پیر کلالؒ ۷۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ رضی اللہ عنہم[له]۔ مذکورہ حلقہ توجہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت دو رکعت نفل میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے تھے تقریباً دو سیپارے کبھی اس سے زیادہ یا کم ان نوافل میں منزل پڑھتے تھے یہاں تک کہ نفل کے دوران میں ہی عشاء کی اذان ہو جاتی تھی۔ عشاء کی نماز فرض ادا کرنے کے بعد دعا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھ کر جلد ہی دو رکعت سنت شروع کرتے۔ اس کے بعد کلمہ سبحان اللہ الخ مذکورہ طریق پڑھ کر نمازِ وتر پڑھتے تھے۔ پھر اسی جگہ اور اسی مسجد میں قبلہ رُخ بیٹھے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور فارغ ہو جاتے تھے۔

[له] خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ سے پہلے یہ سلسلۂ خواجگان کہلاتا تھا۔ بعد میں ان کی وجہ سے سلسلۂ نقشبندیہ کے نام سے معروف ہوا۔ (مترجم)

بعدازاں اپنے طریقہ کے بعض دوستوں کے لئے تھوڑی دیر کے لئے حلقہ کرتے۔ اسی وقت میں بعض درویش حضرتؒ کے پاؤں ملنے میں مشغول ہو جاتے تھے اور اس سعادت سے فیضیاب ہوتے تھے اور حضرتؒ اکیلے تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک سَو بار سورۂ اخلاص کا ورد کرتے اور اسی موقع پر دونوں چشم مبارک میں تین تین سلائی سرمہ ڈالتے تھے۔ پھر دعائے خیر کر کے گھر تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نیک خواتین کا حلقۂ توجہ بھی اسی موقع پر ہوتا تھا۔ ان کو توجہ دینے کے بعد حضرت خوابگاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ سونے سے پہلے درود شریف اور دوسری مسنونہ دعاؤں کا ورد کر کے استراحت فرماتے تھے اور دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے، اٹھتے وقت بھی دائیں پہلو پر ہی بیدار ہوتے تھے

آخری عمر میں کبھی حضرتؒ نماز عشاء جیسے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا معمول تھا۔ سفیدی زائل ہونے کے بعد ہی کہ امام اعظمؒ کے نزدیک شفق اس سے عبارت ہے عذر کی بنا پر ادا کرتے تھے۔ شب جمعہ کو عشاء کی نماز کے بعد حضرتؒ خود سورۂ دہر پڑھتے تھے اور ارواح کو بخش دیتے تھے۔ مقتدی اور سامعین اور باقی تمام لوگ خاموش ہوتے اور اکثر مراقبہ کی حالت میں رہتے۔

تمام فرض نمازوں کی امامت حضرتؒ خود فرماتے تھے اور خطباتِ جمعہ جو حضرت قصوریؒ کی تصانیف سے ہیں اور جو کچھ حضرت صاحبزادہ عبدالرسول صاحبؒ نے لکھا ہے، وہی پڑھتے تھے۔ اور خطباتِ عیدین بھی خود پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ ادا کرنے کے بعد اکثر ابنی شرح کی کتاب (تصنیف امام سیوطیؒ) سے وعظ فرماتے تھے۔ ابوسعیدؒ کے رسالہ مخرج سے بھی کچھ وعظ کرتے تھے۔ کبھی کبھی مولوی محمد دین صاحب کو وعظ کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ حضرتؒ کا اکثر معمول تھا کہ جمعہ کے روز نماز فجر میں پہلی رکعت میں سورۂ دہر اور دوسری میں سورۂ مرسلات پڑھتے تھے۔

رمضان کے ماہِ مبارک میں علمِ ظاہری کے تمام اسباق موقوف کر دیتے تھے۔ مگر حضرت صاحبزادہ حافظ دوست محمد صاحبؒ اور دوسرے سننے والوں کے لئے تفسیر و حدیث شریف کا درس دیتے تھے۔ قرآنِ مجید پڑھنے اور دوسرے حفاظ کے ساتھ دَور

کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ دَور کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے جو آپ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ کرتے تھے۔ اور اکثر پورا مہینہ مسجد میں اعتکاف میں گذار دیتے تھے، کھانا بھی مسجد میں ہی کھاتے تھے۔ پہلے پہلے تراویح میں قرآن مجید خود سناتے تھے اور آخری عمر میں کہ تقریباً تیس ۳۰ سال ہوتے ہیں، حضرت حافظ دوست محمد سلمہٗ ربہٗ سناتے تھے مگر آخری سال میں تراویح میں حضرت صاحبزادہ حافظ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حجرہ میں قرآن مجید سُنا تھا جبکہ صاحبزادہ صاحب موصوف حافظوں اور خاص معتقدوں کے ساتھ مسجد میں قیام فرما رہے تھے۔ حضرت کا معمول تھا کہ ہر چار تراویح سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کے اذکار پڑھتے جس طرح معمولات مظہریہ ص ۹۹ پر لکھے ہیں۔ تراویح کے علاوہ کوئی نماز نفل جماعت کے ساتھ مقابلے کے طور پر نہیں پڑھتے تھے بلکہ نوافل کی جماعت کو مکروہ جانتے تھے۔

رمضان المبارک کا روزہ افطار کرتے ہوئے یہ دُعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ذَهَبَ الظَّمَا وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ (اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، تیرے رزق پر افطار کیا، پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ تعالیٰ بدلہ (ثواب) پکا ہو گیا

قرآن مجید کی تسبیحات اور وظائف کا ذکر خوب جہر کے ساتھ کرتے مگر جہاں ایسا کرنے سے ضرر ہوتا، وہاں ایسا کرنے والوں کو منع فرماتے تھے۔ اس بارے میں طویل بحثیں کی گئی ہیں۔ رسالہ مطبوعہ قول القوی مع تکملہ میں اس کے بارے میں مفصل بیان شرح کے ساتھ موجود ہے، جو چاہے وہاں دیکھے۔

طالب درویشوں کی پرورش میں حضرت بہت کوشش کرتے تھے اور رات دن کھلے بندوں یا پوشیدہ طور پر طالبوں کا حال پوچھتے رہتے تھے اور بعض کے بارہ میں فرماتے تھے کہ فلاں طالب علم مطالعہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ فلاں درویش ذکر و فکر میں مشغول ہے اور فلاں شخص کھانے اور سونے میں خوش ہے پھر ان کے ساتھ ان کی طاقت کے مطابق معاملہ کرتے تھے۔

ہر سال حضرت عُرسِ اکبر کا اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ پہلے کچھ ذکر ہوا ہے ایک عُرس شبِ معراج کو کہ وہ ۲۷ ماہ رجب المرجب ہے، ہوتا تھا۔ اس رات کو آپ تمام لوگوں کے ساتھ وعظ کرتے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ سننے میں مصروف رہتے تھے۔ اس رات حضرت کتاب معارج النبوت سے اس شب کی فضیلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج فرمانے کے بارے میں اکثر وعظ کرتے تھے۔ دوسرا عُرس حضرت قبلہ قصوری کا کرتے تھے جس کا طریقہ یہ تھا کہ ہر عُرس پر کھانا تیار ہونے کے بعد قرآن مجید سے چند سورتیں پڑھتے تھے خصوصاً سورۂ دہر اور دیگر آیات وغیرہ، مختلف کھانے جیسے میٹھے چاول، مصالحہ دار چاول اور گوشت کے ساتھ پلاؤ تیار کرا کر فاتحہ پڑھتے اور ارواح کو بخشتے اور مردوں میں علیحدہ علیحدہ تقسیم فرما دیتے تھے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسنؓ وحسینؓ کے عُرس پر حلوہ اور گوشت بھی تیار کر کے دیتے تھے۔ آپؒ مریضوں کی عیادت فرماتے اور مریض پر دعائیں پڑھتے تھے اور توجہ سے ان مریضوں سے مرض کو رفع کرنے کے لئے اپنے مخلصین کی ہمت بندھاتے تھے۔ اس معاملے میں اپنے بہت سے درویشوں کو آپ نے اجازت دے رکھی تھی اور طریقہ بھی بتاتے تھے۔

آپ زیارت قبور کے لئے جاتے تھے، ہر جمعہ کے روز بعد نماز عصر یا ظہر سوار ہو کر خصوصاً حافظ گل محمد صاحبؒ اور اپنے والدین ماجدین کے مزاروں پر جانا ہمیشہ آپکی عادتِ جاریہ تھی یا جب بھی اپنے طالبوں اور مخلصوں سے کوئی عرض کرتا کہ فلاں شخص میرے متعلقین میں سے ہے، اُس کی قبر پر مہربانی فرمائیں تو اس کے کہنے پر قبر پر جاتے استغفار اور قرآن مجید خصوصاً سورۂ تبارک الذی اور ھل اتا وغیرہ، دیگر آیاتِ قرآنیہ اور دعائے ماثورہ پڑھ کر توجہ سے ان کے حق میں اعانت و امداد فرماتے تھے۔ اور ان مُردوں کے احوال کی طرف متوجہ ہوتے۔ اگر اپنے مخلصوں اور مریدوں میں سے کوئی فوت ہو گیا ہوتا تو جب اُس کی قبر پر تشریف لے جاتے کلمہ طیبہ ستر ہزار بار درویشوں کے ساتھ مل کر پڑھنے کے بعد میّت کی طرف اشارہ کر کے دوسروں کی شرکت کے بغیر اُس کی ملک کر دیتے تھے۔ دعوت قبول فرماتے مگر ممنوعاتِ شرعی کی مجلس میں نہیں جاتے تھے۔

جیسا کہ ذکر ہوا، ذکرِ جہر سے منع کرتے تھے مگر متعدد مواقع پر تکبیر و تشریق پڑھتے تھے فرماتے تھے کہ اس موقع پر احوال شریعت کے تابع ہیں نہ کہ شریعت تابعِ احوال۔ اور فرماتے تھے کہ اوباشوں اور خامکار درویشوں پر تعجب ہے کہ اپنے کشف پر اعتبار کرتے ہوئے شریعتِ غرّا کی مخالفت کرتے ہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْهَا۔ اور طریقہ نقشبندیہ کو تمام طریقوں سے بہتر جانتے تھے۔

علومِ ضروری کی تحصیل کو سلوکِ صوفیہ پر مقدم رکھتے تھے لیکن علمِ ضروری علمِ اسلام ہے اور وہ نماز روزہ کے مسائل ہیں۔ اور سلوکِ باطن کو فرض جانتے تھے لیکن بہت فرماتے تھے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ نے ارشاد وغیرہ تصانیف میں لکھا ہے کہ مرشد پکڑنا فرضِ عین ہے لیکن طالب خدا پر لازم ہے کہ جہاں بدعت ہو وہاں بیعت اختیار نہ کرے۔ مبادا اس کام کو فرضِ قطعی جانتے ہوئے اپنے دامن کو بدعت کے دام میں پھینک دے جس سے اپنا سابقہ دین بھی خراب کر بیٹھے۔ کیونکہ سب سے پہلے تو اسی امر میں (دین کو درست کرنے میں) کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت تھوڑی نعمت پر بہت شکر فرماتے تھے۔ خصوصاً بارش وغیرہ کے انعامات پر رب العالمین کا بہت شکر کرتے تھے اور تھوڑا سا ادب ترک ہونے پر بھی بہت استغفار پڑھتے تھے

اپنے اوقات کو عبادات کے لئے تقسیم کر رکھا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کسی وقت اپنے تئیں معطل یا بیکار نہیں چھوڑتے تھے۔ اور اکثر تمام وقت سفر و حضر میں قرآن مجید کی منزل پڑھتے تھے۔ اگر کوئی تکلیف بھی پہنچتی تو صبر و شکر کرتے تھے۔ جب طاعون پھیلی تو صاحبزادہ حضرت حافظ گل محمد کے انتقال پر عوام و خواص حضرت کی استقامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

طالبوں اور دوستوں کو فرماتے تھے کہ ریا و عُجب کو راستہ مت دو کیونکہ ریا و عُجب نفل اعمال میں عمل کو اس طرح نابود کر دیتے ہیں جیسے آگ ایندھن کو۔

حضرتؒ کا لباس صحابہؓ و مشائخ کرامؒ کی طرح ہوتا تھا۔ سر پر کلاہ اور بڑا سا عمامہ دونوں کندھوں کے درمیان طرہ لٹکا ہوا، قمیص کندھوں پر سے کھلی۔ فرماتے تھے کہ حضرت

صاحب قصوریؒ نے لکھا ہے۔

داشت نبی پاکؐ گریبان بدوش
دیں طلبی ورہِ سنت بکوش

(نبی پاک کندھے پر گریبان رکھتے تھے اگر دین کی طلب ہے تو سنت کی راہ اختیار کر)

آزار شریف فوقُ الکعبین بل وسطُ الساقین۔ پاؤں میں جوتے سبز فام

جیسے کسی نے فرمایا ہے:

ملوث کے کند اسبابِ دنیا اہلِ عرفان را
کجا آلودہ سازد آبِ زر دامانِ قرآں را

(اسباب دنیا اہلِ عرفان کو کب ملوث کرتے ہیں۔ آبِ زر دامان قران کو کہاں آلودہ کرتا ہے)

آپ سیدھی عصا بھی رکھتے تھے۔

حضرت کا حلیہ اس طرح تھا کہ میانہ قد کے تھے، نازک اندام، گندم رنگ، آنکھیں بڑی بڑی سُرخی مائل، ناک بلند، داڑھی مونچھ نہ بہت بھری ہوئی نہ کم، خضاب شدہ جس میں وسمہ ملا ہوتا تھا۔ بڑے بڑے ہاتھ، انگلیاں باریک، پاؤں بہت لطیف، لطافت و نزاکت کے بارے میں جو کچھ کہوں کم ہے۔

امید واثق ہے کہ حضرت مولوی غلام مرتضیٰ صاحبؒ بیربل والہ، خانصاحب جناب محمد حسن خان صاحبؒ نے اپنی تالیفات میں مفصل حضرت کا تمام حلیہ بیان کیا ہوگا[لے]۔ ان سے رجوع کرنا چاہیئے۔ اس مسکین ناچیز نے حضرت کے خصائص، حلیہ اور کمالات کے بارے میں جو کچھ سمجھ میں آیا، ملفوظات میں جمع کیا اور وہاں لکھا ہے (جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، ملفوظات کے اس مجموعہ کا نام ملفوظاتِ طیبین رکھا گیا) اب یہاں بھی کج مج اور بے ربط عبارت میں کچھ تحریر کرتا ہوں۔

[لے] "حضرت مرشدنا علیہ الرحمۃ میانہ قد۔ مائل بسرخی سبز در رنگ تھے۔ فراخ پیشانی، آنکھیں متوسط اُن میں محبتِ الٰہی کا سرخ ڈورا تھا۔ بلند بینی، دانت متصل متصل چمکدار تھے۔ داڑھی بانبوہ اُس پر خضاب و وسمہ مہندی لگایا کرتے تھے۔ سر مبارک محلوق رکھتے تھے۔ دستار گول باندھتے تھے۔ کُرتہ مونڈھوں پر چاک کا پہنتے تھے۔ تہبند باندھا کرتے تھے۔ اور ہر موسم میں کپڑے لٹھے کے پہنتے تھے۔"
(حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ۔ حلیہ شریف صہ ۵۲۔ تصنیف مولوی محمد حسنؒ)

ملفوظات

حضرت فرماتے تھے کہ ” شریعت کے خلاف چلنے والے مشائخ کی صحبت سے پرہیز کرنی چاہیئے اور خام کار فقرا جو وحدت الوجود کا نام لیتے ہیں اور بناوٹ سے رقص و سماع کرتے ہیں، وہ مدعیانِ کاذب ہیں کہ اس زمانہ میں ہزاروں لوگوں کو ضلالتِ شیطانی میں مبتلا کر رہے ہیں۔

طالب کے لئے ضروری ہے کہ شریعت پر کامل استقامت اور طریقت پر استقلال لازم جانے اور بہت ذکر و شغل اور مراقبہ کیا کرے ۔ اکثر عبادت میں رہے اور اپنے تمام اوقات کو ذکرِ حق سے معمور رکھے تاکہ احوالِ باطن کھل جائیں۔ اگر کوئی شریعت کے مخالف ہو اور اس سے خلقت کو مبتلا کرنے کے لئے خرقِ عادت اور تغیرِ احوال کی صورت میں ظاہر ہوں تو اسے استدراج جانے اور ایسے شخص کو عرفانِ الٰہی سے محروم سمجھے کیونکہ یہ باتیں دین کے لئے باعثِ خلل ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ کامل نہیں بلکہ مکمل کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کرنی چاہیئے۔ اور اس موضوع پر خاصی تحقیق کی گئی ہے۔

حضرت نماز تہجد پڑھنے پر مداومت اختیار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت صاحب قصوری قبلہ نے جس روز سے پڑھنے کا اذن دیا تھا اس دن سے میں نے نفل ترک نہیں کیے۔

ایک بار یہ مسکین گرمیوں کے موسم میں حضرت کے ساتھ سفر میں تھا۔ اتفاقاً نوافل تہجد قضا ہو گئے۔ آپ نے اشراق کے وقت انہیں قضا کر کے ادا کیا اور فرماتے تھے کہ جس کسی کو نفل تہجد پڑھنے کی عادت ہو گئی ہو اگر اس سے اُحیاناً فوت ہو جائے تو اس شخص پر لازم ہے کہ اشراق پڑھنے کے بعد یا اس سے قبل ادا کرے تاکہ برکات کا ثمر اُسے مل جائے۔

نیز فرماتے تھے کہ نوافل اشراق اور ضحیٰ اصل میں ایک ہیں، چنانچہ مقاصد السالکین

میں احادیث صحیحہ کے ساتھ صراحت کی گئی ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اشراق پڑھنے میں سستی اور غفلت نہ کرے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔

ایک بار راقم الحروف نے اہلِ نسبت مجددیہ میں سے کسی صاحب کے وصیت نامہ کے چند فقرے حضرت کو دکھائے۔ ان کے مطالعہ سے بہت خوش ہوئے اور پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مرشد کمل وصیت کرے کہ میرا سجادہ نشین فلاں چڑا ہوگا تو اس کے مخلصین و مریدین و خلفاء پر لازم ہے کہ اِس چڑے کی اطاعت اور حکم کی تعمیل کریں۔ اس کے کہے ہوئے کو مرشد کا کہا ہوا جانیں اور اس کنجشک طبع کی بندگی کے حلقہ سے سر باہر نہ نکالیں۔

اِس وصیت کے چند فقرے تبرکاً یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بعد الحمد والصلوٰۃ حاجی دوست محمد قندھاری واضح کرتا ہے کہ بموجب حدیث شریف ہر شخص کے لیے وصیت کرنا ضروری ہے لہٰذا میں اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ شیر و شکر ہو کر رہیں۔ پرانے طریقہ پر حلقہ و مراقبہ معہ ختمات مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم لازم سمجھیں۔ علوم شرعیہ کی نشر و اشاعت اور کتب صوفیہ خصوصاً ”مکتوباتِ شریفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور نفحات اور عوارف المعارف کا درس واجب جانیں اور خلیفہ جو میرا جانشین ہو، اس کے احترام اور تعظیم میں کوئی کمی نہ آنے دیں اس کو میری طرح سمجھیں اور دل و جان سے اس کی اطاعت کریں اس کے حلقہ توجہ میں داخل ہوں اپنا وقت عمدہ سنت کی پیروی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب، صبر و توکل و قناعت، رضا و تسلیم، دوام ذکر الٰہی، لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر ترک دنیا و اہلہا کرتے ہوئے گزارنا اپنا فرض جانیں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ“

ایک بار یہ فقیر سفر میں حضرت کے ہمراہ تھا۔ جب لاہور تشریف لے گئے تو حاجی کریم بخش ادھوڑی فروش کے ہاں سات دن ان کی مسجد میں قیام فرمایا۔ اپنے

درویشوں میں سے ایک کے بارے میں آپ کو علم ہوا کہ فلاں شخص بازار کی سیر وغیرہ کو گیا ہے۔ جب وہ درویش بالمشافہ حاضرِ خدمت ہوا تو تمام طالبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صوفی کو تماشے سے کیا کام؟ بلکہ طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت ذکر و فکر و مراقبہ اور دوسرے اذکار میں مشغول رہے کہ یہی تماشا اس کے لئے مفید ہے جس سے نسبت کی حفاظت ہوتی ہے۔ ان دنوں قیام کے دوران میں اکثر اپنی گرہ سے خرچ کر کے درویشوں کو کھلاتے رہے، درویشوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ لاہور سے روانہ ہونا چاہیئے، اس کے جواب میں فرمایا کہ تمام دکاندار اپنی گرہ سے خرچ کرتے ہیں اور اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ میں بھی دکانداروں میں سے ایک ہوں، جس کسی کا مقصود و مطلوب میرے پاس ہے، حاضر ہے۔ آئے اور طلب کرے۔ میرے یہاں رہنے کی اطلاع پا کر اگر کوئی آئے تو انشاء اللہ اپنے مطلب میں کامیاب رہے گا۔ کل کسی نے سنا کہ فلاں شخص یہاں آیا تھا تو اس کا کوئی بہانہ نہ سنا جائے گا۔ حضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ صوفی درویش کو چاہیئے کہ اصل نسبت مجددیہ کا طالب ہو۔ لوگوں کا بہت ہجوم دیکھ کر کسی جگہ پر فریفتہ ہو کر نہ رہ جائے اور خلائق کی نمائش کو نیم جَو کے بدلے بھی قبول نہ کرے۔ حضرت کا یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسا کہ مقاماتِ معصومیہ میں لکھا ہے کہ خلائق کی قبولیت اصلاً غلبۂ کمال کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اولیاء اللہ میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ ان کو کوئی نہیں پہچانتا ہے مگر وہ ان ولیوں سے افضل ہیں جن کی طرف رجوعِ خلائق بہت زیادہ ہے۔ تم دیکھتے نہیں ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جو گذر چکے ہیں، وہ تین آدمی ہی ان کے گرویدہ ہوئے لیکن وہ ان ولیوں سے افضل ہیں کہ ایک کثیر گروہ ان کے گرد جمع ہوا۔ ان انبیاء علیہم السلام کی تحقیق مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد اول کے مکتوب ۲۵۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(نسخۂ مطبوعہ مکتوبات مجددیہ صہ ۲۸۳، روضۃ القیومیہ صہ ۱۱۷، مقاماتِ مظہریہ، مکتوبات شہید صہ ۱۱۹، اور برکاتِ احمدیہ وغیرہ میں بھی یہ نکتہ موجود ہے۔)

ایک بار حضرت حلقہ کے درمیان میں بیٹھے تھے اور مولوی نواب شاہ ساکنہ ڈھریالہ سے جو کم پڑھے تھے، حضرت قبلہ قصوریؒ کے مکتوبات میں سے ایک مکتوب بڑے شوق سے سن رہے تھے اور لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ عبارت یہ تھی: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اما بعد در خدمت فیض درجت، میاں صاحب مہربان، اشفاق نشان، مقبول درگاہ ملک منان، کامل الایمان، شامل الاحسان، معدن العلم والعرفان، مخلص اخلصی مولوی محمود سلمہ المعبود از فقیر غلام محی الدین احمدی قصوری رزقہ اللہ تعالیٰ دوام الحضوری، بعد از سلام اللہ علیکم وعلیٰ لدیکم، آپ نے جو عنائت نامہ بہت مہربانی کرتے ہوئے مجھ گمنامی کے گوشے میں بیٹھے ہوئے کے نام لکھا، برخوردار مقبول پروردگار میاں غلام محمد کے ذریعے پہنچا بہت خوشی ہوئی۔

اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

آپ نے لکھا ہے کہ جب سے کمالاتِ رسالت کا مراقبہ کرنے لگا ہوں، سید المرسلین حبیبِ رب العلمین، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ واحباب اجمعین اور سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ السرمدیہ کی متابعت کی محبت نے بحدِ کمال غلبہ پا لیا ہے۔ اے مہربان! چونکہ تمام مرسلین کے کمالات، کمالاتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السرمدیہ کا ایک شعبہ ہیں، اس لیے تمام نبیوں کی محبت، محبتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ السرمدیہ میں مندرج ہیں۔ جب تُو ہمارے پاس آگیا تو نُوے بھی اسی میں ہیں۔ حضرت رابعہ بصریہ عدویہ نے کہا کہ میرے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی محبت نے اس قدر غلبہ پا لیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی گنجائش نہیں رہی۔ امام ربانی شیخ حقانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ میرے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس قدر غلبہ پا لیا ہے کہ رب کی عبادت بھی اسی سبب سے کرتا ہوں کہ وہ ربِ محمدؐ ہے۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں باتوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سخن اول کمال کے مقام سے متعلق ہے۔ سخن دوئم میں مراد وہ عمارت بنانے والا ہے جس نے اسے تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ سنتِ سنیہ کی اتباع بوجہ راسخ عطا فرمائے اور اسی پہ خاتمہ کرے۔ اور جو کچھ وہابیوں کے شور و غوغا کے

بارے میں لکھا تھا تو اے مہربان! کتّوں کے شور و غوغا سے چاند کو کیا ڈر؟" اور یہی حضرت صاحب قصوریؒ نے اپنے مکتوبات میں محمد جلال کو جو نیا نیا طریقہ میں داخل ہوا تھا، نصیحت کے طور پر لکھا ہے:

"جس طرح ظاہری افعال صحتِ جسمانی پر موقوف ہیں، اسی طرح وظائف عبودیت کی ادائیگی کا تعلق صحتِ قلبی سے ہے، مرض قلبی دل کے تعلّق ماسوا سے عبارت ہے اور اس مرض کا ازالہ پیر کی توجہ، ذکر کی کثرت اور مواظبت کے سوا جو کسی صاحب سند سے سیکھا ہو، حاصل نہیں ہوتا۔ ذکر پر مداومت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے فقیر کو اپنے حال کی طرف متوجہ جانیں۔ بہت بولنے، بہت مشتعل ہوتے اور لڑائی جھگڑے سے احتراز کریں۔

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بوَد دُرِ عدن

(بہت بولنے سے دل بدن میں مر جاتا ہے خواہ اس کی باتیں عدن کے موتی ہی کیوں نہ ہوں۔)

"اپنے حضرت استاد مبارک کی زبان مبارک سے مجھے یاد ہے کہ فرمایا "درِ عدن" علم دین کی کتابوں سے عبارت ہے کہ مبتدی کو حضورِ قلبی میں ان سے بہت شغل مُضر ہے۔ برخوردار جب اس مقام پر مطالعہ کتبِ دینی بھی مُضر ہے تو اس نکتہ یعنی شغلِ بالا کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اس پر عمل کریں۔"

میرے حضرت (خواجہ للّٰہیؒ) اس طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں زندگی بسر کرتے تھے کہ سُنتوں میں سے کسی سُنّت کو ترک نہ کرتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہوتا، ازار چھپاتے تھے نہ پاجامہ۔ حضرت کلاہ شریف ہر وقت سر پر رکھتے تھے۔ عمامہ شریف بھی ہوتا۔ نماز مفروضہ ان دونوں کے ساتھ گذارتے تھے جیسا کہ مالا بدمنہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے۔

ایک مسئلہ ہے کہ نماز مکروہ ہے اگر عمامہ سر کے گرد لپٹا ہو اور چوٹی ننگی رہے جیسا کہ "تبیین" میں آیا ہے۔ مصنّف نے کہا ہے کہ یہ فعل تو نماز سے باہر بھی مکروہ ہے جیسے

البحر الرائق اور عالمگیریہ میں لکھا ہے۔ عالمگیریہ میں آیا ہے:

جے پگ بنھے کوئی اگر وسر یدے ننگی رکھے چوٹی
ایہہ وچ نماز بھی وکھ نمازوں بجھ کراہت موٹی[1]

نیز ایک بار اس مسکین نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں ملفوظات میں لکھا ہے: قیوم کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اسے علم بے کتاب اور رزق بے اکتساب اور فیض بے حساب حاصل ہوتا ہے۔ جب میں نے یہ بات کی تو اس ملفوظ کو بہت پسند کیا اور بار بار دہرانے کے لئے کہتے رہے۔

حضرتؒ میں خشیتِ الٰہی بہت تھی اور آپ کا رعب بھی بہت تھا۔ ہر ایک کو آپ کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ دائم الذکر والفکر رہتے تھے۔

آپ ایسے عالم تھے کہ مسائل دینیہ و معقولیہ میں سے ہر مسئلہ کے بارے میں مناظرہ فرماتے تو تمام علماء پر غالب رہتے تھے۔ آپ ایسے عقل مند تھے کہ عقلاء زمانہ اپنے کاموں کی درستی کے بارے میں آپ سے رجوع کرتے تھے اور بہت سے دنیادار لوگ جو برسوں کے جھگڑوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوتے تھے جب اپنے مقدمات کے فیصلہ کے لئے حضرت کی خدمت میں آتے تھے، تو آپ ایک گھنٹہ میں مقدمہ کا فیصلہ فرما دیتے تھے۔

آپ میں انکساری اور تواضع بہت تھی۔ ہر شخص اور خاص طور پر علماء و فقراء کے گروہ کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور نصیحت سے جہاں مؤثر دیکھتے تھے، دریغ نہ فرماتے اور اکثر نصیحت دل بدلنے کی خاطر اشارۃً فرماتے تھے۔

جو کچھ میسر ہو، اس پر قناعت آپ کی صفت تھی۔ صلہ رحمی فرماتے تھے حتیٰ کہ اپنے برادر زادوں پر ہر طرح سے شفقت فرماتے تھے اور انہیں اپنے بیٹوں کی طرح جانتے تھے۔ آپ امین تھے۔ مالک کی اجازت کے بغیر کبھی کسی چیز میں کم یا زیادہ تصرف نہیں

---

[1] اگر کوئی شخص پگڑی باندھے اور سر کی چوٹی ننگی رکھے تو نماز کے علاوہ بھی اُسے بڑی کراہت والی حرکت جانو۔

کرتے تھے مگر مرید صادق کے مال میں ضرورت کے سبب سے احیاناً متصرف ہوتے تھے۔ کیونکہ اس کا مال کیا، اُس کی جان تک اُن پر روا تھی۔

اہل دنیا سے اس طرح مدارات فرماتے تھے کہ ان کا دل آپ سے سرد ہوجاتا تھا بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس طرح غیروں کی نظر سے اپنا ستر و اخفاء منظور ہوتا تھا اور اکثر اپنے تئیں مولویت میں پوشیدہ رکھتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے حضرت کے پاس آکر عرض کی کہ دعا فرمائیے، میں فرنگیوں کی نوکری میں داخل ہوجاؤں، خواہ پولیس ہو یا پلٹن۔ جواب میں فرمایا، مومن کو چاہیئے کہ محنت کرے۔ فرنگیوں اور سکھوں کی نوکری نہ کرے۔ حیاتِ مستعار کے چند روز کیسے بھیک مانگتے ہوئے گذار دے گا۔ اگرچہ نوکری کی بعض اقسام حرام ہیں اور بعض مکروہ اور بعض نحوست ہیں جیسا کہ رسالہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ میں اس کا بیان موجود ہے۔ اور فرمایا وہ نوکری جس میں اپنے اختیار کا معاملہ ہو تو مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے وہ جائز ہے۔ اس کے بعد آپ نے غلام حسین چکوالی کا قصہ مفصل بیان فرمایا جو کسی واقف پشاوری عالم سے ملا تھا اور اس سے جو گفتگو ہوئی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ علمائے دیندار کو چاہیئے کہ کافروں کی نوکری نہ کریں اگر نعوذ باللہ منہا کبھی تنگیٔ معیشت میں مبتلا ہو جائے تو خواہ وعظ کرکے مومن لوگوں سے سوال کرتے ہوئے گذارہ کرے، درست ہے جس طرح فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں اس کے جواز میں روایت لکھی ہے، اس پر عمل کرے اور کفار کی نوکری مثل منشی گری، پولیس اور پلٹن وغیرہ سے پرہیز کرے۔

بلہ بندوانہ کے میاں محمد حیات جو حضرت کے مریدوں اور مخلصوں میں سے ایک تھے۔ اتفاقاً نصاریٰ کی ملازمت میں جنگل میں نمک کی نگہبانی پر جسے چوکی کہتے ہیں، مقرر ہو گئے۔ پہلے پہل حضرت نے اشارۃً انہیں اپنے ساتھ ملاقات سے منع کیا۔ جب نہ رُکے تو کھل کر منع کیا مگر وہ اپنے خیال پر عمل کرتے ہوئے اس کام سے بیزار نہ ہوئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت کی کرامت سے انہیں اس کام سے موقوف کیا۔ شدید بیماری میں گرفتار ہوئے۔ جب ہلاکت و فلاکت میں نہایت لاچار ہوئے تو حضرت کے پاس آئے۔ مذکورہ نوکری سے

کرکے نادم ہوئے۔ بڑی التجاؤں کے ساتھ حضرت سے اپنی مرض کی شفا کے لئے
ی کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا سے انہیں شفا عطا کی۔

جنڈراں کے میاں علی محمد کہتے ہیں کہ وہ دو سال سے لکڑی کے سبب بیمار تھے ایک روز
رت کے پاس آئے حضرت کے تصرف سے انہوں نے اسی وقت مکمل شفا پائی۔

اسی طرح ایک بار یہ مسکین پوٹھوہار کے سفر میں ہمراہ تھا۔ جب شہر چکوال میں جو
ک دھن میں واقع ہے، تشریف لائے تو اپنی گرہ سے خرچ کرتے ہوئے کچھ دن وہاں قیام پذیر
ئے۔ موضع چکوڑہ اور سدوال وغیرہ سے لوگ ہر روز لینے کے لئے آنے لگے کہ وہاں جلد تشریف
ے آئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ کے سارے لوگ اپنے گھر سے خرچ کر کے کھاتے ہیں،
ی ہوا جو میں بھی اس شہر میں خود اپنی گرہ سے کھاؤں اور میرا یہاں رہنا محض لوگوں کو
نے کے لئے ہے تاکہ کسی کے لئے کوئی بہانہ نہ رہے کہ اس جگہ کوئی صاحبِ نسبت
ہدیہ نہیں آیا تھا۔

اس کے بعد ان مواضعات میں کہ جہاں بہت مخلص لوگ تھے، تشریف لے گئے۔

غرضیکہ یہ مسکین محسوس کرتا تھا کہ حضرت کی سیر محض اللہ کے لئے اور فی سبیل اللہ تھی یا
پنے مرشد قبلہ قصوریؒ کی پیروی کی سند کے لئے یا اُسے آگے کسی صاحبِ مجاز کو نعمت
ینے کے لئے یا دینی اور شرعی کاموں کے لئے ہوتی تھی بلکہ حضرت کی تمام حرکات و
کنات شرعِ نبویؐ کے موافق، ہوتی تھیں اور نیکی اور سنت پر دلیل۔ عالمگیریہ اور
اب الاحتساب میں آیا ہے کہ دعوت کے کھانے میں میزبان کی آمد سے پہلے کھانے میں
ہل نہیں کرنی چاہیئے۔

مشائخ کرام سب کچھ اپنے اکرام کے لئے نہ کرتے تھے نہ اس میں انکی کوئی نفسانی
واہش ہوتی تھی۔ عوام کالانعام میں سے محض ظاہر بین لوگ حضرت کے سفر کرنے اور
ت قبول کرنے کے بارے میں بدگمانی کرتے ہیں۔ یہ محض بہتان اور خطا در خطا ہے، وہی
مجھا جس نے اس کی حقیقت سمجھ لی۔

ایک بار اس مسکین اور دوسرے مخلصین کے کہنے پر حضرت نے سون سکیسر کا سفر کیا،

اور موضع کھونکہ میں تشریف لائے، اس کے بعد اوچھالہ گئے، پھر انگہ میں ایک رات قیام فرمایا بعدازاں جناب محمد عثمانؒ صاحبؒ کی اجازت سے ان کے ساتھ ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ ملاقات ۵ محرم ۱۳۰۵ھ ہجری میں موضع کفری کی خانقاہ میں واقع ہوئی۔ یہ لاشئے بھی حضرت کے ہمرکاب تھا۔ دونوں حضرات معانقہ کے بعد تسبیح خانہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت نے ان سے مُلّا امان اللہ صاحب کے باطن کا احوال پوچھا جس کا ذکر مقامات احمدیہ سعیدیہ میں موجود ہے جس نے اول حال میں جناب حاجی دوست محمد صاحبؒ سے جبرًا و اکراہًا طریقہ کی اجازت لے لی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کام کیسے چلا اور انجام کیا ہوا، مکمل خلیفہ ہوگیا تھا یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ مُلّا امان اللہ صاحبؒ ذکر و فکر میں دوسری شرائط صوفیہ مجددیہ بجالائے تھے اور کماحقہٗ خلیفہ کامل مکمل ہوگئے۔ اور اب انتقال ہوگیا ہے۔ بعدازاں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مدت ہوئی میں موضع کفری کے اندر نہیں گیا ہوں اور وہاں جانے کو جی بھی نہیں چاہتا۔

ہر دو صاحبان نے چند ساعت عمدہ عمدہ باتیں کیں اور حکایات سنائیں۔ اس کے بعد حضرتؒ اس مجلس سے فارغ ہوکر مسجد میں آکر بیٹھ رہے، درویشوں کو چند اسباق پڑھائے اور پھر درویشوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر کوئی طالبِ صادق موضع کوردھی یا کُفری یا سسبھرال میں ہے تو اسے ملائیں اور ضرور جلدی لے آئیں کہ نفع نقصان تو خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کی جانب سے ہے لیکن اس وقت لانے والا اور طلب کرنیوالا کوئی نہیں ہے۔ نیز فرمایا کہ جب حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ اہل اللہ میں سے کسی کا دل طمع اور لوگوں کے پاس دنیاوی سوال خفی و جلی سے پاک اور صاف کر دیتا ہے تو پھر وہ جہاں جائے، اسے غنیمت جانے اور خوشحال رہے۔

لے مرسی زئی شریف کے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں ایک ہم عصر شیخ جو گرمیوں میں علاقہ سون سکیسر میں قیام پذیر ہوتے تھے (مترجم)

حضرت فرماتے تھے کہ حضرت صاحب قبلہ قصوریؒ کے واقعات و مکاشفات مکمل طور صحیح ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ خود حضرت نے ملفوظات حضرت قصوریؒ میں لکھا ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ اگر کسی کو کتابوں سے مطالعہ کتب کے لئے شوق پیدا ہو جائے تو اس کتاب کے مصنف کو اس شخص سے محبتِ روحانی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا محدثین کو نابینا صحابی کہتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ عنفوانِ جوانی میں تحصیل علم کے اوقات میں مجھے مثنوی شریف کے مطالعہ اور پڑھنے کا بہت اشتیاق ہوا۔ انہی دنوں ایک رات میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ جنوں میں سے ایک جن میرے دونوں ہاتھ پکڑے مجھے کھینچ رہا ہے۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے اور حضرت مولانا رومیؒ میرے سر کی طرف کھڑے ہیں۔ لاغر تن، نازک بدن، چھوٹے چھوٹے بال، سُرخی و سفیدی کے درمیان رنگت، گول عمامہ باندھے، میں نے سُنا کوئی شخص کہتا ہے کہ مولانا سے مدد مانگو۔ میں نے کہا میں غوث الاعظمؒ سے مدد چاہوں گا۔ صرف میرا اتنا کہہ دینے سے وہ جن غائب ہو گیا اور مولانا بھی نظر سے غائب ہو گئے۔ فرماتے تھے ابتداء احوال میں میرا میلان وحدت الوجود کی طرف تھا یہاں تک کہ اکثر اوقات فصوص الحکم مطالعہ میں رکھتا تھا۔ ایک رات خواب میں اس حلیہ کے ساتھ محمد ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا: طویل القامت، جوان، سیاہ گیسو، سفید پوشاک، سفید رنگ جو خود مجھے فصوص الحکم پڑھا رہے تھے۔ صبح کے وقت اس خواب کا اظہار میں نے حضرت میاں صاحب جیؒو سے کیا، فرمایا فصوص الحکم کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے مبادا وحدت الوجود میں انجذابِ کُلی ہو جائے، البتہ مکتوبات مجددیہ مطالعہ میں رکھنے چاہئیں۔

نیز ایک بار یہ ناچیز حضرت کا ہم سفر تھا۔ جب آپ علاقہ کھون تشریف لے گئے۔ میاں اللہ یار پہلے سے دعوت دیگر رات کو موضع بادشاہ پور چلے گئے تھے۔ جب چاشت کے وقت حضرت موضع مذکور میں آئے تو اس موضع کے لوگ مختلف گھروں سے ایک ایک کر کے درویشوں کے لئے روٹیاں جمع کرتے ہوئے مسجد میں لے آئے۔ حضرت کو جب اس

ماجرا کی خبر ہوئی تو ناراض ہوئے۔ فرمایا کہ حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالرسول صاحب قصوریؒ کے ساتھ بھی کسی معتقد نے جو لاہور کے قریب کہیں رہتا تھا ایسی ہی حرکت کی تھی۔ پھر حضرت حافظ صاحب اس گاؤں میں کبھی نہ گئے اگرچہ لوگ بہت چاہتے تھے کیونکہ قبیح صورت کام بھیک مانگنے کی طرح ہے نہ ہی وظیفہائے مقرر کی مانند۔ غرضیکہ اس معتقد لاہوری شخص نے مجھے حافظ صاحبؒ کے پاس وسیلہ بنایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ پھر اس گاؤں میں آنے پر راضی ہو جائیں مگر آخر کار آپ نہ گئے۔ حضرت صاحب نے اس واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ ہمارے لیے اپنے پیروں کا قول و فعل پوری سند ہے۔ کیونکہ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور بہت بڑے پرہیزگار تھے۔ خصوصاً حضرت صاحب قصوریؒ اور صاحبزادہ حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہم۔

نیز فرمایا کہ ایک بار حضرت صاحبزادہ صاحب قصوریؒ پر انبیاء و اولیاء و مشائخ کرام کی وراثت کے طور پر معیشت کی کچھ تنگی آگئی۔ میں قبلہ کے انتقال کے بعد ان کی خدمت میں گیا تھا۔ مجھے کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اندازاً پتہ چلا، آپ خشک شدہ روٹیوں کو دیگ میں بھات کی طرح پکا کر حلوہ کی طرح درویشوں کو کھلا رہے تھے۔ مجھے یہ کام بہت پسند آیا۔ جب گھر واپس آیا، میں بھی درویشوں کے لئے ایسے کھانا تیار کر کے کھلاتا رہا کہ یہ بھی میرے مرشد کی سُنّت تھی اور مجھے ایسا کر کے خوشی ہوئی۔

حضرت بتدی درویش کو نکاح کرنے سے منع فرماتے تھے جیسا کہ حضرتؒ نے مولوی جامیؒ کے یہ اشعار پسند کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اپنی بیاض میں لکھے ہیں

چو عیسیٰ تا توانی خفتہ بی جفت　　مدہ نقدِ تجرّد را ز کف دست
ز دیدہ خوابِ راحت دور کردن　　بہ از ہم خوابگی با حور کردن
بہ گلخن پشت بر خاکسترِ گرم　　بہ از پہلوی زن بر بسترِ نرم
بنا محرم نظرِ دل را کند کور　　ز دولتخانہ قرب افگند دور

(جہاں تک ہو سکے عیسیٰؑ کی طرح اکیلا ہو اور تجرّد کو مت چھوڑ۔ حور کے ساتھ سونے کی نسبت آنکھوں سے خوابِ راحت کو دور کرنا اچھا ہے

بھٹی کی خاکستر گرم پر سونا نرم بستر پر عورت کے ساتھ پہلو رکھنے سے اچھا ہے۔ نامحرم پر نظر ڈالنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور قرب کے گھر سے دور پھینک دیتا ہے۔)

بلکہ آپ نے بہت دفعہ فرمایا کہ صوفی نابالغ اور نئے اجازت یافتہ کیلئے نکاح کرنا اور عیال دار ہونا ٹھیک نہیں ہے جیسا کہ "رشحات" میں ممانعت آئی ہے اور "درالمعارف" اور "مقامات احمدیہ سعیدیہ" میں بھی ایسا ہی مرقوم ہے۔ یہی بات خواجہ محمد معصوم صاحبؒ کے احوال سے جس کا روضۃ القیومیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ تقریحاً بیان فرماتے تھے۔ نکاح نہ کرنے کے سلسلہ میں میاں بھولا صاحبؒ پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور نکاح کر لینے پر اپنے نئے اجازت یافتہ مریدوں میں سے ایک کو آپ نے کچھ دکھا بھی دیا یعنی اس کی پھر جلالی طور پر تربیت فرمائی جیسا کہ راقم الحروف نے خود دیکھا ہے۔

اس واقعہ کے بارے میں جو کچھ نلی کے حضرت مولوی نور محمدؒ کی لسانِ دُرفشاں سے سُنا ہے، یہاں لکھا جاتا ہے۔ جب وہ نومیاز شخص شادی کر کے کچھ دنوں کے بعد حضرت کی خدمت میں آیا تو چند روز اس نے بتانے میں توقف کیا مگر حضرت کو عالمِ واقعہ یا مکاشفہ یا مراقبہ میں یوں معلوم ہُوا تھا کہ فلاں شخص نومیاز حاملہ تھا، حمل گر گیا اور معلوم ہُوا کہ فرزند نرینہ تھا۔ جب وہ حضرت کے پاس آیا تو آپ نے تنہائی میں باطنی فائدہ اور نسبت کے بارے میں پوچھا۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ کچھ خلل واقع نہیں ہُوا حالانکہ دراصل خلل واقع ہو چکا تھا۔

اس واقعہ کے بعد انہی دنوں حضرت اس شخص اور دوسرے درویشوں کے ساتھ قصور تشریف لے گئے۔ ایک دن نمازِ فجر کے بعد حضرت قبلہ قصوریؒ کے مزار پر حاضر ہو کر اس کے گرد مراقبہ میں بیٹھے۔ ایک ساعت کے بعد حضرت وہاں سے اُٹھ کر سبق پڑھانے میں مشغول ہو گئے اور حضرت مولوی صاحبؒ نلی والے چاشت کے وقت مغربی حجرہ میں مراقبہ میں تنہا بیٹھے تھے کہ انہیں مکاشفہ میں حضرت صاحب

قصوریؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا اور انہوں نے فرمایا کہ بعض لوگ بہت ضدی ہوت ہیں۔ جب مراقبہ کے بعد اُسی گھڑی حضرت کی خدمت میں اکر مکاشفہ عرض کیا تو حضرت نے صرف مکاشفہ سُن کر فرمایا کہ دریافت کرو آیا فلاں شخص حضرت قبلہ قصوریؒ کے مزار کے گرد بالکل دھوپ میں بیٹھا ہے، کوئی درویش جاؤ اور اسے سایہ میں لے آؤ کیونکہ حضرت قصوریؒ اس کے وہاں بیٹھنے سے تنگی محسوس کرتے ہیں۔

(فوائد عثمانی میں مولوی حسین علی کے احوال میں صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت قبلہؒ کی وفات کے بعد ایک روز میں حلقہ میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی طرف متوجہ بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دو شخص حضرت قبلہؒ کی طرف متوجہ ہیں۔ غیب سے ندا آئی کہ ان دونوں کو خانقاہ سے باہر نکال دو۔ اس کے بعد سے میں حضرت قبلہؒ کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی طرف ہی متوجہ رہتا ہوں کہ وہ بعینہٖ آنحضرتؒ ہیں اس لیے انہی کی طرف متوجہ رہتا ہوں)

جب درویشوں نے جا کر دیکھا تو وہ شخص موسم گرما کی شدت کی گرمی میں پسینے میں شرابور مزار کے نہایت نزدیک بیٹھا ہے۔ درویش کسی نہ کسی طرح اُس کو وہاں سے اٹھا لائے۔

راقم الحروف عفی عنہ کہتا ہے کہ اگر کوئی اپنے مُربّی مُرشد کو رنجیدہ کرتا ہے تو سلسلہ کے تمام پیرانِ کبار سے رنجش ظاہر ہوتی ہے۔

غرضیکہ بہت سالوں کے بعد اس شخص کے خلاف حضرتؒ کی ناراضگی دُور ہوئی کیونکہ حضرتؒ بہت مشفق تھے۔ جو طالب اپنی منکوحہ سے بہت زیادہ محبت کرتا اُسے بھی اسی سبب سے چنداں پسند نہ فرماتے تھے۔

ایک بار حضرتؒ پوٹھوہار کے راستے موضع سدوال میں حضرت شہبازؒ کی قبر پر، جو حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، فاتحہ خوانی کے لئے آئے۔ یہ مسکین بھی حاضرِ خدمت تھا بعد میں ایک با اعتماد شخص نے ملاقات کے دوران میں عرض کی: "آج بیسواں دن ہے حافظ صاحبؒ مذکو نے عالمِ واقعہ میں مجھے فرمایا کہ بیسویں دن کے بعد حضرتؒ تمہارے گاؤں میں تشریف لائیں گ تم ضیافت و دعوت کے لئے گاؤں کے تمام رہنے والوں کے ساتھ جو برادرانِ طریقت ہیں

یار ہوا میں نے اسی دن یہ بات تمام گاؤں والوں کو بتا دی تھی۔" یہ واقعہ سن کر حضرتؒ خوش ہوئے

بعد میں اسی شخص نے عرض کی کہ حافظ صاحب مذکور کو سبز لباس میں دیکھا تھا۔ بہت ش ہیں، سن کر حضرتؒ نے فرمایا کہ سبز پوشاک سے مراد لطیفۂ اخفیٰ کے انوار ہیں کہ اسی طیفہ سے وہ اللہ تک پہنچے ہیں نیز فرمایا کہ عالم برزخ میں بعض مردوں کو اگر مختلف رنگوں ے لباس میں دیکھا جائے تو وہ اسی سبب سے ہوتا ہے کہ ہر صاحب نسبت شخص جن لطائف ے موصل الی اللہ ہوتا ہے، ویسا ہی نظر آتا ہے مثلاً نورِ قلب زرد ہے، نور روح سرخ ہے، رِ سر سفید ہے، نورِ خفی سیاہ اور نورِ اخفیٰ سبز ہے۔ لطائف اور ان کے رنگوں کا یان کا اکثر رسائل مجددیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ جو چاہے وہاں دیکھے جیسے شاہ عبدالاحد صاحبؒ کی تصنیف کحلِ جواہر وغیرہ۔

ایک بار حضرت صاحبؒ موضع ڈھوڈی میں جو حضرت مولوی غلام حسن (جیو صاحبؒ) ا مسکن ہے، تشریف لے گئے، خوش طبعی سے فرمایا۔ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ فُوْرٌ (پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب) ۔ اسی طرح جب حضرت موضع جندران ں بھی تشریف لے جاتے تھے تو خوش ہوتے تھے۔ درویش بھی اسی لیے طبیعت میں کشادگی سوس کرتے تھے۔ دوسری جگہوں پر جیسے قصور شریف، دہلی اور سرہند شریف میں جاتے اسی طرح طبیعت کھل جاتی تھی۔ اس مسکین کے خیال میں یہ بات اس طرح ہے کہ یہ ی متبرک جگہوں کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ محمد ابوالبرکاتؒ نیز شاہ رؤف احمد صاحبؒ ے اپنے مرشد کی جانب خط میں یوں لکھا ہے کہ دور دراز کی عمارتیں جو ابھی نہیں دیکھی ہیں ی برکات یہاں سے معلوم کرتا ہوں۔ سرہند میں برکات مدینہ کا ورود دیکھتا ہوں۔ صبح کی روشنی کی طرح آشکار ہوتی ہے۔ اجمیر سراسر نور آگیں دکھائی دیتا ہے۔ نؤ خباثت میں بالکل تاریک اور سیاہ نظر آتا ہے۔ بعض جگہوں پر روشنی چراغ کی رح جیسے رات کے وقت مسافر اور راہرو دیہات کے اطراف میں دیکھتے ہیں، ائی پڑتی ہے۔ بنارس سوائے بڑھی ہوئی تاریکی کے اور کچھ نہیں رکھتا۔ کلکتہ و بمبئی یرہ بھی سراسر ظلمت ہیں۔ حیدرآباد نور و ظلمت میں معتدل ہے۔ واللہ اعلم

مطلب یہ ہے کہ جب حضرتؒ مذکورہ جگہوں پر کشادگیٔ باطن کے سبب خو ہوتے تھے تو مقاماتِ مجددی عبور کرتے ہوئے وہ مبشرات جو طالبوں کی پختگی کیلئے ہیں، درویشوں کو عطا کرتے تھے۔

حضرت کی ہمیشہ عادت تھی کہ وضو سے فراغت کے بعد اپنی مسواک کو اس طر رکھتے تھے کہ مسواک کا منہ میں استعمال ہونے والا سرا نیچے کی طرف ہوتا تھا، دھاگے سے کسی بلند چیز سے لٹکا ہوتا تھا۔ اگلے وضو تک اُسے اسی طرح رکھ چھو تھے اور فرماتے تھے کہ اس کا اس طرح رکھنا اس وجہ سے ہے کہ شیطانی اثر نیچے کی ط گر جائے اور نحوست عامل کی طرف نہ لَوٹے۔

نیز حضرت کی عادت تھی کہ جب چل پھر کر فارغ ہوتے تو دونوں جوتوں کو نچلی طرف سے جمع کر کے پہلو دار اس طرح رکھتے کہ ان کی نوکیں قبلہ کی طرف ہوتیں اور فرماتے کہ جُوتے اسی طرح رکھنا اچھا ہے اور مسنون طریقہ ہے۔ اگر کسی کو اس طریقہ کے خلاف کرتے دیکھتے تو پسند نہ فرماتے تھے۔

تمام لوگوں سے محبت و مؤدّت کرنا آپ کی عادت تھی خصوصاً اپنے احباب و اصحا سے اور بلا امتیاز اپنے دوستوں اور پرانے ہمنشینوں سے پہلے جیسا سلوک کرتے تھ شیخ کا مرتبہ حاصل کر لینے کے باوجود ان میں سے جب کوئی آ جاتا تو گویا پرانے وقتوں کی یاد تازہ ہو جاتی، بے تکلّف ہو جاتے، خوش ہوتے اور پرانے واقعات کو یاد کرتے۔ غ پردہ پوشی اور حیا میں بے نظیر تھے کسی کے چہرہ پر گہری نگاہ نہیں ڈالتے تھے۔ اکثر ہم کی عورتیں جو پورا پردہ نہیں کرتیں، حاجات کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، اگر مخلصات میں سے ہوتیں تو ڈانٹ کر منع کرتے تھے اور دوسروں کو کچھ نہ کہتے تھے کہ نصیح کو قبول کرنے کی اُمید ختم نہ ہو جائے لیکن فی الحقیقت حضرتؒ ان کے کھلے اعضاء کو نہ دیکھتے تھے کہ آپ کی نظر خلق سے ہٹ چکی تھی۔

آپ اپنے بھائیوں کی غلطیوں اور خطاؤں سے جب وہ ان کا اعتراف کر لیتے تھ درگذر کرتے تھے۔ اگر کوئی عمداً گناہ یا خطا کرتا اور اس کے بارے میں حضرتؒ

سامنے انکار کرتا تو اس مرید کو کچھ پسند نہ فرماتے تھے۔

آپ شکستِ نفس، مسکنتِ حال اور عفو میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔ میں نے حضرت سے کبھی نہ سُنا کہ میں ایسا ویسا ہوں اور کسی کا ذکر بُرائی سے نہ کرتے تھے سوائے فرقہ ضالہ وہابیہ اور لامذہبوں اور بدعتیوں کے کہ ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے لوگوں کو دُور رکھنے کے لئے کھُل کر بیان کرتے تھے۔ ایفائے عہد اور صدقِ گفتار حضرتؒ کی پسندیدہ طرز تھی، وہاں کذب کی کیا مجال۔ کاموں میں تأمّل و احتیاط، افعال و حرکات میں سکینت و وقار آپ کی سیرت کے خصائص تھے گویا جلد بازی کی تو آپ کو خبر ہی نہ تھی سوائے فرض احکام کے۔

اپنے اور بیگانے کی جفا پر صبر کرتے تھے کمالِ صبر و فقر سے موصوف تھے۔ کسی جسمانی مرض میں پریشانی کا حال کسی سے نہ کہتے تھے۔ کوئی قرینہ سے معلوم کر لیتا تو وہ الگ بات ہے۔ ظاہر و باطن میں نہایت پرہیزگار تھے، کبھی منہیات کے نزدیک بھی نہ پھٹکے۔ میں نے تمام عمر نہ دیکھا کہ شرعی طور پر کسی حرام کے مرتکب ہوئے ہوں۔ بلکہ حسد، بُخل، کبر، نفرت، بُغض، حُبِ مال، حُبِ جاہ جیسے رذائل نفس حضرتؒ میں کبھی نظر نہ آئے۔ قرآن سے اُونچے ہو کر کبھی نہ بیٹھے۔ خود بینی، عیب بینی ہرگز نہ تھی اور علم و عمل میں تکلف نہ تھا۔ نفی وجود، سخاوت اور نیستی و فنا آپ کی روش پاک تھی۔

دنیا اور اہل دنیا سے دُور اور بے رغبت تھے۔ کبھی دنیاوی کاموں کے لئے امراء و حکام کے گھر پر تشریف نہ لے گئے اور وہاں جا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ فرمائی۔ ارشاد فرماتے تھے جانے کا مقصد حقِ شرعی کی ادائیگی ہونا چاہیئے اور بس۔ بلکہ دولتمندوں کے آنے سے اور خاص طور پر اُس سے جو لغو کہانیاں کہنے والا ہو، کراہت کرتے تھے۔ مگر حُسنِ اخلاق کی بنا پر کچھ کہتے نہ تھے۔

سخت متوکل تھے۔ آپ کے ہاں طمع کا تو گذر ہی نہیں تھا۔ اس قدر کثیر اخراجات کے باوجود طالب علموں اور متعلقین میں سے تقریباً پچاس آدمیوں کا خرچ برداشت کرتے تھے۔ اشارہ کنایہ سے بھی کسی کے سامنے اپنی ضرورت ظاہر نہ فرماتے تھے بلکہ

ظاہراً غنی اور دولتمند لوگوں کی طرح لباس اور رقوم اور مال مویشی کی حفاظت میں لگے رہتے تھے۔ (جیساکہ رشحات میں مرقوم ہے کہ مولانا نظام الدین خاموش نقشبندی فرماتے تھے۔ شیخ وہ ہے جو اپنے آپ کو مریدوں کی نظر میں پُرجلال اور ذی شان ظاہر کرسکتا ہو) اگر کوئی شخص کوئی چیز آپ کی نذر کرتا تو لے کر اس دنیادار کے روبرو اپنی گرہ میں باندھ لیتے تھے یا اپنے درویشوں میں سے کسی ایک یا میاں بھولا وغیرہ کے حوالے کردیتے تھے اور مذکورہ خادموں سے پوری کوشش کے ساتھ اخراجات کا حساب لیتے تھے خواہ دنیادار ہی اس محفل میں بیٹھے ہوں۔ اسی سبب سے اکثر کو ان پر فقیری و درویشی کا گمان نہ ہوتا تھا، باطن میں دانے ڈنکے کی مقدار کے برابر بھی ماسوا اللہ سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
اینچنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(باطن سے برابر آشنا اور ظاہر سے اجنبی ہوکر رہو۔ اس قسم کی خوبصورت روش دنیا میں کم ہوتی ہے)

جیساکہ حضرتؒ میں اخلاص فی العمل دیکھا گیا، کسی دوسرے میں اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوگا۔ اللہ سبحانہ کے وعدوں پر آپ کو جو یقین تھا، ایسا اعتماد شاید خزانوں کے مالک کا اپنے مال پر نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ اللہ کے دروازے کے فقیروں کا خزینہ مواعیدِ الٰہی ہوتے ہیں۔

مخلوق کے مدح و ذم سے آپ کا نفس قدسی پاک تھا۔ ان کی خوشی تسلیم و رضا میں تھی۔ کبھی نہ فرماتے تھے کہ ایسا کیوں ہوا۔ افعالِ خلق کو حق جل و علا کے فعل کا سایہ جانتے ہوئے اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اپنے پیدا کردہ وسیلوں سے وہی کراتا ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (اللہ جو چاہے کرتا اور جو چاہے حکم دیتا ہے) اسی سبب سے خلقت سے مطلق مایوسی اور حق سبحانہ سے قوی امید رکھتے تھے۔

حضرتؒ استقامت میں اور توکل میں بے مثال تھے جیسا کہ سنا گیا ہے، اوائل حال ضرتؒ نے قبلہ قصوریؒ سے اجازت پانے کے بعد بہت تکالیف برداشت کیں۔ ان مام گھر کی اشیاء سکھوں کی لشکر کشی کے درمیان لوٹ لی گئی تھیں۔ اس کے متعلق ت قصوریؒ کے مکتوبات میں بھی بطور تعزیت کچھ مرقوم ہے۔

اس کے بعد بھی حضرتؒ نے اس راہ میں مسجد میں معتکف ہو کر بہت فقر و فاقہ کھینچا ۔ اس تنگی کے زمانہ میں یہ بھی سنا ہے کہ ایک روز ڈپٹی شیخ غلام حسن بھیروی جو ود و نواح کے علاقے کا حاکمِ وقت تھا، حضرت کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے ں کو بھیرہ میں یا جہاں بھی میں رہوں، پڑھا دیا کیجئے۔ آپ کو ماہوار تنخواہ بہت دوں گا رتؒ نے دل میں مستقیم رہتے ہوئے اس کو جواب دیا کہ میں پہلے بھی وعدہ الٰہی کے مطابق ینہ لے رہا ہوں، اس کام کی مجھے ضرورت نہیں۔ اس معاملے میں کسی اور کو استاد ر کر لو۔

لوگ حضرتؒ کو ہمیشہ پرسکون دیکھتے تھے کیونکہ تکلیف میں بھی کام میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ اللہ جوایا منڈا، اور میاں شمس الدین کی اولاد کے ہاتھوں جو اقارب لعقارب ہو گئے تھے، بہت تکلیفیں برداشت کیں۔ للہ بھروانہ کے نمبرداروں کے اتھ مل کر انہوں نے تکلیف پہنچانے میں عمر گذار دی۔ ان معاندین کی تکلیف رداشت کرتے ہوئے کبھی آپ نے تنگی کی بات نہ کی۔

د گلزار صوفیہ میں رشحات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جناب یعقوب چرخیؒ فرماتے تھے۔ عارف کو چاہیئے کہ منکروں کے انکار پر صبر کرے تاکہ خدا تعالیٰ انہیں جزا دے۔ ہتے ہیں عارفوں کے بوستان منکروں کی نہروں سے پانی پیتے ہیں، یہ بھی فرمایا کرتے تھے عارف کو چاہیئے بلا میں صبر کرے۔ اور منکروں کے انکار پر غصہ نہ ہو اور بددعا نہ رے بلکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرے کہ آپؐ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھدِ قَوْمِی اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، یہ لم نہیں رکھتے۔ گلزار صوفیہ ص ۱۰۳)

مقصد یہ ہے کہ توکل میں آپ عدیم المثال تھے۔ ظاہراً کسی قسم کے اسباب جمع نہ کئے تھے۔ اہل وعیال کے لئے نہ تجارت کے لیے، بلکہ متوکل محض تھے۔ اور فرماتے تھے لاہور کے بازار میں ایک شخص تعارف اور واقفیت کے بغیر مجھے کچھ رقم دے کر بغیر کچھ کہے سُنے چلا گیا۔ میں جان گیا کہ منعم حقیقی نے کسی شخص کے بھیس میں میری مدد کی ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ شروع میں درویشوں کے لئے مسجد کے جنوبی حجرہ کی بنیاد رکھتے ہوئے کام میں مشغول ہوئے تو بہت خرچ ہو جانے پر طبیعت میں کچھ تنگی کا خیال آیا۔ میں موضع ڈھڈھی میں گیا اور وہاں اپنے خرچ سے گذارہ کرتا رہا، اللہ کے فضل سے اس حجرہ کا خرچ، سوال اور دوسری کوششوں کے بغیر میسر آگیا۔ نیز فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے میرا روزینہ مقرر کیا ہے، سفر وحضر میں مجھے پہنچا دیتا ہے مگر سفر میں پہچان یا اس کے بغیر زیادہ مہیا کرتا ہے جیسا کہ حکام وقت کا طریقہ ہے کہ سفر میں اپنے نوکروں اور اعلیٰ عہدہ داروں کا تنخواہ سے زیادہ بھتہ مقرر کیا جاتا ہے۔ ہمیں بھی حق تعالیٰ زیادہ دیتا ہے کہ ہم نے یہ بہت آزمایا ہے۔ آنحضرتؐ کو نعمت چونکہ حق تعالیٰ دیتا تھا، اسے للہ فی اللہ یا طالبوں اور درویشوں پر خرچ کرتے تھے جیسے کہ ان کے اصلی واقف اس حال کی بخوبی خبر رکھتے ہیں۔

فرماتے تھے مرید کو چاہیئے کہ پیر کے کام کو حکمت پر محمول کرے اور جان لے کہ پیر کی محبت مرید سے محبت روحانی ہوتی ہے نہ کہ جسمانی، پس رشک کرنے کے لائق نہیں جیسا کہ مروی ہے حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز اغنیاء کی ملاقات کے لئے اپنے حجرہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے اور فقیروں اور مسکینوں کو اندر بلا لیتے تھے اور ان سے فرماتے کہ تم غم نہ کرنا میرا معاملہ دولت مندوں سے ظاہری ہے اور تم سے قلبی جیسے کہ عوارف میں لکھا ہے۔

اے عزیز، حضرت کے جملہ اوصاف اور اخلاق کے بارے میں لکھنا اس ناچیز کے بس کی بات نہیں۔ ذرہ کا کیا حوصلہ کہ سورج کے اوصاف کے بارے میں دم مارے۔ اس قدر بھی کمال شرمندگی سے مذکورہ حضرات کے کہنے پر اور برادرانِ طریقت

ے فائدہ کے لئے کہ وہ عمل کریں، اس رسالہ میں لکھا گیا ہے۔

گر آں جملہ را سعدی انشا کند　　مگر دفترے دیگر املا کند

(اگر سعدی ان تمام باتوں کو لکھا دے تو اس کے لیے ایک دوسرا دفتر املا کرائیگا)۔

خرقِ عادات و کرامات و مکشوفات

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی بڑی کرامات "خدا کی محبت میں شدت، جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر کمالِ استقامت، اللہ کی مخلوق کی ہدایت، طالبوں کو قربِ حق کے مراتب تک پہنچانا، مردہ دلوں کو زندہ کرنا، مقاماتِ حقیقت کا مشاہدہ، عبادت میں لذت، خلوت میں جلوت اور ہر حال میں اپنے مولا سے راضی رہنا، آخرِ حیات تک اپنے خالق کا نہایت ادب ملحوظ رکھنا" ہوتی ہیں، اور یہ امور جیسے دیکھے اور سُنے گئے، حضرتؒ کی ذات بابرکات میں بدرجۂ کمال موجود تھے، اللہ کی محبت کے زیرِ اثر اکثر یہ عبارت زبانِ شریف پر گذرتی:

"الٰہی مجھے اپنے دوستوں میں سے کردے یا اپنے دوستوں کا دوست کہ کسی دوسرے گروہ کی مجھے طاقت نہیں۔"

اُس سرورِ دنیا و دیں صلوات اللہ علیہ کی اتّباع اس درجہ کی تھی کہ آنکھ میں سُرمہ ڈالنا جو آپؐ کی سنّتِ عادی ہے، وفات کی آخری رات تک ترک نہ فرمایا۔ اگرچہ کمزوری جسم پر غلبہ پا چکی تھی۔

خلقت کی ہدایت، مقاماتِ حقیقت کی فراست، طالبانِ طریقت کی استعداد، مریدوں کے باطن میں تصرّف اور ان کے قلوب میں آنحضرتؐ کی طرف سے القاء فیوض کا یہ عالم تھا کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ ہزاروں غافل آپ کے فیضِ صحبت سے ذکر کرنے والے بن گئے بلکہ باطنی کیفیات و جذبات سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کی دعائے کیمیا اثر اور انفاسِ فیض اساس سے تمام لوگوں کی خواہ وہ حاضر تھے یا غائب، مشکلیں دُور اور حاجتیں پوری ہوئیں بلکہ

خلقت کے کاموں کی کامیابی آپ کی ذاتِ قدسی سے وابستہ تھی۔ اور ظاہر و باطن میں بعض
دروازے آپ کے وسیلے سے کھلتے تھے۔ حالات میں تصرف اور غیب کی خبریں بھی جنہیں عو
بہت بڑی کرامتیں جانتے ہیں، آپ سے بہت ظاہر ہوئیں لیکن اس مسکین کو ان تمام کی پوری اطلا
نہیں ہے۔ یہاں البتہ مختصراً اور اشاروں میں اس قسم کی چند ایک کرامات تبرکاً لکھی جاتی
جناب حضرت صاحبزادہ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عین جوانی میں حقیقی ہدایت پر ہونا اور ع
کے آخری سال میں قرآن مجید کا حفظ کرنا، محض حضرت کے تصرفات کی بدولت تھا جو حضرت
کے اکثر محبوں اور مخلصوں پر روشن اور ظاہر ہے۔

جنڈران کے میاں محمد وارث حضرت کے تصرفات سے طریقہ مجددیہ کی مخالفت چھ
کر طریقہ میں داخل ہوئے اور حضرت سے اجازت پائی۔

جنڈران کے میاں لعل دین کہتے ہیں کہ میں حضرت کے تصرف سے ایک غیر عورت ک
ساتھ کارِ ناشائستہ سے جبکہ کوئی بھی روک نہ تھی، محفوظ رہ گیا۔ حضرت کی صورت سام
آ گئی اور میری اشتہا سرد پڑ گئی۔

نلی کے جناب مولوی نور محمد فرماتے تھے کہ میری والدہ ماجدہ کی بیماری کے بارے می
حضرت نے اشارۃً پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ تمہاری والدہ کا عنقریب انتقا
ہو جائے گا۔ پس اسی طرح ہوا۔

کلیوال کے میاں غلام رسول کے برادرِ حقیقی حکیم تاج محمود موجود ہیں۔ حضرت ک
تصرف سے ایک مہلک بیماری سے صحت پائی اور انہیں شفائے بدنی نصیب ہوئی۔

چاپڑاں کے میاں غلام رسول صاحب موجود ہیں۔ راجہ جموں کی لکڑیوں کی چوری ک

معاملہ میں حکامِ وقت کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ حضرت کی مہربانی اور تصرف سے جلد ہی نجات پائی

ملہ بھروانہ کے میاں نور محمد پھپھرا حضرت کے مریدوں میں سے ایک تھے۔ ان سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی اور اُس کی شامت سے ہلاکت کے قریب جا پہنچے۔ آخر حضرت کے تصرف سے توبہ کے بعد انتقال فرمایا (جیسا کہ حسنات المقربین میں ص ۹۷ پر مرقوم ہے کہ وہ آگ جو اہل اللہ جلاتے ہیں اسے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں بجھا سکتا۔

میاں بدرالدین سکنہ جانو چک جو میاں عبداللہ میرپوری کے نام سے مشہور ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے سات سال انگریزوں کی نوکری کی۔ چھُپ کر فرار ہو کر چلے آنے سے میرا نام خارج ہو گیا۔ گو اکثر لوگ اس کی جستجو میں لگے رہے مگر حضرت کے تصرف سے میرا نام کہیں نہ پا سکے۔

حضرت کی عمر کے آخیر سالوں میں جندراں کے میاں امیر بخش، ہیزم کش آپ کے موافقِ طبع تھا۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں جال ڈال کر مچھلی پکڑ کر حاضرِ خدمت کر دیتا تھا اور خربوزوں کے موسم میں بہت دُور کا فاصلہ طے کر کے خربوزے لاتا تو حضرت خوش ہوتے تھے۔ ایک بار وہ اپنے حالات بیان کرتا تھا کہ ایک دفعہ میں سَناہی پر سوار ہو کر آ رہا تھا کہ خربوزے کے ساتھ میں نے غوطہ لگایا اور کچھ ڈوبنے لگا۔ حضرتؒ کے تصرّف سے میرے پاؤں زمین پر آ لگے حتیٰ کہ صحیح سلامت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مجھے دیکھتے ہی خفیہ طور پر فرمایا کہ پوری کوشش اور رطافت سے سامان کے ساتھ دریا عبور کرنا چاہیے۔ پھر جب وہ شام کے حلقہ میں درویشوں کے درمیان حضرت کی خدمت میں بیٹھا تو اس قدر انوار حاصل ہوئے اور ذکر و فکر میں اتنی لذت ملی کہ بیان میں نہیں آ سکتی۔

میاں اللہ جوایا قصوری کا کہنا ہے کہ مجھے عالمِ واقعہ میں حضرت سلطان باہوؒ اور

حضرت صاحبزادہ شاہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہم سے حضرتؒ کی خدمت میں آنے کا اذن ہُوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے تو ظاہر و باطن میں اذن دے دیا۔ جب وہ حضرت کی خدمت میں آئے تو حضرت سے بھی کچھ مدت میں مقامات مجددیہ عبور کر لیے اور توجہ کی اجازت بھی لے لی۔

خلافت پناہ خان محمد حسن خان صاحبؒ بیعت کے بعد ایک بار حضرت کی خدمت میں آئے۔ چند روز کے بعد رخصت ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ نوکری حاصل کرنے کے لئے آئے تھے اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ جب ترقی پا کر کابل کی طرف سے واپس آتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محض حضرت کے تصرف سے نوکری کے وہ کام چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی اور حضرت کے ہاں مقامات مجددیہ عبور کئے۔

موضع سر علاقہ ونہار کے میاں بہادل بخش کی کسی عورت پر کسی نے جعلی نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ وہ حضرت کے مریدوں میں سے تھے جب حضرت نے ماجرا سُنا کہ کسی نے ایسا کیا ہے تو اس شخص کے بارے میں سخت الفاظ کہے اور فرمایا کہ خود ہی کذب کی سزا پا لے گا۔ اسی روز وہاں اس کے پاؤں میں بیماری شروع ہوئی کہ اب پندرہ سال ہوئے ہیں، پہلے کی طرح وہ بیماری موجود ہے اور مقدمہ میں بھی ناکام رہا۔ رَبَّنَا لَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَۃَ لَنَا۔ (اے ہمارے رب ہم سے نہ اُٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں۔)

وہابیوں کے مقدمہ کے زمانہ میں ایک روز حضرت موضع چھرانوالی میں تھے۔ یہ ناچیز بھی حاضرِ خدمت تھا کہ یکایک ایک گھوڑا چھوٹ کر گھوڑی کے پیچھے دوڑا اور سب رستے وغیرہ توڑ دیئے۔ دونوں سے بہت خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت کے صرف دیکھنے سے بیرونی مسجد کی دیوار پر سے گھوڑا گر پڑا اور دونوں کو درویشوں نے پکڑ لیا۔

جب حضرت پہلی بار ۱۲۹۴ھ ہجری میں موضع کھوتکہ آئے تو رات کو اس ناچیز کے ہمسایوں میں سے ایک کے گھر میں کھانا کھایا۔ فارغ ہونے کے بعد جب باہر آگئے تو وہ پرا نا مکان چھت سمیت گر گیا۔ اس گھر کے تمام لوگ حضرت کے درویش اور اس مسکین کے متعلقین حضرت کے تصرّف سے سلامت رہے۔

ایک شخص نے حضرت کے مریدوں میں سے ہوتے ہوئے رسالہ "قول القوی" پر اعتراض کیا۔ حضرت کے تصرف سے خواب میں بہت ڈرا۔ اپنی خطا کا اعتراف کیا اور صدقِ دل سے توبہ کی۔

میانی کے جناب مستطاب مفتی غلام محی الدین نمکسّاری بھی حضرت کے پیرِ صحبت تھے۔ سُنا ہے کہ انہیں رسالہ "قول القوی" میں کسی بات پر اعتراض تھا لیکن حضرت للّٰہی ہمیشہ ان پر راضی رہے۔ چنانچہ میاں محرم معروف بہ کوتڑی والا نے جو حضرت کے مریدوں میں سے تھے، حضرت کے سامنے بیان کیا کہ میں مفتی صاحب کے مزار پر بیٹھا تو محسوس کیا انکے مزار سے بہت فیض آتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کیوں فیض نہ آئے کامل ولی اللہ تھے۔ (یہ مسکین اس سے پہلے خلفائے حضرت قصوریؒ کے بیان میں ان کا ذکر کر چکا ہے۔ جو چاہے وہاں دیکھے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (اے ہمارے رب، ہمیں نہ پکڑ، اگر ہم بھولیں یا خطا کریں)

مولوی غلام قادر بھیروی نے حضرتؒ کے بعض معاندین کے کہنے پر حضرتؒ کی شان میں کچھ بے ادبی کی باتیں کیں۔ جیسا کہ "قول القوی" کے تکملہ میں ان کا ذکر ہے۔ انہی دنوں میں حضرتؒ کے تصرّف سے جیسا کہ آپ نے اس سے کہا تھا۔ بھیرہ کے لوگوں نے اسے مسجد سے موقوف کر دیا۔ یہ بات سب لوگوں کے علم میں ہے۔

ایک بار یہ مسکین حضرتؒ کا ہمسفر تھا۔ دانتوں میں نہایت شدت کا درد پیدا ہوا۔ جب حضرتؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے تین چھوٹے چھوٹے تعویذ اس مسکین لاشئے کو عنایت فرمائے۔ بہت سال گزرے ہیں کہ پھر وہ درد لوٹ کے نہیں آیا۔

اس ناچیز نے ایک معتمد شخص سے سنا ہے کہ ایک بار حضرتؒ نے خط لکھ کر ڈاکخانہ میں پوسٹ کرنا تھا۔ حکیم میاں تاج محمود کو حکم دیا تو حکیم صاحب نے عرض کی کہ اسوقت کاغذات اس جگہ سے روانہ نہیں ہوتے۔ حضرت نے فرمایا کہ امید ہے ابھی روانہ نہیں ہوئے ہوں گے اور کچھ اور بھی اشارۃً فرمایا کہ اس کا حکم دیا گیا ہے یا ہم نے دیا ہے۔ جب حکیم صاحب موصوف ڈاکخانے گئے اور حضرت کا خط پوسٹ کیا تو جونہی خط ڈالا۔ ڈاک فی الفور روانہ ہوگئی۔

حضرت دوسرے تعویذات کے ساتھ دیوانہ کتے کے کاٹنے، سانپ اور بچھو کے ڈسنے مرگی کے لئے اور دوسری کئی بیماریوں کے لئے خواہش کرنے والوں کو نقل کر کے تعویذ دیتے تھے یہ سب عوام الناس کی تسلی کے لئے ہوتا تھا لیکن دراصل یہ سب کچھ آپ کی کرامات اور تصرفات میں سے تھا۔

چنانچہ اس ناچیز نے بہت دیکھا ہے مثلاً سیتھل کے خان اللہ داد خان صاحب جو حضرت کے محبوں اور مخلصوں میں سے تھے، اپنی مشکلات و مہمات کے سلسلہ میں حضرت کی خدمت میں اکثر آیا کرتے اور صرف اپنی مشکل کا ذکر کر کے اپنے گھر چلے جاتے تھے۔ واپس پہنچ کر خانصاحب اکثر اپنے کام مرضی کے مطابق پاتے۔

راقم الحروف عفی عنہ کہتا ہے کہ اکثر کرامات طالبوں، مبتدیوں اور صاحب عروج ولیوں سے صادر ہوتی ہیں جیسا کہ مقامات معصومیہ میں مرقوم ہے۔ ایک روز شیخ محمد صبغت اللہ جو خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰؒ کے فرزند ہیں، شہر اٹک میں مرزا غیاث الدین کے گھر میں جو مخلصین میں سے تھے، تشریف رکھتے تھے۔ اور چارپائی پر لیٹے تھے۔ آپ بدستور استغراق کی حالت میں تھے، مرزا صاحب مکھیاں دور کرتے تھے۔ ناگاہ ان کے دل میں خیال آیا ک

پہلے زمانہ میں ولیوں سے بہت کرامات اور بے شمار تصرفات کا ظہور ہوتا تھا مگر حضرت شیخ محمد صبغت اللہؒ نے جو ہمارے پیر دستگیر ہیں، اس قدر خوارق کا اظہار اختیار نہیں کیا۔ اگر میرے دل میں اس کا مطلب منکشف فرمائیں تو ان کی عنایات کریمانہ سے جو مریدوں کے شامل حال ہوتی ہیں، یہ بات کچھ بعید نہ ہوگی اور بہت بڑے تصرف پرانجام پذیر ہوگی۔ حضرت شیخؒ نے فوراً ایک نگاہِ کرم ڈالی۔ فرمایا کہ حسن بصریؒ اور حبیب عجمیؒ قدس سرہما پیرو مرید رہے ہیں۔ سفر میں ایک دوسرے کے رفیق تھے کہ دریا عبور کرنے کا اتفاق ہوا۔ حسنؒ کشتی کا انتظار کرنے لگے۔ حبیبؒ نے عرض کی کہ خواجہ آپ کو یقین نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، میں یقین رکھتا ہوں مگر تم اس مقام تک نہیں پہنچے۔ حبیبؒ پانی پر سے گذر کر چلے گئے۔ حسنؒ کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے حالانکہ اس میں حسنؒ کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ انہوں نے نزول کر کے سبب کو سبب کے ساتھ جمع کر دیا تھا اور سبب کو مسبّب جلّ و علا سے جدا دیکھا۔ جب حضرت شیخ محمد صبغت اللہؒ کی بات یہاں تک پہنچی تو عزیز موصوف ننگے سر بڑی شرمندگی کے ساتھ اپنے پیرو مرشد شیخ محمد صبغۃ اللہ کے قدموں پر گر گئے۔

مسکین ناچیز راقم الحروف نے بیربل کے مولوی غلام مرتضیٰؒ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ ایک بار للہ شریف میں نماز ظہر کے بعد حضرت چند درویشوں کے ساتھ اپنی مسجد شریف میں درس پڑھانے میں مشغول تھے۔ ملک شرف خان حضرت کے سامنے ہی ایک طالب علم پر غصہ ہونے لگا۔ کہ اسے ازار نہیں مل رہا تھا۔ اس نے اسے زور سے گلے سے پکڑ لیا یہاں تک کہ اس درویش کی آواز بند ہوگئی۔ وہ پریشان ہو کر رونے لگا۔ حضرت نے طالب علم کو پیار کیا۔ پھر آپ شرف خان پر ناراض ہوئے۔ دوسرے دن منتقم حقیقی کے انتقام کے سبب شرف خان کا جوان لڑکا مر گیا۔ کچھ دنوں کے بعد شرف خان کی عورت کسی اوباش کے ساتھ فرار ہوگئی۔ اس کا خاندان برباد اور گھر ویران ہوگیا۔

مکاشفات

جب حضرت صاحب قبلہ ۱۲۹۳ھ ہجری میں قصور تشریف لے گئے تو یہ مسکین بھی ان دنوں آپ کے ہمراہ تھا۔ ماہ رمضان کے بعد بڑی مسجد کے قریب حضرت صاحبزادہ شاہ عبدالرسول صاحبؒ کے ساتھ صحبت رہی۔ اُسی محفل میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ ۱۲۷۶ھ میں شاہ صاحب قبلہ دہلویؒ کے مسودہ ملفوظات کے متفرق اوراق جمع کرتے ہوئے میں نے نقل کیے تو دو بار حضرت قصوری صاحب قبلہؒ کی زیارت ہوئی۔ ایک بار اس طرح ہوئی کہ حضرت صاحب قصوریؒ گھوڑے پر سوار ہوئے ہیں اور میں ان کے ساتھ پیدل چل رہا ہوں حضرت صاحب قصوریؒ کے ہاتھ میں ایک کبوتر ہے۔ اچانک اس کبوتر کی دُم زمین پر گر پڑی۔ میں نے اس دُم کے پَر جو بکھر گئے تھے، فوراً جمع کر کے حضرت صاحب قصوریؒ کے ہاتھ میں دے دیئے۔ حضرت قصوریؒ نے فوراً وہ اپنے دست مبارک سے کبوتر کو لگا دیئے چنانچہ اس کبوتر کی دُم پہلے کی طرح درست اور ٹھیک ہو گئی۔ اور اس کی خوبصورتی اور زیبائی بحال ہو گئی۔ میں بھی عالمِ واقعہ میں خوش ہو گیا۔ اس واقعہ سے مجھے معلوم ہو گیا کہ ان اوراقِ متفرقہ کو یکجا کرنے کا عمل قبول ہو گیا ہے۔

ایک بار میں نے سُنا، حضرت صاحب فرماتے تھے کہ چند سال ہوئے، میں ایک دن گھر میں تھا، مجھے عالمِ واقعہ میں حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ میں نے انہیں پہلے گھر میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کوئی چیز بھی عنائیت کی۔ اس عنائیت کا حظ اب بھی میرے جسم میں موجود ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شاید حضرت صاحب کی زوجہ محترمہ مسماۃ حضرت نور بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے انتقال کے موقع پر یہ زیارت حضرت صاحب کو ہوئی ہو گی جیسا کہ روضۃ القیومیہ میں ذکر ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنی دختر ام کلثوم کے

انتقال کے موقعہ پر ان کی حضرت یحییٰؑ سے شادی ہونے اور فرشتوں کو مبارکباد دیتے دیکھا۔ اسی طرح کی یہ بشارت حضرت صاحب کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نائب مناب ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ یہ بات بھی اسی قبیل سے ہے کہ سخت وبا کے دنوں میں صاحبزادہ حافظ گل محمدؒ کا انتقال ہوا جس طرح مجدد صاحبؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد صادق صاحبؒ کا انتقال وبا میں ہوا تھا۔ ان دو امور کی رُو سے حضرت مجدد صاحبؒ کا خلیفہ اور نائب مناب ہونا، بلکہ مجددی مقامات کی جزی و کلی وراثت کا ہونا بھی آنحضرتؒ کیلئے معلوم ہوتا ہے۔

موضع جندراں میں ایک روز حضرت صاحبؒ نے فجر کے وقت حلقہ میں فرمایا کہ آج رات مجھے کشف میں حضرت شاہ صاحب دہلویؒ اور حضرت صاحب قصوریؒ کی زیارت ہوئی اور میرا میلان زیادہ تر حضرت قصوریؒ کی جانب رہا۔ آپ نے دونوں صاحبان کا حلیہ بھی بیان فرمایا۔

مرولہ کے حافظ اسلام حضرت کے مریدوں میں سے ایک ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار خاصی تکلیف کے بعد سفر کر کے مکّہ شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دل میں خیال ہوا۔ اگر اس بار باطن کا سبق میسر آجائے تو نہایت احسان ہوگا۔ دوسرے روز صرف حضرت کی خدمت میں حاضر ہی ہوا تھا کہ مراقبہ حضور عنائیت کیا اور فرمایا کہ سلوکِ مجددیہ کی راہ میں کوشش کرنی چاہیئے اور محبت کے ساتھ آمدورفت لازم جاننی چاہیئے، جولاہوں کے متعلق مشہور مثال کی طرح اس کام میں جلد بازی اور کم حوصلگی نہیں چاہیئے۔ جو چیز عزیز ہو، اس کے لئے بہت محنت ضروری ہے۔

ایک بار راقم الحروف حضرت صاحب سے قصبہ احمد آباد سے وداع ہوا۔ میرے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ شاہ پور جانے سے پہلے ہی فلاں ضروری کام کر کے اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت صاحب نے جدا ہوتے وقت یوں فرمایا: "شاہ پور سے ہو کر گھر جانا اگرچہ راہ میں کچھ فرق ہے۔" اسی وقت دل میں حیران ہو کر نادم ہوا اور خاموشی

اس ارادہ کو فسخ کیا اور للہ شریف کی راہ سے ہو کر گھر لوٹا۔

ایک بار یہ ناچیز شہر موسیٰ زئی میں جو ڈیرہ اسماعیل خان میں واقع ہے۔ رسالہ "جواہر علویہ" حاصل کرنے کے لئے گیا۔ جب وہاں سے لوٹتے ہوئے چھتوں اور رٹے ونڈ کے دیہات سے گذر کر قصور شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہُوا تو معاً فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ کی یہ نشانیاں ہیں حتیٰ کہ اس خانقاہ شریف کی تمام علامتیں ڈیرے کی حکایات کے ساتھ بیان فرمادیں اور نصیحت کرتے ہوئے کچھ نکات بھی ظاہر کیے اور فرمایا کہ فقیری و درویشی کر و فر پر نہیں ہے بلکہ فقیری سُنّتِ نبوی پہ استقامت اور مشائخ کرام مجددیہ کے ساتھ محبت پر منحصر ہے۔ (فوائد عثمانی میں مرقوم ہے کہ فقیر کا لباس پہن لینا آسان ہے اور ایمان کی پرورش کرنا مشکل ہے یعنی ہر کام جو انسان کرے۔ اس میں شریعت کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔)

ملکھیالانوالہ کے حافظ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے مخلصوں اور مریدوں میں سے ایک تھے اور مذکورہ سفر میں بالکل تندرست حضرت کے ساتھ تھے۔ آپ بہت زور کے ساتھ ان پر توجہ کرتے اور فرماتے تھے کہ یہی مجاہدہ و توجہ لینا توشۂ آخرت ہے اور ان سے حضرت صاحب قرآن مجید بہت سنتے تھے۔ کیونکہ وہ ترتیل کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد جب حافظ صاحب اپنے گھر آئے تو جلد ہی عین جوانی میں اس جہان سے رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک بار اشراق کے وقت با اشراق کے بعد حضرت صاحب نے اس ناچیز سے فرمایا کہ تم خاص توجہ لو۔ میں نے میاں پیر بخش کو حجروں میں تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ جب آپکی خدمت میں حاضر ہُوا تو فرمایا کہ تم خود توجہ کے لئے بیٹھ جاؤ۔ شاید پیر بخش جوتے سلوانے کیلئے چلا گیا ہے۔ جب ایک ساعت بعد میں توجہ سے فارغ ہُوا تو پیر بخش بھی دوپہر کے کھانے پر کھانے کے لئے درویشوں کے درمیان آ پہنچا۔ اس فقیر نے اس سے پوچھا کہ کہاں گئے

تھے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں درویشوں یا مسجد کے لوگوں میں سے کسی کو بتائے بغیر نئے جوتے بنوانے کے لئے موچیوں کی دکان پر چلا گیا تھا۔ جب فقیر نے اسے توجہ کا واقعہ سنایا تو نہایت حیران ہوا اور افسوس کرنے لگا۔

نیز اس ناچیز کو حضرت کے اس فرمان کا بالتحقیق علم ہے کہ فرماتے تھے: "جو شخص بھی طریقہ میں داخل ہونے، توجہ لینے اور ملاقات کرنے کے لئے اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہو تو اُسے چاہیئے کہ پھر اپنے دنیاوی کاموں میں مشغول نہ رہے۔

اللہ کے جناب خلافت پناہ میاں سلطان صاحب حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ فرماتے تھے کہ بہت مدت گزری ہے، ان کے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ ایک دن حضرت صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بیٹی کا نام کیا رکھا ہے۔ عرض کیا: ست بھرائی یعنی سات بھائیوں کی بہن۔ حضرت نے کچھ مسکرا کر فرمایا، بڑا لمبا ہاتھ مارا ہے اور بہت دامن پھیلا دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ بھائیوں کا نام لے کر اپنے دل کو تسلی دی ہے اور کچھ باتیں اور بھی اشارۃً فرمائیں جن سے میں نے معلوم کر لیا کہ فرزند نرینہ پیدا نہ ہوگا۔ غرضیکہ میرا بیٹا کوئی نہیں ہے جو اس بیٹی کا حقیقی یا غیر حقیقی بھائی بنتا۔

اس ناچیز نے ایک با اعتماد آدمی سے سُنا ہے کہ ایک بار حضرت صاحب نے حضرت صاحب قصوری کے مزار پُر انوار پر چند دن رہنے کا عزم کیا تھا۔ قصور شریف سے آپ نے حضرت مولوی محمد اللہ جوایا جیسے مخلصوں اور خادموں کو جو للہ شریف میں مقیم تھے، پیغام یا خط کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ میاں اللہ بخش میراکو جسے بھینسوں کا دودھ دوہنے پر مقرر کیا تھا، اس کام سے ہٹا دیں کہ وہ اس میں سے دُودھ پی لیتا ہے اور اپنا پس خوردہ چھوڑ دیتا ہے۔ جب خادموں نے تحقیق کی تو جان گئے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے اسے اس کام سے موقوف کیا۔ آخر چند سال بعد میاں اللہ بخش سکھوں کے ہاتھ سے پیٹ پہ زخم کھا کر مر گیا۔ اللہ اسے معاف کرے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحب کے تصرفات بے شمار ہیں لیکن تصرفات و اسرار کو ہمیشہ حضرت صاحب خفیہ رکھتے تھے اور کسی کو نہ بتاتے تھے کہ کامل عارفوں کے نزدیک ان کا ظاہر کرنا نقص ہے ۔ جیسا کہ رسالہ (مقاصد السالکین) میں لکھا ہے کہ ایک درویش جنگل میں بیٹھا تھا ۔ اس پر آسمان سے ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ اترا درویش نے کہا کہ تیری عزت کی قسم، میں نہیں پیوں گا ۔ مگر کسی بدو کے ہاتھ سے جو میری گردن پر تھپیڑ مارے اور کسی اور کا دخل اس میں نہ ہو (یعنی اس طرح یہ پانی پینا عام اسباب میں سے نظر آئے گا اور اسے بطور کرامت کسی کو بتانے یا نہ بتانے کا سوال پیدا نہ ہوگا ۔ مترجم) کیونکہ کرامت سے یہ ہونا چاہیئے کہ نفس کو اس سے غرور پیدا نہ ہو اور کارخانۂ ولایت میں جو قربتِ حق ہے خلل نہ پڑے، چونکہ تصرفات و خوارق غیرِ حق ہیں، تو جس قدر غیرِ حق کی طرف التفات ہوگا یا ان سے خوش ہوگا حق سے دور ہوتا جائے گا ۔ خواجہ جُنید قدس سرہٗ نے کہا کہ عارف کی ذلت کریم سے کرامت چاہنے میں ہے ۔ کیونکہ اس راہ میں زندہ تصرفات اللہ کی عطا میں سے ہیں جو جس قدر عطا پر راضی ہوا ۔ اسی قدر عطا کرنے والے تک اس کا پہنچنا مشکل ہے ۔

شیخ ابو سعید قدس سرہٗ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ گیارہ سال ہوئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی مملکت میں تصرف کی طاقت دی ہے اور میں نے کوئی تصرف نہیں کیا ۔ ایک روز لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیوں تصرف نہ کیا تو کہا کہ میں نے تصرف جل شانہٗ پر چھوڑ دیا کہ وہ جیس چاہے کرے، جتنا بھی آقا کسی خادم کو نوازے ۔ اپنا محرم راز بنائے ۔ تصرف کی قوت اسے بخشے اور خزانوں کی کنجی اس کے حوالے کر دے، خادم کے لئے ادب یہی ہے کہ بد عملی نہ ہو، ادب ک دائرے سے قدم باہر نہ رکھے اور ترساں و لرزاں رہے ۔ اور خود اس کے سوا اور کسی مقا کا طالب نہ ہو اور کسی مرتبے کو قبول نہ کرے ۔ اور کسی قید و بند میں نہ پڑے ۔ اگر سالک ک آنکھ حق سے غافل ہو جائے اور حضوری نہ رہے تو وہ مقصد پر نظر رکھنے والے کاملوں ک نزدیک سراسر ناقص ہے اور قربِ الٰہی کے لائق نہیں ۔

رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

(میں پاؤں سے کانٹا نکالنے کے لئے ٹھہر گیا تو محمل میری نظروں سے اوجھل ہو گیا، ایک لمحہ کے لئے غافل ہُوا، مگر سینکڑوں سال کا رستہ پیچھے رہ گیا۔)

اس ناچیز نے بعض واقعات جو حضرت صاحب اور حضرت صاحبزادہ والا مناقب حافظ دوست محمد صاحبؒ کے بیان میں ظاہر کیے ہیں، اُنہیں حضرت کے ملفوظات کے آخر میں لکھ دیا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔

حضرت خواجہ للّٰہی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

(جو کوئی اللہ سے ملنا چاہتا ہے تو جان لے کہ مقررہ وقت آنے والا ہے)

اس آیت کریمہ میں مطلوبِ حقیقی اللہ جل شانہٗ کے لقاء کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حضرت صاحب اکثر عین عافیت کے دنوں میں اپنے مرشد حضرت قصوریؒ اور حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تکرار کیا کرتے تھے اور مذکورہ حضرات سے ملنے کا از حد شوق ظاہر کرتے تھے اور ان کے احوال سے مسرور ہوتے تھے۔ جب حضرت صاحبزادہ حافظ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سخت وبا میں بحالتِ شہادت انتقال کیا تو حضرت نے صبر کیا اور بے حد استقامت دکھائی۔ اپنے بعض مخلصوں کے سامنے بیان کرتے تھے کہ مجھے اس وقت چنداں پریشانی لاحق نہیں ہوئی کیونکہ میری عمر بھی ساٹھ سال سے زیادہ ہوگئی ہے اور ستر سال ہونے والے ہیں معلوم ہوتا ہے میں بھی اس جہان سے انتقال کرنے والا ہوں۔

لیکن حضرت اپنی عمر کا انجام جاننے کے باوجود اپنے دینی کاموں میں جو تمام عمر آپ کا معمول رہے اُسی طرح شب و روز مصروف رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ باتیں ملفوظات کے آخر میں اس ناچیز نے لکھ دی ہیں۔

جلال پور کتیاں والہ کے مولوی حیدر اللہ حضرت صاحب کے درویشوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ موصوف کے انتقال کر جانے کے بعد انہی دنوں اس ناچیز کو انہوں نے اپنا خواب سُنایا کہ کوئی مجھے خواب میں کہتا ہے، حافظ گل محمد صاحبؒ کے انتقال پر افسوس کیوں کرتے ہو، پانچ ماہ بعد حضرت صاحب انتقال کریں گے۔ پس ایسا ہی ہُوا جیسا انہوں نے کہا تھا۔

حضرت صاحب نے انتقال سے پہلے توشہ خانہ کی کلید یا درویشوں کا خرچ جو اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے، حضرت صاحبزادہ والا مناقب حافظ دوست محمد صاحبؒ کی تحویل میں دے دیا

ا۔ اور اکثر گھر کے کام بھی انہی کے سپرد کر دیئے تھے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے تقال سے چند دن پہلے میاں بھولا صاحب وغیرہ مخلصان خاص سے فرمایا تھا کہ ان دنوں ضروری کام کرنے کے ہیں۔ مغرب کی طرف حویلی کی دیوار تیار کرنی ہے اور دوسرے کام ذکر نہ کیا، اُسے مبہم چھوڑ دیا۔ اس مسکین اور دوسروں کے دل میں خیال آتا ہے کہ شاید ں سے عالم برزخ کی طرف جانے کا اشارہ فرمایا ہوگا۔

ظاہری طور پر ان دنوں حضرت صاحب مزارات کی تیاری کے لئے پہاڑ سے پتھر نے میں بہت کوشش فرماتے تھے۔ انہی دنوں حضرت صاحب نے لباس میں کچھ بدیلی فرمائی اور درویشوں اور مسافروں کی طرح کپڑے پہننے لگے۔ جیسا کہ حضرت صاحب صوری کے انتقال کے طویل واقعہ کا ذکر کرتے تھے اور خود بھی اسی طرح کرنے لگے۔

اس ناچیز نے انہی ایام میں ایک روز خواب میں دیکھا کہ بیربل والے حضرت ولانا مولوی غلام مرتضےٰ اُس فقیر کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ مدینہ منورہ کی فصیل نہدم ہوگئی ہے۔ دوسرے بہت سے مخلصوں، خادموں اور درویشوں نے بھی حضرت صاحب کے انتقال سے پہلے اسی قسم کے وحشت اثر خواب دیکھے تھے۔ چنانچہ نڈ داد نخان کے قریب موضع آدووال میں حضرت کے مریدوں میں سے ایک نے انہی دنوں میں جب حضرت نے انتقال کیا، زوال کے وقت جو ایک خواب دیکھا تھا، سنایا۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے یہ خواب سُن کر پسند کیا تھا۔ اس لئے اس میں سے کچھ نقل کرتا ہوں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ میں للہ شریف میں بڑی مسجد کے کنوئیں کے پاس بیٹھا ہوں، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب ظہر کے وقت میاں بھولا کے حجرہ کے قریب وضو کی جگہ پر وضو کرتے ہیں۔ وضو کے درمیان ایک سفید ریش شخص مسجد کی حویلی کے شرقی جانب سے آیا اور عرض کی: یا حضرت میں آجاؤں؟ جواب میں حضرت نے فرمایا، کل آنا۔ جب دوسرا دن ہوا تو مذکورہ دروازے سے اسی سفید ریش شخص نے پھر آکر درخواست کی کہ یا حضرت میں آجاؤں؟ پھر حضرت نے اُسے فرمایا، کل۔ جب اگلا دن آیا پھر حضرت بڑی مسجد میں بیٹھے تھے کہ

وہی شخص مسجد کے شمال کی طرف سے چھت میں نقب لگا کر سوراخ سے داخل ہو کر مسجد کے درمیان میں نازل ہوا۔ صرف اس شخص کے آجانے کی وجہ سے ہی مسجد ظلمت و تاریکی میں ڈوب گئی۔ میں نے اس کے بعد جب اسی خواب میں اوپر دیکھا تو عالم بالا میں آسمان کی طرف عرش تک یا اس سے بھی اوپر ایک روشن راہ مجھے نظر آئی۔ نیز دیکھا کہ ایک عجیب محل نمودار ہوا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ عجیب محل کس شخص کا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ محل اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اس کے بعد مجھے اس محل کے قریب دوسرا محل اور مکان نظر آیا۔ انہی لوگوں سے میں نے سوال کیا کہ یہ محل کس ولی کی ملکیت ہے۔ لوگوں نے جواب میں کہا کہ یہ محل حضرت صاحب یعنی حضرت خواجہ للّٰہیؒ کا ہے۔ خواب کے بعد جب میں بیدار ہوا تو اسی وقت یہ خواب حضرت کے خادموں اور مریدوں کے سامنے جو وہاں تھے، بیان کیا۔ اس خواب کے دوسرے رون للّٰہ شریف سے خبر ملی کہ حضرت صاحب نے انہی دنوں انتقال فرمایا تھا۔

وصال سے پہلے تین روز قوتِ بدنی پر ضعف نے غلبہ پا لیا۔ اور ہاضمہ بھی خراب ہو گیا۔ لیکن حضرت کے اوراد معمولہ جیسے تلاوت منزل قرآن مجید، حلقہ توجہ، مراقبہ، غسل او وضو وغیرہ میں کچھ نقصان نہ ہوا۔ مگر ان تین دنوں میں نماز تیمم سے ادا کی اور مولوی دین مح صاحب کے پیچھے جو حضرت کے بھتیجے ہیں اور ہمیشہ نماز کی امامت کرتے تھے، ان معذوری کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔

بیس ۲۰ ماہِ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ہجری بروز یک شنبہ فجر کی نماز کے بعد توجہ کیلئے حلقہ کیا اور طوالت کے ساتھ حضرت صاحب قصوریؒ قبلہ کے انتقال کا واقعہ بیان ک حلقہ سے فراغت کے بعد مسجد میں اشراق کے نفل پڑھے اور دوسرے اوراد معمولہ جو ہمیشہ حضرت صاحب کی عادت میں شامل تھے، پوری تسلی کے ساتھ اپنی بڑی مسجد میں ادا کیے۔ اس کے بعد چاشت کے وقت خانۂ فیض آشیانہ میں تشریف لے گئے۔ کچھ کھانا تناول فرمایا لسی کے کچھ گھونٹ بھی پیئے۔ اس کے بعد جیسا کہ معمول تھا، عورتوں کا حلقہ کیا اور توجہ فراغت کے بعد پوتیوں اور دوہتیوں کو بلا کر ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ قرآن مج

ی منزل پڑھنے کی ترغیب کے لئے کچھ حکایات بیان فرمائیں اور برکت کی دعا کی۔ بعد ازاں ضعف کے باوجود گھر سے روانہ ہو کر دوبار سیڑھیوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ اور مسجد میں معمول کے مطابق معتکفاً عبادت کے لئے تشریف لے آئے اور ظاہراً مسجد کے اندر قیلولہ کے لئے خلوت میں چلے گئے۔ اول وقت ظہر میں بیدار ہو کر مسجد کے اندرونی حجرے سے باہر آئے اور دالان کے نزدیک بچھے ہوئے خشک گھاس کے فرش پر بیٹھ گئے۔ ایک خادم مسمی محمد دین سے جو بابا امام کے نام سے مشہور ہے، مسواک طلب کی کہ یہ بھی سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین موافق تھا (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین بی بی عائشہؓ سے مسواک طلب فرمائی تھی)۔ بعد ازاں بابا امام سے فرمایا کہ کسی مؤذن کو کہو اذان کہے تاکہ نماز پڑھیں، کہیں نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے۔ جب مؤذن نے اذان کہی تو حضرت صاحب اذان کے کلمات کے مطابق جواب میں مشغول ہوئے۔ جب مؤذن کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ پر پہنچا تو حضرت صاحب یکایک زمین پر لیٹ گئے اور جان اپنے محبوب کے سپرد کر دی۔

مطلب یہ ہے کہ بیس۲ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ہجری کو آپ نے انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ؎

نہ پنداری کہ جاں را رائیگاں داد　　فروغ روئے جاناں دید و جاں داد

(مت جانو کہ مفت میں جان دے دی، روئے جاناں کی چمک دیکھی اور جان دی)۔

عمر شریف تقریباً بہتر ۷۲ سال تھی۔

حضرت کے انتقال کرنے کے بعد ظہر سے مغرب تک اکثر عوام اور رواجی طبیب مثلاً میاں قاضی سلطان بخش وغیرہ شبہ میں پڑ کر کہنے لگے کہ حضرت کو مرضِ سکتہ لاحق ہو گیا ہے لیکن خاص لوگوں اور حضرت کے درویشوں اور طالبوں میں سے رمز شناسوں جیسے مولوی محمد اللہ جوایا صاحب مولوی غلام حسن صاحب اور میاں تاج محمود صاحب وغیرہ نے صورت حال بھانپ لی اور معلوم کر لیا کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت صاحب کو ان کی پرانی استدعا کے مطابق اپنے مرشد قبلہ حضرت قصوریؒ اور حضرت صاحبزادہ عبدالرسول قصوری رحمۃ اللہ علیہما کی طرح اس جہان سے اٹھا لیا ہے۔

فغاں از عالمِ بالا برآمد　　خروش از عرصۂ غیرا؟ برآمد
غبار از ساحتِ آفاق برخاست　　پیام قبۂ خضرا برآمد !
بسے دمہائے آتش بار از غم　　بجائے موج از دریا برآمد
دراں وقتے کہ رخصت شد ز عالم　　غریو از یثرب و بطحا برآمد

(عالم بالا سے فریاد اُٹھی۔
آفاق کے میدان سے ایک غبار اُٹھا، قبہ خضرا سے پیام آپہنچا۔
غم کے سبب سے کئی آتش بار سانسیں موج کی جگہ سمندر سے اٹھیں۔

اس وقت جب وہ عالم سے رخصت ہوئے، یثرب و بطحا سے شور بلند ہوا
اسی وقت اہل زمین میں سے مرد و زن نے اس قدر گریہ و نالہ کیا کہ قلمِ حزیں ا
قصۂ جانگداز کو لکھنے سے قاصر ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ ذمّی دکانداروں نے بھی اپ
کاروبار چھوڑا اور برہنہ سر مسجد کے گرد جمع ہو کر اس قدر غم و اندوہ کا اظہار کیا ک
حُورانِ بہشتی بھی خُلد سے اتر کر سوزشِ غم سے پگھلنے لگیں کیونکہ اس کے بعد اہلِ عالم ک
لئے کوئی مرجع نہ رہا کہ قرار پکڑیں اور تسلّی حاصل کیا کریں۔

حکیم تاج محمود اور مولوی محمد اللہ جوایا جیسے مخصوص خلفاء نے حضرت کو غسل دیا بع
پانی ڈالتے تھے اور کچھ ہاتھ بدن پر ملتے تھے۔ آنحضرت کے بدن پر کچھ مَیل یا بُو ہرگز نہ
حضرت کی تجہیز و تکفین سُنّت کے مطابق کی گئی۔ جنازہ کی نماز میں بہت لوگ تھے اور ا
نمازِ جنازہ بیربل والے حضرت مولوی غلام مرتضیٰؒ تھے۔ جب پہلے پہل حضرت کی قبر
آپ کے والدین کے قریب نصف تک کھودی گئی تو ناگاہ حضرت کے ایک مخلص کی
ارادۂ ازلی ظاہر ہوا کہ اگر حضرت کو تالاب کی طرف جسے سَر کہتے ہیں، دفن کیا جائے تو
بات صاحبِ یقین مخلصوں کے لئے رستگاری کا موجب ہوگی کیونکہ حضرت صاحب
پیرانِ کبارؒ اور مشائخ کرامؒ کی طرح تھے، ان کی قبر الگ کھودنی چاہیئے۔ تاکہ دوسرے
سعادت مندوں کی قبور کے لئے ان کے قریب کافی جگہ بچ رہے اور ان کا ظاہری قر
سفارش اور مغفرت کا موجب ہوگا۔ بعد میں پوری کوشش کرکے مخلصین نے تالا

کے شمال کی جانب تدفین کی جگہ مقرر کی۔ حضرت کے محبین میں سے ایک میاں نور مصطفیٰؒ کا کہنا ہے کہ حضرت نے تدفین کی پہلی رات کو مجھے خواب میں فرمایا کہ اے میاں نور مصطفیٰؒ میں جب خدا کے حضور پہنچا تو عجیب و غریب جگہ مجھے رہنے کے لئے ملی۔

حضرت نے یک شنبہ کے روز ظہر کے وقت انتقال کیا اور دو شنبہ کو زوال کے وقت دفن ہوئے۔ حضرت کے انتقال کی تاریخیں عزیزوں نے بہت لکھی ہیں خصوصاً حضرت مولوی محمد اللہ جوایا صاحب نے مرثیہ کے طور پر کہا ہے:

ہلا خیز اے شہیدِ کشتۂ عشق   بصحرائے جنون سرگشتۂ عشق
بدرگاہِ شہِ بے مثل و ہمتا   بصد عجز و ضراعت عرض بنما
کہ اے حاجت روا حاجت روا کُن   مرادِ جزع را نیکو ادا کن
کہ یک سر از اقاصی و ادانی   بیا خیزند بہر نوحہ خوانی
چناں با سوزِ دل فریاد باید   کہ چرخِ اطلسے در جنبش آید
ملائک آسمانی ہمچو مردم   شوند در اشک ریزی یارِ انجم
کہ شُد روپوش نورِ جانِ عالم   رواجِ معرفت قیومِ افخم
کہ یعنی پیرِ للّٰہی سفر کرد   ازیں پرفتنہ آبادی حذر کرد
وداعِ کرد از ما ناگہانی   بطلبِ بزم قدسی آسمانی
ازیں پس بر سرِ معروض باز آر   بساطِ عرض دیگر را بیارا
کہ باید نیز اے سرکارِ عالی   ملاکِ ہر جمالی و جمالی
کہ جملہ عاشقانِ حضرتِ تو   وفا پروردہ صد نصرتِ تو
متاعِ جان را در کف نمائند   بگردِ روضۂ جاناں صف نمائند
کہ در خورِ شانِ تو دیگر نداریم   ہمین کاسد متاع واگذاریم
چوں جاناں در حق ما جانِ جاں بود   بس از وی بودن ما کے بُوَد سُود
بجائے در فشانی جان فشانیم   قبول افتد اگر صد شکر خوانیم
چوں جانِ جاں او نوری نماند   ورای او بتن زوری نماند

شکستہ بال و پر مستیم امروز   ز خوانِ بے نصیبی لقمہ اندوز
سروشِ غیب پیک ملک سرمد   محرّمی واقف اسرارِ بے عد
ز پیش حضرت ایزد تبارک   رسانندہ مژدۂ صد صد مبارک
دگر گفتہ کہ فرماید خداوند   مالکِ بی شبہ مانند
چوں ایشاں نقد جاں دادند غارت   وصال مامر ایشاں را بشارت
خوش آنانیکہ سر برخاک اوئیند   دل و جانِ بستۂ فتراک اوئیند
ہمہ پر مایہ از سرمایۂ او   ہمہ در نور محو از سایۂ او
بریں سوداء ہزاراں حمد خوانند   جناب پیر خودرا زندہ دانند
۱۳۰۶
پس ایں قصہ فکر سالم آمد   زہی خورشید دید عالم آمد

(اے شہید کشتۂ عشق جو جنون کے صحرا میں عشق کی وجہ سے سرگرداں ہے۔
بے مثل و بے نظیر بادشاہ کی درگاہ میں بصد عجز نیاز عرض کر۔
کہ اے حاجت روا، حاجت پوری کر، ہماری فریاد پر مراد عطا فرما۔
دُور و نزدیک کے تمام لوگ نوحہ خوانی کے لئے کھڑے ہیں۔
اس طرح سوزِ دل سے فریاد کرنی چاہیئے کہ چرخِ اطلس حرکت میں آجائے۔
انسانوں کی طرح ملائک بھی اشک ریزی میں ستاروں کے ساتھ ہو جائیں۔
کیونکہ دنیا کی روح کا نور روپوش ہوگیا جو معرفت کا دستور اور قیوم اعظم تھا
یعنی پیر للّٰہی سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔ اس پُر فتنہ آبادی یعنی دنیا سے الگ ہوگئے۔
وہ پاک آسمانی بزم کے بلاوے پر ہم سے اچانک جُدا ہوگئے۔
اب پھر اپنی درخواست کی طرف رجوع کر اور دوسرے میدان میں بساط آراستہ کر
اے سرکارِ عالی، ہر جمالی و جلالی شے کی اصل چاہیئے۔
کہ آپ کے تمام عاشق جو تیری سینکڑوں نصرتوں اور وفاؤں پر پلے ہیں۔
متاعِ جاں ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں اور محبوب کے روضہ کے گرد صف باندھے کھڑے ہیں۔
(عرض کرتے ہیں) کہ تیرے لائق ہمارے پاس کچھ نہیں، یہی معمولی متاع تجھ پر نثار

کرتے ہیں۔

جب ہمارا محبوب ہمارے لیے جانِ جاں تھا پس اس سے دُور رہ کر ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔

دُرفشانی کی بجائے روح نچھاور کریں اگر قبول ہو تو صد شکر ادا کریں۔

جب جسم و جاں سے روح جاتی ہے تو روشنی نہیں رہتی اس کے بعد جسم میں طاقت بھی نہیں رہتی۔

آج ہمارے بال و پر ٹوٹے ہوئے ہیں اور بے نصیبی کے دستر خوان سے لقمے اکٹھے کر رہے ہیں۔

ہمیشہ رہنے والے جہاں کے قاصدِ غیب نے جو بے حد و حساب اسرار کے قابل اور ان سے واقف ہے حضور تبارک و تعالیٰ سے "صد صد مبارک" کا مژدہ سنایا پھر کہا کہ خدا تعالیٰ جو بے نظیر شہنشاہ اور آقا ہے، فرماتا ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان دے دی تو ہمارا وصول ان کے لئے بشارت ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ جو ان کی خاک پر کھڑے ہیں جن کے جان و دل اُن کے فتراک میں بندھے ہیں۔

جو اُن کے سرمایہ سے پُرمایہ ہیں جو اُن کے زیرِ سایہ ہمہ تن نور میں محو ہیں۔

اس عشق میں ہزاروں یار حمد خواں ہیں اور اپنے پیر کو زندہ جانتے ہیں۔

۱۳۰۶
اس قصہ کے بعد فکرِ سلامت آئی اور تاریخ "زہے خورشید دید عالم" نکلی۔)

کسی اور نے کہا ہے:

بخواب آوازۂ امشب شنیدم کز اں ہر سنگ خارا گشت نالاں
چہ شد یارب کہ خورشیدِ جہاں تاب کہ ہر ذرہ از وے می بود تاباں
ز عالم محتجب انوار او شد درآمد ظلمتے در گنج دوراں
۱۳۰۶
چو طبعم شد بفہم سال تاریخ دریغ و آہ نالہ خاست از جاں

(آج رات میں نے خواب میں ایک آواز سنی، جسے سُن کر ہر سخت پتھر بھی رونے لگا۔

یا رب کیا ہُوا کہ خورشید جہانتاب کے انوار جن سے ہر ذرہ روشن تھا۔ دنیا سے محجوب ہو گئے اور دُنیا کے خزانے پر ظلمت چھا گئی۔

جب ان کے وصال کی تاریخ سوچی تو "وریغ وآہ نالہ خاست از جان" نکلی۔)

مولوی حیدر اللہ خان صاحب نے حضرت کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں یہ ابیات لکھے ہیں:

فلکا! بس کن۔ ازیں گردشِ بیہودہ طائل　　ماہ سیمیں مرا خاک نمودی حائل
آہ صد آہ ازیں صدمہ کہ بر جان رسیدہ　　بی گل نہ بہ بُلبل بر جان شدہ نائل
در غمِ ہجر تو اے حضرتِ من شاہِ من　　قلق در قلب چناں وائی نگردد زائل
مددی حضرتِ للہ بروحیٔ پاکت　　غیر تو نیست معینم دگر از خویش و قبائل
چوں کرد تفحص پیٔ سالش حیدر　　باحالت غم دیدہ و دیدہ سائل!
ہاتف از غیب ندا داد بگو صاحبِ دل　　ہای قیوم زمان ز دُنیا راحل

(اے آسمان، یہ لاحاصل گردش بند کر، میرے اور ماہ سیمیں کے درمیان تُو نے خاک حائل کر دی۔

آہ! صد آہ! اس صدمہ پر جو میری روح کو پہنچا، کسی بُلبل کو بھی پھُول کے فراق پر نہ پہنچا ہو گا۔

اے میرے حضرت، میرے بادشاہ، تیری جدائی کے غم میں دل سے اس طرح قلق زائل نہ ہو گا۔

یا حضرت للٰہی اپنی روح پاک سے میری مدد کیجئے۔ میرے خویش و قبائل میں کوئی بھی تیرے بغیر معین و مددگار نہیں۔

جب حیدر نے غم کی حالت میں سائل کی طرح سال وفات کی تاریخ پر غور کیا تو ہاتف نے غیب سے آواز دی کہ اے صاحب دل کہہ "ہائے قیوم زماں ز دنیا راحل" ۱۳۰۶)

انہوں نے یہ بھی کہا ہے:

بہر سالش آمد از ہر سُو خطاب　　مدد اصل ذاتِ الٰہی بی حجاب ۱۳۰۶

۱۳۰۶
ان کے سال وفات کے بارے میں ہر طرف سے خطاب ہوا۔ بد واصل ذات الٰہی بے حجاب

یہ بھی انہوں نے کہا ہے؛

پیٔ سالش تفکر کرد حیدر   ندائش داد ہاتف از سرِ غیب
۱۳۰۶
چو استمداد خواہی وقت حاجت   بزار گوئی یا غوث بلا ریب

(حیدر نے سال وفات کے بارے میں سوچا تو ہاتف نے غیب سے آواز دی۔ کہ جب تجھے بوقت ضرورت مدد چاہیئے ہو تو رو کر کہے "یا غوث بلا ریب")

یہ بھی انہوں نے ہی کہا ہے:

حیہات شد عالم ویران   بی نور شدند زمین زمان
ہم شور قیامت گشت عیاں   صد رنج آمد بکنم چہ بیاں
یعنی حضرت قبلہ و کعبۂ من   بی مثل و وحید و فرید زمَن
در ظاہر و باطن ہم احسن   ہجرت کردہ زیں دارِ محن
بُد چشمۂ فیض رساں کامل   بسیار شدہ زاہد عامل
چہ کنم اکنوں کہ شد واصل   صدہا کردہ عالم فاضل
چوں پرسیدم از عقلِ نہاں   سن رحلت غوث و قطب زماں
۱۳۰۶
بہزار افسوس و نالہ وفغاں   ہو وصل بذات اللہ گفت آں

(افسوس دنیا ویران ہو گئی، زمین و زماں بے نور ہو گئے۔
شور قیامت بھی ظاہر ہو گیا، صد رنج پہنچا، کیا بیان کروں۔
یعنی میرے حضرت قبلہ و کعبہ جو زمانے میں بے مثل و وحید و فرید تھے۔
ظاہر و باطن میں سراپا خوبی تھے، اس دارِ محن سے ہجرت کر گئے۔
وہ کامل اور چشمۂ فیض رساں تھے ان کے فیض سے کئی زاہد اور عالم باعمل بن گئے۔
کیا کروں کہ اب وہ وصال پا گئے جنہوں نے سینکڑوں عالم و فاضل بنائے تھے۔
جب میں نے عقل نہاں سے غوث و قطب زماں کے سن رحلت کے بارے میں پوچھا تو
اس نے ہزار افسوس و نالہ وفغاں کہا" ھو وصل بذات اللہ"

افسوس گلشن کمالات احمدیہ کے پھول یعنی ہمارے بزرگ اور اکابر کہ ہماری نظر میں گلستانِ جہاں کی بہار اُن سے تھی، زمین میں جا چھپے اور باعتبارِ ظاہر قبروں میں دفن ہو گئے اور ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور گوہرِ حسنِ معانی کو پوشیدگی کے دھاگے میں پرو دیا۔ ہم ظاہر بینوں کی نظر سے غائب ہو گئے اور ہم مشتاقوں کے دل و جان کو جدائی کے داغ سے جلا ڈالا۔

صد حیف ز چشم گلستانے رَفت است　　درخاک ز حُسن کاروانے رفتن است
در دیدہ خلد غبارہ مانند نگاہ !　　از پیش نظر بسکہ جہانے رفت است

(صد حیف گلستان نظروں سے غائب ہو گیا، حُسن کا ایک کارواں مٹی میں مل گیا۔ میری نظروں سے ایک جہاں غائب ہو گیا ہے اس لیے آنکھوں میں نظر کی طرح غبار چُبھتا ہے)

اکابر کی یاد سے دل کو افسوس ہوتا ہے۔ کہ صد حیف ہم غافلوں کی نظروں کے سامنے سے بہت اکابرین دین چلے گئے گویا کمالات احمدیہ کا گلستان تھا جو غائب ہو گیا۔ اور حُسن اخلاق، حُسن اعمال اور حُسنِ عقیدہ رکھنے والے لوگوں کا کاروان قبور کی بستی میں داخل ہو گیا۔

ان واقعات سے ہم غم دیدہ لوگوں کا بر حال ہوا ہے کہ ہماری نگاہ ہمارے لیۓ باعث آزار اور آنکھوں کے لئے باعثِ ایذا ہے اور کسی طرف آنکھیں کھول کر یا دیکھ کر خوشی نہیں ہوتی اور یہ عالم خاک سراپا و پُر غبار و کدورت دکھائی دیتا ہے جس طرح فوج جب گذر جاتی ہے تو اس کے پیچھے غبار اٹھتا ہے اور پیچھے رہ جانے والوں کو مکدر کر دیتا ہے دنیا سب ہیچ و پوچ ہے اور ہر ایک جانے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

بسمِ اللہِ الرحمٰن الرحیمؕ

بعد الحمدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃ علیٰ رَسُولِہٖ

کمترین بندگان خادم الاولیا رفقیر حقیر ناچیز امام دین کَانَ اللّٰہُ لہٗ عِوَضاً عَن کُلِّ شَیٔ بن حافظ میاں محمد سکنہ موضع کھوتکہ علاقہ سُون سکیسر تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور کہتا ہے کہ ماہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کی بیس تاریخ تھی کہ بینتھلا نوالہ کے جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب نے جو ہمارے حضرت ہمارے خواجہ شاہ غلام نبی احمد للّٰہیؒ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں، اس گنہگار سے بار بار فرمایا کہ حضرت کے خلفاء رحمۃ اللہ علیہم کا ذکر جو کچھ تجھے معلوم ہے، لکھو۔ اور اگرچہ اس احقر نے علم وفہم اور حضرت کے خلفائے عظام سے واقفیت ومعلومات نہ ہونے کا عذر کیا۔ مگر مولوی صاحب نے ہرگز قبول نہ کیا۔ پس مصروفیت کے باوجود مجبوراً چند اوراق پر ٹیڑھی میڑھی عبارت لکھنے میں مشغول ہو گیا۔

عالی منش، بلند ہمت، برادرانِ طریقت سے امید ہے کہ ان اوراق کی تالیف میں اگر کوتاہیاں واقع ہوں تو اصلاح فرما کر ماجور ہوں۔ حضرت کے خلفاء کے بیان سے پہلے متعلقہ باب میں حضرت کے ابنائے کرام کا ذکر نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ اوّل، حضرت صاحبزادہ والا مناقب حضرت حافظ مولوی دوست محمد احمدی للّٰہی سلمہ اللہ تعالیٰ اور جناب حافظ گل محمد مرحوم اور حضرت کے متعلقین کے حالات لکھے جائیں گے اور اس کے بعد مخلصین اور خلفائے کرام اور مجازِ عظام اور مجازاتِ ذوالاحترام کے متعلق چند الفاظ لکھوں گا۔

فَاَنَا اَشْرَعُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔ فَھُوَ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلِ۔

(پس میں شروع کرتا ہوں، توفیق اللہ کے پاس ہے۔ پس اللہ ہی میرے لیے کافی ہے اور وہ سب سے اچھا چارہ ساز ہے)

صاحبزادگان کرام

حضرت کے فرزند اعظم، قطب العرفاء، غوث الوراء، مخدوم زادہ بزرگ اسرار لی مَعَ اللّٰہ سے واقف حضرت صاحبزادہ حافظ مولوی دوست محمد احمدی للّٰہی سلمہ تعالیٰ

کے کچھ حالات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۸ جمادی الآخر سنہ ۱۲۶۶ھ کو شہر ٹلہ شریف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چنانچہ حضرت نے اپنی بیاض میں اپنے ہاتھ سے یوں تحریر فرمایا ہے، بخار کی کمزوری اور بیقراری میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ عم نوالہٗ نے برخوردار سعادت آثار میاں دوست محمد کے تولد کی دو تاریخیں بطریق الہام میرے دل میں ڈالیں۔ اللہ ان دونوں تاریخوں کے مفہوم سے انہیں نوازے۔

۱۲۶۶ھ

با النون و الصاد

۱۲۶۶ھ

دوست محمد خان مجاہد

۱۲۶۶ھ

فیض رسان کل آحاد

از روئے حساب قمری ۱۸ جمادی الآخر بموجب حساب شمسی ۲۱ بساکھ"

آپ نے قرآن مجید بھیرہ کے حافظ لاثانی محمد دین سے حفظ کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۲۸۰ھ میں مولوی محمد اللہ جوایا صاحب حفظ ختم قرآن شریف کی تاریخ و تعریف میں ایک طویل غزل لکھی ہے۔ اس غزل کے آخری شعر میں "زہے حافظ کلام اللہ عالی" تاریخ نکالی ہے۔

حضرت مولوی محمد اللہ جوایا صاحب ۱۲۸۰ھ سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کا علم حضرت سے یعنی اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور سلوک مجددی پر بھی آخر تک بڑے شوق سے حضرت کی نگرانی میں عبور پایا۔

حضرت کے سامنے ہی علوم دینی کی تدریس اور مریدوں کو توجہ دینے میں ممتاز ہو گئے تھے نیز عنایت کلاہ و خرقہ قمیص و عمامہ اور اجازتِ مطلقہ سے سرفراز کئے گئے تھے۔

آپ کی شادی موضع جاوہ کے ایک بڑے خاندان میں ۱۲۹۰ ہجری میں ہوئی۔ جناب محمد حسن خان نے بھی تکملہ و ضمیمہ و تتمہ مقاماتِ امام ربانی مجدد الف ثانی میں آپ کے حالات لکھے ہیں۔

تمام خلفاء و مریدین سے زیادہ آپ کو حضرت کی رضا کا خیال رہتا تھا۔ اور تمام صاحبزادگان کی طرح آپ کے ساتھ محض رسمی تعلق نہ تھا بلکہ حضرت کی خدمت میں ہمیشہ دست بستہ و ہوشیار

رہتے تھے۔ اور آپ کی حرکات و سکنات حضرت کی مرضی کے مطابق ہوا کرتی تھیں۔

زندگی میں تمام عمر حضرت کے اکثر کام باریک اشاروں میں ہوتے تھے۔ اس ناچیز کو آخری عمر میں یہ معاملہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ انتقال سے دو تین سال پہلے سامان کے صندوق کی کنجیاں جو آپ کے اپنے پاس تھیں یا درویشوں کے پاس، صاحبزادہ صاحب کی تحویل میں دے دی تھیں۔ تعویذات کے لئے قلم دوات بھی انہی کے حوالے کر دی۔ ان دو اور دیگر اشارات وغیرہ سے معلوم ہو گیا کہ جزوی و کُلی نیابتِ ولایت ہر شخص سے زیادہ ان کے سپرد کی گئی۔

حضرت صاحبزادہ گُل محمد کے انتقال کے بعد ایک شخص نے بتایا کہ میں نے گھر میں سُنا، جب دونوں صاحبزادوں نے وبا میں انتقال کیا تو حضرت یہ خبر سُن کر مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے قوی امید ہے کہ ہمارا کوئی شخص تو زراعت میں بیج کے لیے باقی رہ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیج ڈالنے سے مراد اس سے لوگوں کا فیض یاب ہونا ہے۔ فَہِمَ مَنْ فَہِمَ فَتَدَبَّرُوْا وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقَاصِرِیْنَ۔ (سمجھا، جس نے سمجھا، پس غور کرو اور کوتاہی کرنے والوں میں سے مت ہو۔) غرضیکہ اللہ کی مخلوق میں سے ہزاروں ان سے فیض یاب ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہدایت پائی۔ اور مقامات مجددیہ سے بہرہ یاب ہو کر درجۂ اعلیٰ تک پہنچے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو اپنے والد ماجد یعنی حضرت صاحب کی طرح ظاہر و باطن میں کمال و تکمیل کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا کر ان کے ذریعے ایک عالم کو منور و فیض یاب کیا۔

آپ نے بتقدیرِ قادر ۱۸ ماہ ذوالحج ۱۳۱۷ھ بمطابق ماہ مراد ۸ بساکھ ۱۹۵۶ء، ۱۹ اپریل ۱۹۰۰ء بروز پنجشنبہ ظہر اور عصر کے درمیان انتقال فرمایا۔ عزیزوں نے بیشمار تاریخیں کہی ہیں۔ ایک نے کہا:

گشت واصل بحق محمد دوست جدائی وصال دوست نکوست
شد سال وصالش این مصرعہ کہ بیکدم رسیدہ دوست بدوست
۱۳۱۷ھ

(محمد دوست واصل بحق ہوئے کیونکہ جدائی سے دوست کا وصال اچھا ہے۔ یہ مصرعہ آپ کا سالِ وصال ظاہر کرتا ہے بیکدم رسیدہ دوست بدوست۔)
۱۳۱۷ھ

سیتھا نوالہ کے مولوی صاحب نے بھی لکھا ہے:

چوں نوزدہم ماہ حج بودے   عصر شب جمعہ روی نمودے
آں دوست محمد عربی   انتقال الیٰ جناب ربی
سرگروہ حضرت محمدؐ   پروردۂ برکت مجدد
تاریخ وصال را چوں چارہ   برسید ایں بشارہ !
من جانب حضرت رحیم   اَنْ یُدْخَلَ جَنَّۃَ نَعِیْمٍ

(جب ماہ حج کی انیسویں تاریخ تھی جمعرات کی عصر کا وقت آیا تو محمدؐ عربی کے اس دوست نے اپنے رب کی طرف انتقال کیا۔

وہ حضرت محمدؐ کے گروہ کے سرداروں میں سے تھے۔ مجدد کی برکت سے پلے بڑھے تھ

جب ان کی تاریخ وصال سوچی تو حضرت رحیم سے یہ بشارت پہنچی۔

اَنْ یُدْخَلَ جَنَّۃَ نَعِیْمٍ (کہ جنت نعیم میں داخل کیے جائیں)

جناب حافظ عبدالرسول صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

(فرزند حضرت دوست محمدؒ)

اس وقت آپ کی عمر آٹھ[ل] سال ہے۔ مولوی حافظ نور احمد کے پاس قرآن مجید حفظ کرنے میں مشغول ہیں۔ ان کی پیشانی سے سعادت وفہم سلامتی عقل وعلم کے آثار آشکار ہیں۔ حق تعا انہیں عمر دراز عطا کرے اور نام، صورت اور سیرت میں مشائخ سلف کبارؒ کی طرح بنائے۔

بِمَنِّہٖ وَکَمَالِ کَرَمِہٖ۔ آمین (اپنے کمالِ کرم اور احسان کے ساتھ)

آپ کی منگنی کی رسم حافظ دین محمد صاحب کے گھر میں جو حضرت کے حقیقی بھتیجے ہیں ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۷ ہجری کو بخوبی سرانجام پائی۔ آپ پورے شوق سے ڈھڈھی کے مولو غلام حسن جیوؒ کے پاس جو حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں، ہر روز پڑھنے کے لئے تشری

[ل] مولوی محمد حسن خانؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ۱۳۳۰ ہجری میں ۲۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ا
لحاظ سے سال ولادت ۱۳۰۱ ہجری بنتا ہے۔ (مترجم)

ے جاتے ہیں۔ آپ اپنے والد کے ہاتھ پہ بیعت کر کے طریقہ انیقہ میں داخل ہوئے اور کمال شوق رکھتے ہیں۔

حضرت کے مخدوم زادہ دوم حضرت میاں غلام محمد صاحب

ان کی عمر دو سال آٹھ ماہ تھی کہ عالم جاودانی کو سدھارے جیسا کہ حضرت کی زبانی اور حضرت کی بیاضِ رحمتِ نشان سے بھی معلوم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی تاریخ وفات ۷ رجب المرجب ۱۲۷۲ھ تھی۔

مخدوم زادہ سوم سید محمد

جو ۱۸ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو پیدا ہوئے اور تقدیر الٰہی سے ماہ رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ میں عالمِ جاودانی میں جا پہنچے۔ یہ بھی حضرت کی بیاض سے معلوم ہوا۔

حضرت کے مخدوم زادہ چہارم حضرت **حافظ گل محمد صاحبؒ** تھے کہ آپ کی ولادت شریف ۱۶ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو صبح کے وقت ہوئی۔ کمالِ شوق سے قرآن مجید حفظ کیا اور بڑے شوق اور محبت سے حضرت کی خدمت میں بیعتِ طریقہ سے مشرف ہوئے۔ اور ایک ہی نظر میں یعنی فیض انعکاسی کے ذریعہ سب نعمت حاصل کر لی۔ حضرت کو تراویح میں قرآن مجید سُناتے تھے اور بہت توبہ واستغفار کرتے تھے۔ سخت وبا میں بحالتِ شہادت شوال ۱۳۰۵ھ کی پہلی رات کو انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شرف اللہ بوصالہ

حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد و احفاد کا شجرۂ نسبی حسب ذیل ہے جو عقیدتمندوں اور ارادتمندوں کے افادہ کے لئے یہاں نقل کیا جارہا ہے۔ (مترجم)

شجرۂ نسبی

اعلیٰ حضرت غلام نبی المتوفی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

ثانی حضرت دوست محمد " ۱۸ ذوالحج ۱۳۱۷ھ

ثالث حضرت عبدالرسول " ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

رابع حضرت مقبول الرسول
المتوفی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ

۱۔ صاحبزادہ مطلوب الرسول
(سجادہ نشین)۔

۲۔ صاحبزادہ مقصود الرسول
ڈی۔ ایس۔ پی چکوال

۳۔ صاحبزادہ صبغۃ اللہ
ڈپٹی۔ ڈی۔ ای۔ او بھلوال

۴۔ صاحبزادہ ڈاکٹر حجۃ اللہ
پروفیسر الفتح یونیورسٹی طرابلس

۵۔ صاحبزادہ انوار احمد
ریسرچ آفیسر اٹامک انرجی کمیشن اسلام آباد

رابع حضرت محبوب الرسول
۲۹ رجب ۱۳۹۱ھ

۱۔ صاحبزادہ عبدالرسول
پرنسپل گورنمنٹ کالج سرگودھا

۲۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود الرسول
اے۔ ڈی۔ ایچ۔ او سرگودھا

۳۔ صاحبزادہ محمود الرسول
لیکچرر گورنمنٹ کالج سرگودھا

۴۔ صاحبزادہ حسنات الرسول
(سجادہ نشین)

۵۔ صاحبزادہ عرفان الرسول
مینجر یونائیٹڈ بنک سرگودھا

حضرت کے بعض اقرباء کا بیان

حضرت مولوی محمد قائم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے بھائی تھے اور مختلف قصبوں میں رہ کر حضرت کے ساتھ علم ظاہری حاصل کیا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحب ان کے ساتھ ہم سفری کی بہت حکایات بیان فرماتے تھے۔ علم ضروری حاصل کرنے کے بعد تقدیر الٰہی سے غلبۂ عشق میں مجذوب ہو گئے۔ جب افاقہ ہوتا تھا تو فی الحقیقت حضرت کے تمام کاموں میں ممد ہوتے تھے جس طرح نبی ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے مددگار اور ساتھی تھے۔ آپ روحانی طاقت میں حضرت کو بزرگ جانتے تھے۔ حضرت بھی ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ حتّٰی کہ ان کے انتقال کے موقع پر متبرک کپڑے (جسے اوچھاڑ کہتے ہیں) جو حضرت کو سرہند سے ملے تھے، ان کے کفن کے لئے مرحمت فرمائے۔ اور دوسری باطنی عنایات جن سے حضرت انہیں نوازتے تھے، حد سے زیادہ تھیں۔ جذبہ کے حال میں پہلے ہی حضرت کو بطور الہام معلوم ہو گیا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ایسے ہوں گے جیسے موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ۔ حسب آیت کریمہ۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ (اے میرے رب میرا سینہ کھول دے۔ میرا کام آسان بنا۔ میری زبان کی گرہ کھول تاکہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے خاندان میں سے میرا ایک وزیر بنا۔)

غرضیکہ حضرت کے خواص میں سے تھے۔ آخر ۱۳۰۴ ہجری میں ۲۰ ماہ ذیقعد، ماہ مراد بھادوں کو انتقال کیا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔

عارف باللہ جناب مولوی حافظ دین محمد سلمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت کے بڑے بھتیجے

ہیں۔ حضرت سے تمام علم ظاہری پڑھا اور حضرت صاحبزادہ حافظ عبد الرسول قصوریؒ مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی طرف سے ولالت و اشارت سے اور ایک سفارشی مکتوب کے ذریعہ حضرت سے بھی بطریق انعکاسی نسبت مجددیہ حاصل کی۔

کمال درجے کا ذوق و شوق رکھتے ہیں اور حضرت کے صاحبزادہ کی خدمت میں ان کے حلقۂ توجہ میں حاضر ہوتے ہیں اور جس قدر ہو سکے، خدمت کرتے ہیں۔ جمعہ کے دن حضرت صاحب انہیں وعظ کے لئے ارشاد فرماتے تھے اور صاحبزادہ صاحب بھی ایسا ہی کرتے۔ کبھی کبھی ان کو نماز میں امام جماعت بھی بناتے تھے۔ بیماری و درد وغیرہ کے معاملات کے دوران میں ان کو اپنا نائب مناب مقرر کرتے تھے۔ اگرچہ حضرت خفگی کی کیفیت میں بھی ہوتے تھے مگر وہ حضرت کو عمدہ حکایات سُنا کر خوش کر لیتے تھے۔ غرضیکہ دلی تعلق کی بنیاد پر حضرت کے خواص میں سے ہیں۔

ان کے ایک فرزند حافظ محمد خلیل الرحمان صاحب ہیں جن کی عمر ۱۶ سال ہے۔ شوق سے علم پڑھنے میں لگے ہیں اور اچھی طبیعت رکھتے ہیں۔

جناب مستطاب حافظ سلطان محمد صاحب حضرت کے دوسرے بھتیجے ہیں۔ حضرت سے بیعت رکھتے ہیں۔ حضرت کی زندگی میں گھر کے کاموں میں جب بھی ضرورت پڑتی، اسی وقت فوراً سرانجام دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اور اب بھی صاحبزادگان کی خدمت میں اسی طرح کاموں میں بڑی دانائی سے سرگرم رہتے ہیں اور کچھ فرق نہیں رکھتے۔ قرآن مجید کی تعلیم و تدریس میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کبھی بیکار نہیں رہتے۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔

جناب حافظ فیض محمد صاحب حضرت کے تیسرے بھتیجے ہیں۔ علم ظاہری سفر و حضر میں حضرت سے پورے شوق کے ساتھ پڑھتے رہے۔ آلہ شریف میں قرآن مجید کی تدریس میں ہر وقت مشغول رہا کرتے ہیں۔ اور بعد میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے بھی علوم متداولہ پڑھتے رہے۔ بَارَكَ اللهُ فِيْ عُمُرِهٖ وَعَمَلِهٖ۔ اللہ تعالیٰ انہیں خاندان مجددیہ کی نسبت سے کماحقہٗ بہرہ یاب فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

مخلصین و مریدین اور اجلہ خلفائے عظام
کے
حالات

حضرت خواجہ للّٰہیؒ صاحب کے خلفاء اس حد تک ہیں کہ ان کے حالات اس رسالہ میں نہیں سما سکتے۔ اگر تھوڑا سا بھی لکھا جائے تو دفتر بن جائے لیکن جو مشہور ہیں، ان کے بارے میں یہ ناچیز چند حروف لکھتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جناب حافظ فضل محمد صاحب سکنہ للہ ہندوانہ عرف چا بہہ

حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ حضرت صاحب کے پاس مقامات مجددیہ بڑے شوق و محبت سے آخر تک طے کئے۔ آپ صاحب کشف تھے۔ جن کا کشف ہمیشہ صحیح ہوتا تھا۔ چند بار آپ کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی حاصل ہوئی۔ چنانچہ جناب محمد حسن خان صاحب نے یہ بات بھی حضرت کے ملفوظات کے آخر میں لکھی ہے۔ انکے بہت سے دوسرے کمالات جو اس فقیر نے حضرت صاحب سے سُنے ہیں، بیان و تحریر میں نہیں آ سکتے۔ انہوں نے دس ربیع الاوّل سنہ ۱۲۸۳ھ کو قضاء الٰہی سے دار الفناء سے دار البقاء کو رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صاحب ہمیشہ جمعہ کی نماز کے بعد یا جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد آپ کے مزار پُرانوار پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے آپ کی قبر پختہ کرا دی تھی۔

ان کا ایک فرزند ہے جس کا نام حافظ مولوی عطا محمد ہے۔ انہوں نے رسمی علم حضرت مولوی محمد اللہ جوایا صاحب سے پڑھا ہے۔ قرآن مجید اور دوسری کتابوں کی تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ ایک بیٹی رسول بی بی تھی۔ جنہوں نے حضرت صاحب سے طریقہ مجددیہ میں نسبت حاصل کی۔ انہیں حلقۂ نساء میں توجہ دینے کی اجازت بھی اُنہی سے ملی۔ آپ بھی اپنے تعلق کے باوجود حضرت صاحبزادہ والا مناقب سے توجہ لینے اور

نسبت کو مستحکم بنانے کے لئے عورتوں کے ساتھ رات دن کے حلقوں میں ہر روز ان کی خدمت میں حاضر ہوتی رہیں۔ عصمہ اللہ تعالیٰ و بارک اللہ فیما اعطاہ۔

جناب فیض مآب مولانا مولوی حضرت محمد اللہ جوابا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ لنفع السالکین۔

جو علماء و فضلاء و محققین کے گروہ میں سے ہیں اور منتخب صلحاء و پرہیزگار اصحاب میں سے ہیں۔ ایک لاثانی محدث اور علوم اصول فروع پر حاوی ہیں۔ آپ نے علوم ظاہری باطنی حضرت سے ہی حاصل کئے۔ اور ہر قسم کے حالات میں بہت سے سال حضرت کی خدمت میں بڑی دیانتداری سے گذارے ہیں۔ نیز آپ حضرت صاحبزادہ والا مناقب حافظ دوست محمد صاحبؒ کے استاد ہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ غرضیکہ آپ حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں اور آپ کا اصل گھر موضع جھاوریاں میں ہے۔ آپ ہمیشہ علم دین کی تدریس و تحقیق میں مصروف رہتے ہیں، بارک اللہ فی اعطارہ۔ انہوں نے حضرتؒ صاحب کے حکم پر تصوف پر پنجابی نظم میں ایک رسالہ "نوری" کتب معتبرہ مجددیہ سے تحقیق کر کے پوری کوشش کے بعد ۱۲۸۹ھ میں تالیف کیا۔ حضرت نے وہ رسالہ نہایت پسند کیا تھا۔ اب وہ رسالہ شائع شدہ موجود ہے۔

ان کا تخلص طالب ہے اور ان کے چار بیٹے ہیں۔ ایک حافظ عبد الحق۔ دوم حافظ فضل حق۔ سوم حافظ مولوی نور الحق چہارم حافظ ظہور الحق۔ یہ سب علم پڑھنے میں مستعد رہتے ہیں۔ بارک لھم اللہ فی عمرھم و علمھم۔ اللہ تعالیٰ ان کو نسبتِ مجددیہ سے بہرہ یاب فرمائے۔ بمنہٖ و کرمہٖ۔

خلافت پناہ میاں سلطان صاحب بھی حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں اور للہ شریف میانہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ عمر بھر بہت سالوں تک اکثر صبح و شام کے حلقوں میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر رہے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی سیاہ داڑھی کو سفید کر دیا۔ اور حضرت صاحبزادہ کی خدمت میں بھی پرانے دستور

کے مطابق بڑی نیاز مندی سے حاضری دیتے رہیے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بھی ان دونوں حضرات نے کوئی حکم دیا، بہ سستی کے بغیر اس کی تعمیل پر مستعد رہے ہیں اور انہیں انکی رضا کلی حاصل رہی۔ آنحضرت کے فرمان پر اکثر رات کو مسجد عالی میں حلقہ توجہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے اجازت و خلافت حضرت صاحبؒ سے ہی حاصل کی۔ کمال تاثیر رکھتے ہیں اور صحبت کے لائق ہیں۔ طریقہ مجددیہ میں ان کے دل و زبان میں اثر ہے۔ حضرت صاحب نے مکاشفات میں ان کے احوال کے بارے میں بھی کچھ لکھا ہے۔

(انہی دنوں میں اس فقیر نے سنا ہے کہ وہ دس تاریخ ماہ ذوالحج ١٣٠٨ھ میں بہ تقدیر الٰہی انتقال فرما گئے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت مولوی غلام حسن سلمہ اللہ تعالیٰ لنفع السالکین، ساکن موضع ڈھڈی جو للہ شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور وہ بھی حضرت کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں اور علوم ظاہری و باطنی بہت شوق سے حضرت سے حاصل کئے اور اکثر بلکہ تمام عمر ہر روز علم ظاہری و باطنی کے شغل اور دوسری خدمت کے لئے آتے اور عصر کے وقت جاتے رہے۔ صرف رات گھر میں گذارتے تھے۔ غرضیکہ اجازت و خلافت حضرت سے رکھتے تھے اور حضرت کو ان پر بہت بھروسہ تھا۔ چنانچہ مقامات مجددیہ کے سلوک کے اکثر طالبوں کو امتحان کی غرض سے استفسار حقائق کے لئے ان کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اور اب بھی اکثر پرانے دستور کے مطابق للہ شریف میں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ حضرت کے مزار پرانوار کی زیارت کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ کے سبق کو دہراتے ہیں اور اکثر موجودہ شرحوں کے ساتھ اس کی تدریس فرماتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی اجازت سے معمول کے مطابق پردہ کراکر عورتوں میں بھی توجہ کے لئے حلقہ کرتے ہیں۔

انہوں نے سلوک مجددیہ کی کتابیں حضرت صاحب سے بار بار پڑھیں اور علوم معقول و منقول میں بے نظیر ہیں۔ ہمیشہ قرآن مجید اور دیگر علوم ضروری کی تدریس اور حلقۂ توجہ گاؤں میں جاری رکھتے ہیں۔ اور بلاناغہ قرآن مجید کی منزل مع ختمات پڑھا کرتے ہیں وَكَثَّرَ اللّٰهُ اِرْشَادَهٗ وَجَعَلَهٗ فِیْ عُمُرِہٖ وَعَمَلِہٖ نَفْعًا لِّلْمُسْلِمِیْنَ۔ ان کی پارسا اور عصمت پناہ بی بی

صاحبہ نے بھی جن کا نام حضرت صوبر بی بی ہے، حضرت صاحب سے عورتوں میں حلقہ توجہ دینے کی اجازت حاصل کی تھی۔ وہ بھی نسبت مجددیہ کی طلب اور محبت میں بے نظیر تھیں۔ اور اب فقیر نے سُنا ہے کہ بی بی صاحبہ بیمار رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ظاہری و باطنی امراض سے شفائے کلی بخشے۔ آمین۔

جناب **شیخ محمد عبداللہ صاحب** سکنہ چاوہ حضرت صاحب کے متعلقین میں سے تھے۔ حضرت قبلہ قصوریؒ سے بیعت کر رکھی تھی۔ ضعفِ پیری کے باوجود بے حد شوق رکھتے تھے۔ مقاماتِ مجددیہ بھی حضرت کی خدمت میں مکمل کئے تھے۔ ۱۳۰۱ھ ہجری میں انتقال کیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے بیٹوں میں مولوی غلام رسول چاوی اور مولوی محمد اسمٰعیل مشہور ہیں۔ ان کے پوتوں نواسوں میں محمد سراج الدین صاحب عمدہ طبیعت و نیک فطرت ہیں اور علم پڑھنے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ سلمہم اللہ تعالیٰ علیٰ صراط المستقیم بحرمت نبی الرحمٰن الرحیم۔ آمین یاربِ العلمین۔

جناب **حافظ مولوی شمس الدین صاحب** جو حافظ دھوری والا کے نام سے مشہور ہیں۔ حافظ صاحب عرف میں بھاگت ہیں اور دھوری ان کا مولد و مدفن تھا۔ حضرت صاحب کے عاشقوں کے درمیان قدیم شاگردوں اور محبت رکھنے والوں میں سے تھے۔ حالانکہ علم و فضل میں ایک مرتبہ رکھتے تھے چنانچہ ان کی تعریف و توصیف میں حضرت نے بہت باتیں فرمائی ہیں۔ ان کے باطنی سلوک کے احوال کے بارے میں اس ناچیز کو چنداں اطلاع نہیں ہے۔ لیکن سُنا گیا ہے عنفوانِ جوانی میں اللہ شریف میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ۳ صفر ۱۲۷۵ھ کو بروز یک شنبہ طلوع آفتاب کے وقت بڑی مسجد کے شمالی حجرے میں جاں بحق ہوئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس روز بھادوں کی نویں تاریخ تھی۔

جناب حافظ پیر محمد صاحب سکنہ للہ بھروانہ حضرت کے صاحب مجاز محبتوں اور پڑوسیوں میں سے ہیں۔ ہمیشہ حضرت کی محبت سے شاداب رہے۔ کلام پاک ترتیل سے پڑھا کرتے تھے۔ اللہ ان کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے۔ بالنبیؐ وآلہ وامجاد (بوسیلہ نبیؐ و آل و اولاد)

حافظ محمد دین صاحب سکنہ للہ بھروانہ، بھی حضرت کے دوستوں اور مخلصوں میں سے ہیں۔ مجھے ان کے باطنی احوال کی کچھ خبر نہیں لیکن وہ ہمارے حضرتؒ کے ظاہری کاموں اور مشورے کے معاملے میں اپنی طاقت کے مطابق کچھ فرق نہ رکھتے تھے اور حضرت کو ان پر مکمل بھروسہ تھا۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولوی محمد دین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ لنفع السالکین سکنہ چنیوٹ، حضرت کے مخلصین اور صاحب مجاز حضرات میں سے موجود ہیں۔ اور اس ناچیز کو ان کے سبق باطن کے بارے کچھ واقفیت نہیں ہے کہ نقل کروں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہ۔

میاں بدر دین صاحب ساکن چک جانووالہ، جو میاں عبداللہ میرپوری کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کو حضرت نے صرف اپنے طریقہ کے اوراد کی تعلیم دینے کی اجازت دی تھی۔ اور اس مسکین نے سنا ہے کہ انہوں نے بڑے شوق سے پچھلے سال بیت اللہ شریف کا حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کی ہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ علیٰ صراط المستقیم۔

میاں محمد بخش صاحب سکنہ موضع کوٹلہ، حضرت کے خواص صاحب اجازت درویشوں اور مریدوں میں سے ہیں۔ مقامات مجددیہ کی تکمیل کے بعد بھی اکثر للہ شریف میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۳۱۱ھ میں انتقال فرمایا۔ عفی اللہ لہٗ۔

حافظ جلیانوالہ صاحب حضرتؒ کے محبوں میں سے ایک ہیں حضرتؒ کو انکی اذان بہت پسند تھی اور انہیں دفع امراض کے لئے توجہ کی اجازت دے رکھی تھی۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولوی حافظ نور احمد صاحب آپ حضرتؒ صاحب سے طریقہ کی خلافت و اجازت رکھتے ہیں۔ اصل میں آپ کی سکونت موضع نورخانہ میں تھی لیکن بعد ازاں للہ شریف میں حضرت صاحبزادہ عبدالرسول صاحب کو قرآن مجید پڑھانے کے لئے حویلی ہی میں استقامت کے ساتھ قیام پذیر رہے۔ انہوں نے خود کلام مجید حافظ بیرہ صاحب کے پاس حفظ کیا تھا اور کتب متداولہ حضرت مولوی محمد اللہ جوایا صاحبؒ سے پڑھیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

جناب حافظ رکن دین صاحب سکنہ چکوڑہ جودھنی کے علاقے میں چکوال کے نزدیک ایک موضع ہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے پرانے اصحاب میں سے ہیں علم ظاہری و باطنی حضرتؒ سے ہی حاصل کیا۔ اجازت و خلافت بھی حضرتؒ سے ہی رکھتے ہیں۔ بہت مدت تک سفر و حضر میں استقامت کے ساتھ حضرتؒ کے ساتھ رہے اور تربیت جلالی و جمالی سے مشرف ہوئے۔ آج کل اپنے گاؤں میں رہتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرالجزا و بلّغھم الیٰ مراتب الاقصیٰ

حضرت میاں نور محمد صاحب سکنہ رتہ رحمۃ اللہ علیہ حضرتؒ سے ہی اجازت و خلافت رکھتے تھے۔ اکثر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے حتّٰی کہ بروز یک شنبہ، ماہ صفر سنہ ۱۲۹۷ھ میں حضرتؒ کے پاس ہی انتقال فرمایا آپ کا مدفن بھی للہ شریف میں ہے۔

جناب حضرت مولوی امام دین صاحب سکنہ موضع رتہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے حضرتؒ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ ان کے وعظ شریف میں عجیب و غریب تاثیر تھی۔ ایام متبرکہ میں صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ رزقہ

اللہ تعالیٰ الاستقامت علی الشریعۃ والطریقۃ المجددیۃ آمین یا رب العلمین۔ ان کی ایک ہمشیرہ مسماۃ حضرت حافظ بی بی صاحبہ کو بھی حضرت کی طرف سے عورتوں کے حلقہ کی اجازت ہوئی تھی عصمۃ اللہ تعالیٰ۔

حافظ مولوی محمد نور صاحب سکنہ اوڈھروال، انہیں اجازت طریقہ حضرتؒ سے حاصل ہوئی۔ سلوک میں صاحبزادہ صاحب کے ہم سبق تھے اور سلوک کو مراقبۂ حقیقت قرآن تک پہنچایا تھا۔ علم ظاہری بھی حضرتؒ سے ہی حاصل کیا تھا۔ حضرتؒ کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور نو سال بڑی دیانتداری کے ساتھ آپ کی خدمت میں گزارے۔ آخر عنفوانِ جوانی میں ۱۲۹۸ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کی وفات کے بعد مقامات مجددیہ کے باقی مراقبات حضرتؒ نے ان کی قبر پر پورے کیئے۔ ایک بار حضرت نے انہیں اجازت عطا فرمائی کہ فلاں عورت کو جو تمہارے رشتہ داروں میں سے ہے اور صاحب علم ہے، معمول کے طور پر توجہ دو چنانچہ انہوں نے حلقہ بنا کر توجہ دی۔ اس عورت نے ان سے سوال کیا کہ عورتوں کا سلوک کا سبق مسمی الباطن تک ہوتا ہے آگے کے مقامات مجددیہ سے عورتیں کیوں محروم ہیں۔ انہوں نے حضرتؒ کے فرمان کے مطابق جواب دیا کہ کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوئی اور نہ ہوگی اور یہ مبشرات یعنی مقامات مجددیہ پیغمبروں کے ظلال ہیں۔ کجا بُود مطلب کجا تا ختم (میں کیا کہہ رہا تھا اور کہاں چلا گیا) غرضیکہ حافظ صاحب بے نظیر باکمال آدمی تھے۔

جناب حافظ شہباز صاحب سکنہ سدوال رحمۃ اللہ علیہ، یہ بہت بڑے فقیہہ تھے اور تمام مقامات مجددیہ حضرتؒ کے پاس طے کیے تھے۔ اجازت وخلافت میں حصہ وافر رکھتے تھے۔ حضرت صاحبؒ سے قرآن مجید کی منزل سنتے تھے۔ دہلی، سرہند اور قصور شریف کے اکثر بابرکت سفروں میں حضرتؒ کے ساتھ رہے آخر الامر تقدیر الٰہی سے تپ اور دمے کی بیماری کی وجہ سے ظہر کے وقت نماز کے بعد فوراً جان بحق تسلیم کی۔ ۱۳ محرم بروز جمعہ ۱۲۹۷ھ۔ ان کی بیوی صاحبہ مسماۃ بھاگ بھری کو بھی حضرتؒ سے عورتوں میں توجہ کرنے کی اجازت حاصل ہوئی تھی ان بی بی صاحبہ نے بھی ۱۳۰۰ھ ہجری میں انتقال کیا رضی اللہ عنہا۔ ان کے فرزند مولوی نور الدین صاحب

ہیں۔ مقامات مجددیہ کی تحصیل کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس اکثر رہنے لگے اور بہت شوق رکھتے ہیں۔

میاں لقمان صاحب سکنہ سدوال رحمۃ اللہ علیہ حلقہ توجہ کے لئے حضرت کے صاحب مجاز لوگوں میں سے ہیں ۱۳۰۱ھ ہجری میں عین جوانی میں انتقال کیا۔[1]

میاں فتح نور صاحب سکنہ سدوال، انہیں بھی حلقہ توجہ کرنے کی اجازت حضرت سے حاصل ہوئی تھی۔ اللہ انہیں شریعت پر استقامت نصیب فرمائے اور محبتِ غیر سے جو مانع طریقہ ہے انہیں پوری نجات عطا فرمائے۔ بمنہ وکرمہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

میاں جمال الدین صاحب سکنہ جھنڈ بوہل، جو گجرات کے علاقے کا ایک گاؤں ہے۔ انہوں نے اجازت و خلافت حضرت سے پائی تھی۔ بے مثال صالح اور متقی ہیں اور اس ناچیز کے دلی دوستوں میں سے ہیں۔ حضرت اکثر مبتدی طالبوں اور طریقہ میں نئے داخل ہونے والوں کو توجہ اور اورادِ طریقہ کی تعلیم کے لئے ان کے سپرد کیا کرتے تھے۔ ایام متبرکہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ایک بار حضرت نے ان کو اشارۃً فرمایا تھا کہ اگر تم اسی ایک نکاح پر جو کیا ہے اکتفا کرو تو امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں

---

[1] زیر نظر مخطوطہ حیات الطیبین کے کاتب فیض محمد صاحب تھے جنہوں نے اس کتاب کو ۱۹۴۵ء میں نقل کیا تھا ایک نوٹ لکھا ہے "بزرگوں سے میں نے سنا کہ میاں صاحب کی وفات سفر گجرات سے واپسی پر واقع ہوئی تھی۔ قبلہ حضرت صاحب نے انہیں واپس روانہ ہونے کی خود اجازت دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارا سفر اس جگہ ختم ہوتا ہے چنانچہ گھر پہنچتے ہی بیمار ہوئے اور رختِ آخرت باندھا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ دین محمد، فضل محمد اور فیض محمد۔ یہ سب طریقہ انیقہ کے گرویدہ تھے۔" کاتب فیض محمد، فضل محمد کے صاحبزادے ہیں۔

عالم برزخ میں اور قیامت کے دن درجۂ و مرتبۂ عظیم عنایت فرمائے گا۔

مولوی ابراہیم صاحب سکنہ موضع چنن وال، حضرت حافظ عبد الرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت رکھتے تھے اور ان کے فرمانے پر حضرت کے پاس آئے اور کمال تحقیق سے مقاماتِ مجددیہ حضرت سے حاصل کیے اور اجازت و خلافت پائی بلکہ حضرت سے ایک اجازت نامہ دستخطی بھی لے لیا۔ حضرت فرماتے تھے، کہ خدائے تعالیٰ نے انہیں انوارِ مقامات کی تمیز اور مقامات مجددیہ کا وجدان عنایت فرمایا ہے۔

جناب مولوی ابراہیم صاحب سکنہ سیتقل سلمہ اللہ تعالیٰ انہوں نے حضرت صاحبؒ سے علم حاصل کیا اور طریقہ باطنیہ کی اجازت و خلافت پائی۔ ان کو دیکھ کر بہت سے مولویوں اور عوام الناس نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان میں سے کئی اجازت و خلافت کے قابل ہوئے۔ مولوی ابراہیم صاحب کے کمال میں کچھ شک نہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

جناب اللہ داد خان صاحب، حضرت کے مخلصین میں سے ایک ہیں اور حضرت کے پاس ہی مقاماتِ مجددیہ عبور کیے اور مراقبہ حقیقتِ محمدی تک سلوک حاصل کیا۔ اپنے تمام کاموں میں حضرت سے ہی استمداد چاہتے تھے۔ یہ بھی سیتقل کے رہنے والے تھے۔

حضرت مولوی ابراہیم صاحب (شہید انوالی) حضرت صاحبزادہ حافظ عبد الرسول قصوریؒ کی خدمت میں بہت رہے تھے اور ان کے کہنے پر حضرت کی خدمت میں آئے اور اجازت و خلافت کے لائق ہوئے۔ آجکل استقامت کے ساتھ للہ شریف میں مقیم ہیں اور حضرت کی کتابوں کی جلد بندی کی خدمت کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں۔ اور حضرت صاحبزادہ والا مناقب کے حلقہ میں بھی حاضر ہوتے رہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مولوی احمد دین صاحب سکنہ موضع نین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ مولوی صاحب سیتھلا فوالہ ے شاگردوں میں سے ہیں۔ بڑے شوق سے مقامات مجددیہ حضرت صاحبؒ کے پاس رہ کر عبور کیئے۔ محبت اور جذبے میں بے نظیر ہیں۔ چند دن یہ راقم الحروف کے ساتھ سلوک میں ہم سبق رہے اور حضرتؒ کا حقہ، اجازت و خلافت حاصل کی اور اب عُرس اور شب معراج اور دیگر ایام متبرکہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھی للّٰہ شریف میں آکر فیض یاب ہوتے رہیں۔ بارک اللہ تعالیٰ فی ما اعطاہ!

مولوی حافظ محمد دین صاحب المشتہر بہ حافظ بُیرہ صاحب سکنہ بُیرہ۔ علم ظاہری و باطنی نہایت شوق سے حاصل کیا۔ مقامات مجددیہ عبور کیے اور خلافت و اجازت بھی پائی۔ انہیں لطائف و مراقبات اولیٰ میں فائدہ کم محسوس ہوتا تھا۔ جب حضرتؒ انہیں کھینچ کر حقائق و کمالات فوقانیہ میں لے گئے تو بہت فائدہ ظاہر ہُوا کہ فطری طور پر ان کے وجود مبارک کو کمالات عالی سے مناسبت زیادہ تھی۔ حفظ قرآن مجید اور دیگر تعلیم میں حضرت صاحبزادہ حافظ دوست محمد کے استاد تھے جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آخر ۲۷ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ کو انتقال کیا۔

حافظ محمد دین صاحب المشتہر بہ حافظ بُیرہ خورد، یہ بھی ٹھٹھہ بُیرہ کے رہنے والے ہیں جو چناب کی بستیوں میں سے ایک ہے۔ متقی فقیہہ اور بہت پرہیزگار ہیں۔ للہ شریف میں ہی کلام مجید حفظ کیا اور کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ حضرتؒ سے ہی حلقہ توجہ کی اجازت رکھتے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہ!

میاں احمد دین صاحب سکنہ چیلیاں سلمہ، ربہٗ طریقہ مجددیہ کے چند مقامات حضرتؒ صاحب کے پاس طے کئے تھے اللہ انہیں مستقیم رکھے اور اس طریقہ کی محبت عنایت فرمائے آمین یارب العٰلمین

جناب حافظ عبداللہ صاحب سکنہ للیانی جو بھیرہ کے علاقے میں ہے سلمہ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے ظاہری ضروری علم للہ شریف میں حضرت صاحبزادہ صاحب سے پڑھا ہے اور مقاماتِ مجددیہ بڑے شوق سے حضرت سے حاصل کئے۔ اکثر ایام متبرکہ میں حضرت صاحبزادہ والا مناقب کی خدمت میں آمدورفت رکھتے تھے اور ظاہری کاموں میں بہت مدد دیتے تھے۔ محبت میں بے مثل ہیں۔ جعلہ اللہ تعالیٰ مِن الھادِین المھدیین بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

حضرت پیر غلام شاہ صاحب، صدیقی بھیروی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے علمِ ظاہری بڑی تحقیق سے حضرتؒ سے پڑھا۔ بہت مدت حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہے۔ خطوط وغیرہ لکھنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ پڑھایا بھی کرتے تھے اور سلوک میں مراقبہ کمالات نبوت تک حضرتؒ سے حاصل کیا تھا۔ اجازت توجہ بھی آپ ہی سے ملی تھی۔ آجکل قصبہ پنڈ دادنخان میں علم دین کی تدریس جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور اکثر اعراس وغیرہ میں اور ایام متبرکہ میں للہ میں کمالِ شوق سے حاضر ہوتے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

میاں قاضی کرم دین صاحب سکنہ شہر پنڈ دادنخان رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے حضرتؒ کی اجازت سے نہایت شوق کے ساتھ حج بیت اللہ شریف کیا اور مدینہ منورہ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ حقیقت الصلوٰۃ تک مقاماتِ مجددیہ حضرت صاحبؒ سے حاصل کیے اور اجازت پائی۔ ۱۲۹۶ ہجری میں اپنے گھر میں انتقال کیا۔

حافظ کرم دین صاحب سکنہ قصبہ پنڈدادنخان رحمۃ اللہ علیہ حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ بے مثل عالم اور صالح اور متقی تھے حضرتؒ سے ہی اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا تھا اور کیفیت باطن بہت اچھی رکھتے تھے۔ حضرتؒ کی خدمت میں

بہت عمدہ تحفے پیش کیا کرتے تھے خصوصاً مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدیں اور حضرات
القدس کی دو جلدیں بخارا شریف سے نقل کرائیں اور حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دیں۔
سنہ ۱۲۸۷ھ میں وفات پائی۔

میاں چراغ دین صاحب سکنہ پنڈ دادنخان۔ حضرتؒ کے مخلص اور باا
لوگوں میں سے تھے۔ اکثر ان کے ذریعے سے حضرتؒ کو خطوط پہنچتے تھے۔ محبت میں استحکام کامل
رکھتے تھے اور ان کے سلوک باطن کے احوال سے اس ناچیز کو کچھ اطلاع نہیں ہے کہ تحریر کرے۔
ایام متبرکہ میں بڑی محبت سے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے آخر الام
۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۴ھ کو وفات پائی۔

حکیم تاج محمود صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ کلیوال جو پنڈ دادنخان کے نزدیک
ہے۔ یہ حضرتؒ کے مخلصین میں سے تھے اور حضرت ظاہری کاموں میں اکثر ان سے مشورہ کیا کر
تھے اور بہت مہربانی فرماتے تھے۔ ان کے سبق باطنی یعنی مراقبۂ مجددیہ کی فقیر کو کچھ خبر نہیں کہ ک
امید واثق ہے کہ حضرتؒ کی رضا و صحبت کی بنا پر طریقہ مجددیہ کا انعکاسی فیض ضرور ان کے باط
پر پڑا ہوگا خواہ ظاہراً انہیں کسی مراقبہ کے لئے نہ کہا گیا ہو۔ بلکہ ایک ہی نظر سے مطلوب و مقصو
تک پہنچ گئے ہوں گے۔ یہ بھی ایام متبرکہ میں للہ شریف میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ بارک ال
فی ما اعطاہ۔

میاں فتح محمد صاحب سکنہ للہ بھروانہ، حضرتؒ کے محبّوں اور مخلصوں میں س
ہیں۔ ان کے سبق باطن کے بارے میں اس ناچیز کو کچھ اطلاع نہیں ہے۔ امید قوی رکھتا ہ
کہ ریل کے بند ڈبوں میں بیٹھنے کی طرح منزلِ مقصود تک پہنچ گئے ہوں گے کیونکہ کرم کریمانہ سے
یہ کام کچھ بعید نہیں۔ بعد میں بھی حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر اکثر کامو
کے لئے مستعد رہتے تھے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ لنفع المساکین و بارک اللہ فی ما اعطاہ۔

مولوی نور محمد سکنہ نلی علاقہ خوشاب رحمۃ اللہ علیہ، یہ بھی حضرتؒ کے اجلہ لفار میں سے تھے۔ معقول ومنقول علوم کے عالم، فروع واصول پر حاوی اور بڑے صاحب کمال فے۔ زاہد اور متوکل اور متقی تھے۔ انہوں نے علم ظاہری اور سلوک علم باطنی نہایت شوق سے ضرت سے حاصل کیا۔ ان کا کشف صحیح ہوا کرتا تھا۔ حضرتؒ سے اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ اس ناچیز کی درخواست پر وہابیوں کے رد میں ایک خصوصی رسالہ تصحیح السلام فی بۃ الاسلام تالیف کیا تھا۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ کو دار القرار کی طرف انتقال کیا۔ للہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ مولوی عطا محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزند ہیں جو الح، متقی اور متوکل ہیں۔ علم ظاہری حضرت مولانا مولوی غلام مرتضیٰ صاحبؒ ساکن بیربل سے صل کیا۔ اور اب علم سلوک بھی انہی سے حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولوی محمد یار صاحب سکنہ ٹکیوال جو گجرات اور پھالیہ کے علاقہ میں ہے۔ یہ حضرت کے اجلہ خلفار میں سے تھے۔ ان کی توجہ میں گرم تاثیر تھی۔ اجازت وخلافت ی حضرتؒ سے پائی۔ انہوں نے حضرتؒ کے لیے بہت کتابیں نقل کی تھیں کیونکہ خوشنویس اتب تھے۔ آخر ۱۳۰۴ھ میں انتقال کیا۔ ان کے ایک فرزند تھے۔ حضرت مولوی محبوب عالم صاحب جو عالم اور بے نظیر شاعر تھے۔ حضرت صاحب بیربلؒ سے انہوں نے فضیلت پائی ی۔ انہوں نے بھی ۱۳۰۵ھ میں انتقال کیا۔ ان کے بیٹے ہیں ایک مولوی عطا محمد صاحب ر دوسرے مولوی محمد عالم صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

میاں اللہ جوایا صاحب جو کہ قصوری مشہور تھے حضرت حافظ عبد الرسول صاحب قصوری کے کہنے پر حضرتؒ کے پاس مقامات مجددیہ عبور کئے، اجازت وخلافت پا کر اپنے وطن چلے گئے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ علیٰ صراط المستقیم آمین یارب العلمین۔

مولوی اللہ دین صاحب سکنہ ونیکے جو حافظ آباد کے علاقہ میں ہے، انہوں نے علم ظاہری اللہ شریف میں حضرت مولوی محمد اللہ جوایا صاحبؒ سے حاصل کیا اور مقامات

مجددیہ کما حقہ، حضرت صاحبؒ کے پاس عبور کیے اور اجازت و خلافت بھی پائی۔ آج کل موضع کوٹ قادر میں ذکر و فکر اور تدریسِ علم میں مشغول رہتے ہیں۔

رجب علی خان صاحب سلمہٗ ربہ المنان۔ حضرت کے محبوں اور مخلصوں میں سے ایک تھے۔ ان کے سبق باطن کے بارے میں اس مسکین کو کچھ خبر نہیں لیکن محبت میں یکتائے زمانہ ہیں۔ ایام متبرکہ میں اکثر کام کاج کو چھوڑ کر للہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ تقریباً ۱۸ سال ہوئے ہیں کہ گجرات میں سکونت پذیر ہیں۔ ان کی جائے پیدائش ہندوستان میں موضع بستی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ وَکَثِّرْ اِخْوَانِنَا فِی الدِّیْنِ وَبَارِکْ اللہ فی ما اعطاہٗ۔

میاں محمد وارث صاحب سکنہ جندراں، یہ بھی حضرتؒ سے توجہ کی اجازت رکھتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے رہتے تھے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

ملک شیر محمد صاحب سلمہٗ ربہٗ سکنہ موضع کوہتی ضلع جہلم یہ حضرتؒ سے خلافت و اجازت رکھتے ہیں اور بعد میں بھی بڑی محبت کے ساتھ للہ شریف میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں آمد و رفت جاری رکھی۔ اکثر ذکر و فکر میں رہتے ہیں اور حلقہ و مراقبہ کرتے ہیں۔

میاں راجہ صاحب، انہوں نے حضرتؒ سے باطنی سلوک کا سبق مراقبہ کمالات اولوالعزم تک حاصل کیا۔ بعد میں بھی باقی مقامات مجددیہ کی تحصیل کے لئے جب بھی کاروبار سے فرصت پاتے تو حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

میاں بھولا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، سکنہ سویہ علاقہ گجرات حضرت کے مخلصوں خاص درویشوں میں سے ہیں۔ اکثر عمر حضرتؒ کی خدمت میں بڑی دیانتداری سے بسر ۔ حضرتؒ سے مراقبہ اولوالعزم تک سلوک باطنیہ طے کیا۔ بعد ازاں بڑے شوق و ق اور اطمینان سے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ انہوں حضرتؒ سے کمال محبت کی بنا پر عیال مندی اختیار نہ کی اور رضائے کُلی پائی۔ بارک اللہ ما اعطاہ۔

میاں برکت اللہ خان صاحب، سلمہ اللہ المنان مقامات مجددیہ حضرت ے حاصل کیے۔ آج کل للہ شریف میں صاحبزادگان کی خدمت میں بڑی محبت سے آب کشی دوسرے خانگی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور مقامات مجددیہ کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں۔ ک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

مولوی حیدر اللہ خان صاحب، سکنہ جلال پور کاتباں انہوں نے علم ظاہری حضرت احبؒ سے پڑھا اور سلوک مقامات مجددیہ بھی مراقبہ مسمی الباطن تک حضرتؒ سے حاصل کیا ر توجہ کی اجازت بھی حاصل کی تھی۔ حضرت اپنے عزیزوں اور مخلصوں کی طرف لکھے جانے والے طوط ان کے سپرد کرتے تھے۔ بعد میں نسبت مجددیہ کی تکمیل حضرت صاحبزادہ صاحبؒ خدمت میں کرتے رہے۔ خطوط لکھنے کا کام اور ضروری روایات کی تحقیق بھی انہی کے رد تھی۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

مولوی غلام حیدر صاحب سکنہ ریکہ جو چناب کے علاقہ بار کی بستیوں ں سے ایک موضع ہے۔ سلوک مقامات مجددیہ حضرتؒ سے حاصل کیا اور اجازت بھی حاصل ی۔ بعد میں بھی مقامات مجددیہ کی تکمیل کے لئے بڑے شوق سے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے پاس آتے جاتے رہے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہ۔

میاں غلام حیدر صاحب سکنہ اوچھالہ، انہیں حضرتؒ سے توجہ کی اجازت ملی تھی۔ ان کا سلوک باطنی کا سبق مراقبہ اقربیت تک پہنچا تھا کہ کسی سبب سے آمدورفـ کم ہوگئی اور محبت سرد پڑ گئی۔

میاں غلام محمد صاحب سکنہ نلی، اصل میں ان کا گھر انگہ میں تھا۔ حضرتؒ سے صرف مردوں کیلئے توجہ کی اجازت پائی تھی۔ حضرتؒ کے انتقال کے بعد شوق و محبت سے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے تھے۔

میاں مولوی قاسم دین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ منوال کامل فقیہ ہیں اور حضرتؒ سے کلاہِ اجازت حاصل کی۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے قمیص بطور تبرک حاصل ہوئی۔ مقاماتِ مجددیہ طے کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ!

میاں فتح دین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ چرنڈ جو گجرات کے علاقہ میں واقـ ہے۔ حضرتؒ سے اجازت توجہ اور کلاہِ رضا پائی تھی۔ حضرتؒ سے ہی مراقبات کی تعلیم حاصل کی۔ اب بھی گاہے گاہے تکمیل نسبت کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں آمدورفت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

حافظ خدا بخش صاحب سکنہ للہ ہندوانہ سلمہ ربہ، حضرتؒ کے پا مقامات مجددیہ عبور کیے۔ تقدیر الٰہی سے ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ کو انتقال کیا۔

جناب مولوی شیخ احمد صاحب، حاویِ فروع و اصول، فاضل لاثانی سکنہ دھریکاں سلمہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے پرانے خادموں اور مخلصوں میں سے ہیں۔ لیکـ حضرتؒ نے ظاہراً انہیں کبھی مراقبات مجددی کا سبق نہ دیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ابھی تک

لطائف میں ہیں یا مطلوب و مقصود تک پہنچ چکے ہیں۔ جس حد تک چاہیئے فقیر کو ان کے حالات معلوم نہیں لیکن محبت میں بے نظیر اور بے مثل ہیں۔ رسالہ قول القوی کی تحقیق کے سلسلہ میں انہوں نے پوری ہمت سے کوشش کی تھی اور چھپوایا تھا۔ اکثر تدریس و تعلیم کا شغل رکھتے ہیں اور شوق و محبت کے ساتھ ایام متبرکہ جیسے شبِ معراج وغیرہ میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

میاں احمد دین صاحب سکنہ مہلہ سلمہٗ ربہٗ انہوں نے حضرتؒ سے کلاہِ اجازت پائی تھی اور حضرتؒ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

حضرت سیّد نواب شاہ صاحب سلمہٗ ربہٗ (ڈھر بالہ) قوم سید حضرتؒ کے پرانے مخلصوں میں سے تھے اور سلوک مقامات مجددیہ بڑے شوق سے حضرتؒ کے پاس تکمیل تک پہنچایا تھا۔ بے نفسی و خدمت میں بے نظیر ہیں۔ حضرتؒ نے انہیں خلافت و اجازت کے شرف سے سرفراز کیا تھا۔ اور آجکل اپنے گھر میں، جیسا کہ چاہیئے، ذکر اور خلوت مراقبہ میں اشتغال رکھتے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہ۔

جناب سیادت پناہ حضرت سیّد مدنت شاہ صاحب سلمہٗ ربہٗ سکنہ موضع ڈلمیال انہیں حضرتؒ نے حلقہ کی اجازت عطا فرمائی۔ اپنے گاؤں میں عبادت اور اورادِ طریقہ میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔

جناب جلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سکنہ سیدا ڈنڈ کا یہ بھی حضرتؒ کے صاحب مجاز لوگوں میں سے تھے آخر برضاء الٰہی ۱۳۰۷ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب سیّد محمد شاہ سلمہ ربہٗ، سیدھلی کے رہنے والے ہیں۔ یہ بھی حضرتؒ کے صاحبِ مجاز حضرات میں سے ہیں۔ رسالہ نوری ان کی ہمت سے چھپوایا گیا ہے۔ بارک اللہ فی ما اعط

میاں حافظ عبد اللہ صاحب سکنہ بھاگووال سلمہ ربہٗ، حضرتؒ کے مخلصو میں سے ایک ہیں۔ حضرتؒ کے انتقال کے موقع پر حاضرِ خدمت تھے۔ اس ناچیز کو ان کے سبق باطن کے احوال کے بارے میں کچھ اطلاع نہیں کہ تحریر کرے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہ۔

جناب میاں محمد دین صاحب المعروف بابا امام سکنہ موضع چکوڑہ۔ یہ حافظ رکن دین مذکور کے والد ہیں۔ حضرتؒ ہمیشہ ان پر خوش رہے۔ انتقال کے موقع پر بھی خدمت اور تعمیل حکم کیلئے موجود تھے۔ حضرتؒ انہیں صرف دیکھ کر ہی خوش ہوجاتے تھے۔ ایسی باتیں دوسرو میں کم دیکھی گئی ہیں۔ اس فقیر کو ان کے سلوک باطن کے بارے میں کچھ زیادہ خبر نہیں۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد پوری استقامت اور خوشی سے ہر وقت ضروری کاموں کے لئے حضرت صاحبزا صاحبؒ کے پاس رہتے تھے اور دل وجان سے ان کا ہر حکم قبول کرتے تھے۔ جوانوں کی طرح ذوق وشوق کے ساتھ باستقامت للہ شریف میں رہائش پذیر ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ لنفع المساکین آمین یارب العلم

مولوی امام الدین صاحب المعروف بہ مولوی جموں والے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ"۔ یہ بے نظیر عالم فقیہہ تھے اور بے مثل پرہیزگار۔ علمِ ظاہری حضرتؒ سے حاصل کیا۔ بعد ازا موضع میانہ موہڑہ یعنی علاقہ پوٹھوہار میں خانقاہِ شاہ سفید میں بال بچوں کے ساتھ رہنے لگے۔ او تدریس علم میں مصروف ہوگئے۔ چند سالوں کے بعد کششِ الٰہی سے طلبِ شوق کا جذبہ بڑھا تو حضرتؒ کی خدمت میں بڑی محبت سے آنے جانے لگے۔ سات سال کے بعد حضرتؒ نے توجہ کی اجازت دی اور خرقۂ خلافت عطا کیا۔ بعد میں بھی بڑی محبت سے پہلے کی طرح استحکامِ نسبت کے لئے حضرتؒ صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں آتے رہے۔ ۱۳۰۷ھ میں بہ تقدیرِ الٰہی انتقال کیا۔ انا للہ وا الیہ راجعون۔ ان کے شاگردوں میں سے میاں غلام محمد رہتاسی للہ شریف میں استقامت سے آمد و رف

رکھتے ہیں اور ان کی بیوی صاحبہ کی خدمت سے مستفیض ہوتے ہیں سلمہ ربہٗ۔

میاں قطب دین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ احمد آباد جوللہ شریف سے چھ میل پر واقع ہے۔ ان کو حضرتؒ سے مردوں کی توجہ دینے کی اجازت حاصل ہوئی تھی۔ اوائل میں بہت ذوق و محبت رکھتے تھے اور بعد میں ان کی طبیعت پر صحبت ناجنس کی وجہ سے کچھ جمود طاری ہو گیا تھا۔ لیکن پھر رجوع کر لیا اور ۲۰ ماہ ذوالحج ۱۳۰۸ھ کو انتقال فرمایا۔

میاں اللہ دتہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سکنہ احمد آباد انہیں بھی مردوں کو توجہ دینے کی اجازت حاصل تھی۔ ۱۲۹۹ھ میں انتقال کیا۔

میاں امام بخش صاحب سکنہ بیربل سلمہ اللہ تعالیٰ، انہوں نے مقامات مجددیہ حضرت صاحبؒ کے پاس عبور کیے۔ اکثر مولوی غلام مرتضیٰ صاحب کی خدمت میں ان کے حلقے میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہ۔

میاں فضل الدین صاحبؒ المعروف بہ منشی صاحب سکنہ اجرٹہ۔ آپ بھی حضرتؒ کے محب مریدوں بلکہ عاشقوں میں سے ہوئے ہیں۔ عین جوانی میں ۱۲۹۸ھ میں انتقال فرمایا حضرتؒ ان کے مزار پر گئے اور بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔

میاں حافظ شمس الدین صاحب سکنہ للہ ہندوانہ، یہ حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ بڑھاپے اور کمزوری میں بھی تکلیف کر کے فاصلہ طے کر کے اور صبح و مسا حلقے میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مقاماتِ مجددیہ بھی حضرتؒ سے حاصل کر کے اجازت و خلافت پائی تھی۔ ہمیشہ قرآن مجید پڑھایا کرتے یا دوسرے اذکار و مراقبات اور اعتکاف مسجد میں مشغول رہتے۔ ماہ رجب ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ وڈیوال عرف میں سناد صا انہوں نے حضرتؒ سے کلاہ اجازت پائی تھی ۱۲۹۷ھ میں انتقال کیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ را

قاضی غلام رسول صاحب المعروف بہ قاضی کھٹے والے ساکن کٹھہ زیریں۔ حضرتؒ کے صاحب مجاز مخلصوں اور کلاہ یافتگان میں سے تھے۔ بعد میں بھی حضرت صاحبزاد صاحب کی خدمت میں بڑی محبت سے آتے جاتے رہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ لنفع المساکین۔

میاں غلام محمد صاحب سکنہ چوہلی کرسال ومولوال سلمہ ربہ، و **میاں عبداللہ پھلی والؒ**، یہ بھی حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ للہ شری ہیں حضرتؒ کی خدمت میں رہے اور بڑی محبت سے آب کشی وغیرہ کی خدمت سرانجام دیا کرتے تھ حضرتؒ سے اجازت وخلافت پاکر اپنے وطن گئے اور ۱۳۰۵ھ میں جوارِ رحمت میں پیوست ہو طاب اللہ تعالیٰ ثراہٗ۔

میاں غلام محمد صاحب سکنہ بھٹھی، جو بھالیہ وگجرات کے علاقے میں ہ رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرتؒ کے صاحب اجازت اور صادق الاعتقاد محبوں میں سے تھے۔ ا ضعیف والدہ کے ساتھ للہ شریف میں حضرتؒ کی خدمت میں رہا کرتے اور حضرتؒ سے توجہ اجازت حاصل کی تھی۔ حضرتؒ کی خدمت میں تمام کام فوراً انجام دینے کی کوشش کرتے تھ خاص طور پر حضرتؒ کے گھوڑے کے لئے بھوسہ وغیرہ کھل میں ملاکر چارہ تیار کیا کرتے تھے رات کے وقت نماز کے بعد جب حضرتؒ آرام کے لئے چارپائی پر لیٹتے تھے تو یہ حضرتؒ کے پاؤں دباتے تھے۔ حضرتؒ ان کی اس خدمت کو پسند فرماتے۔ اور ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے آخر ۱۳۱۰ھ میں انتقال کیا اور للہ شریف میں ہی دفن ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ

حافظ قدم دین صاحب یعنی حافظ بیرہ صاحب، یہ حضرتؒ کے مخلصین اور کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنے والے محبوں میں سے ہیں۔ حضرتؒ کے عاشق ہیں اور بے نفس

کسرِ نفسی میں بےنظیر نظر آتے ہیں حضرتؒ کی خدمت میں للہ شریف ہی میں رہے اور حضرتؒ کے انتقال کے بعد دلِ مستقیم اور اعتقادِ صمیم کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں رہنے لگے۔ اَوْصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ تمنّاہُ۔

میاں محمد زمان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ مرولہ، حضرت کے صاحب مجاز لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پسندیدہ طریقہ کی شرائط سے بہرہ کامل عطا فرمائے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہُ!

حافظ مخدوم صاحب سکنہ مونگ رسول، سُنا ہے کہ یہ بھی حضرتؒ کے صاحبِ مجاز لوگوں میں سے ہیں لیکن بصارتِ ظاہری کے نہ ہونے کی وجہ سے حضرتؒ کی خدمت میں زیادہ نہیں آسکتے تھے سلمہٗ ربہٗ

جناب مولوی محمد عظیم صاحب سکنہ موضع کھوکھر زیریں آپ حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور علوم دین کے عالم اور معارف یقینیہ کے عارف اور متقی اور پرہیزگار تھے۔ حضرتؒ سے اجازت و خلافت رکھتے تھے اور قرآن مجید ترتیل کے ساتھ پڑھنے پڑھانے میں کمال رکھتے تھے۔ بقضائے الٰہی ۱۳۰۷ھ میں جوارِ رحمتِ الٰہی سے پیوست ہوئے، غفرلہٗ۔ ان کے دو فرزندوں میں سے ایک حافظ غلام نبی مرحوم تھے اور دوسرے میاں غلام رسول صاحب ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد ماجد کی طرح نسبت مجددیہ سے بہرہ یاب کرے۔ مولوی محمد عظیم صاحب کی بیوی مسماۃ ملکھاں بانو صاحبہ بھی عورتوں میں حلقہ کرنے کی اجازت رکھتی ہیں اور موجود ہیں۔

میاں پیر بخش صاحب سکنہ کھوکھر بالا، یہ حضرت کے محبوں اور مخلصوں میں سے تھے۔ اب حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے اجازتِ توجہ حاصل کی نسبت مقامات

مجددیہ کی تکمیل میں لگے رہتے تھے۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں اپنے گھر میں انتقال کیا۔ غفر اللہ لہٗ۔

میاں شیرباز صاحب سکنہ لوچھال (علاقہ ونہار) یہ حضرت کے پرانے محبوں اور مخلصوں میں سے تھے۔ ان کے سبق باطن کے بارے میں اس فقیر کو کچھ خبر نہیں لیکن اکثر حضرت کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور سفر دہلی میں حضرتؒ کے ہمراہ تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں بھی آمد و رفت رکھی۔ ۱۳۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔

میاں نور مصطفٰے صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ ملتان (نزد ڈمن) یہ چند سال تک بڑی محبت کے ساتھ مقامات مجددیہ کی تحصیل کے لئے حضرتؒ کی خدمت میں رہے تھے۔ اور اُن سے توجہ کی اجازت رکھتے تھے۔ باطن کا سبق حقیقت ابراہیمی تک پہنچا تھا کہ حضرت نے انتقال فرمایا۔ اُن دنوں بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرتؒ کے انتقال کے بعد قصور شریف آنے جانے لگے۔ واللہ اعلم کیا سبب ہُوا کہ حضرت کے فراق کے بعد حوصلہ تنگ ہُوا اور بھاگ گئے۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ۔

جناب خان محمد حسن خان صاحب سلمہٗ ربہٗ اکبرت پور کے قریب کوٹلہ ضلع بجنور کے رہنے والے ہیں۔ حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ خان صاحب نے اُردو میں کتاب مقامات مجددیہ تالیف کی ہے اور اپنے احوال میں سے کچھ اس مطبوعہ نسخہ کی ابتداء میں لکھا ہے اب یہاں تکرار کی ضرورت نہیں۔ امید ہے کہ اور بھی کچھ لکھیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہٗ وزاد اللہ ارشادہٗ۔

جناب مستطاب حضرت مولانا مولوی غلام مرتضٰی صاحب سلمہٗ ربہٗ سکنہ بیربل، حضرتؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ فروع و اصول میں عالم لاثانی

ہیں۔ بے نظیر فقیہہ اور محدث ہیں۔ اور ظاہر و باطن میں خوش اعتقاد صوفی کامل ہیں۔ کتب و رسائل کی تصانیف و تالیف میں بھی خاصی قابلیت رکھتے ہیں۔ مقاماتِ مجددیہ کی نسبت حضرتؒ سے حاصل کی اور علم ظاہری بھی حضرتؒ سے حاصل کیا ہے۔ پھر اجازت و خلافت طریقہ سے مشرف ہوئے۔ مجھے امید واثق ہے کہ انہوں نے اپنے کسی رسالے میں اپنے حالات لکھے ہونگے ان کے احوال میں سے کچھ مولوی محمد محبوب عالم صاحب مرحوم نے اپنے ایک رسالہ میں بخوبی بیان کیئے، وہاں دیکھتے چاہئیں۔ اپنے گاؤں میں علم ظاہری و باطنی کی تعلیم و تدریس جہاں تک ہو سکے، بڑی کوشش کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں، تینوں صاحبِ اجازت اور چشمۂ فیض ہیں۔ مولوی حافظ احمد سعید صاحب، حافظ مولوی محمد سعید صاحب اور ابو سعید صاحب جو غلام رسول کے نام سے مشہور ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ تینوں صاحب کمال ہیں خاص طور پر حضرت حافظ محمد سعید صاحب کے حق میں تو کئی بشارات حضرتؒ کی زبان درفشاں سے اس فقیر حقیر نے بھی سنی تھیں۔ بارک اللہ فی ما اعطاہم لنفع المساکین۔ ان کے بہت سے صاحبِ کمال خلفاء اور فاضل شاگرد تھے ان میں سے کئی صاحب اجازت تھے۔ تلوکر قریشی کے ایک مولوی نور احمد صاحب ہیں جو تقویٰ میں لاثانی تھے۔ دوسرے مولوی محمد محبوب عالم صاحب ہیں جنہوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ خوشاب کے سلطان سکندر صاحب ہیں جنہوں نے اس سال اجازت حاصل کی۔ میاں عبداللہ صاحب لاہوری تھے جو کسرِ نفسی میں بے مثال تھے۔ یہ بھی انتقال کر چکے تھے۔

جناب والدی ماجدی حضرتِ حافظ میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ واسعۃً: یہ حضرتؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے پہلے پہل دس سال حضرتِ شیخ عبداللہ صاحب کھوہاٹی ٹامنی کی خدمت میں آمد و رفت رکھی ان کے ہاتھ پر طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور فیض یاب ہوتے رہے۔ شیخ عبداللہ صاحب موصوف کا بھی طریقہ مجددیہ تھا جو اس طرح حضرت مجدد الف ثانی صاحب سے جا ملتا ہے: شیخ عبداللہ صاحب مرید حافظ

عبدالرزاق کوہاٹی مرید سید محمد حسنؒ مرید محمد عابد سنامیؒ، شیخ محمد عابد سنامی حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے آخری پیر تھے لیکن اس ناچیز کو معلوم ہوتا ہے کہ ان آداب کی بنا پر جن کے بارے میں خواجہ میر درد نے علم الکتاب میں لکھا ہے کہ ہر شخص کا معاملہ جدا ہوتا ہے اور کیفیت بھی ہر ایک کی جدا ہوتی ہے یہاں تک کہ ایک ہی طریقہ میں کسی کا معاملہ کسی کی مانند نہیں ہوتا اگرچہ ایک ہی طور پر اشتغال و اذکار و مراقبات کے ذریعہ کسب سلوک کیا ہو لیکن چونکہ ہر شخص کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ جدا ہے، اسی طرح طریقہ بھی جدا ہوگا۔ اس پسندیدہ طریقہ میں بھی اذکار و مراقبات میں تسلیک کچھ مختلف ہوگئی ہے جیسا کہ مذکورہ کتاب میں لکھا ہے۔ مشائخ سعیدیہ ایک طرح تعلیم دیتے ہیں اور مشائخ معصومیہ دوسری طرح۔ آدمیہ بنوریہ ایک عنوان سے تربیت کرتے ہیں اور جناب مولانا قیوم زماں حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ عجیب دوسرے طریقہ پر طالبوں کو سلوک سکھاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المصیر۔ اور یہی کچھ مقامات معصومی میں بھی لکھا ہوا ہے۔

دس سال کی مدت میں حضرت والد ماجد کو شیخ صاحب موصوف سے سلوک مراقبہ نفس کشی تک اور سلطان الذکر حاصل ہوا تھا۔ اس سے آگے کچھ عبور نہ کیا لیکن اس مسکین نے حضرت والد ماجد اور شیخ عبداللہ صاحب کے دوسرے خلفاء سے سُنا ہے کہ وہ بتاتے تھے۔ جب سید محمد حسنؒ حرمین شریفین گئے تو مدینہ منورہ میں کچھ دن مراقبہ کرکے روضۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وسلم اجمعین سے فیض پاتے رہے۔ انہیں جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الہام ہوا کہ بس تمہارا طریقہ سلطان ذکر کے مقام پر ہی مکمل ہو جائے گا۔ پھر میں نے شیخ موصوف کے خلفاء سے بہت تحقیق کی اور اس بارے میں پوچھا تو تحقیق کے بعد اس ناقص کے فہم میں یہی بات آتی ہے کہ ان کے خلفائے مذکور کو مراقبات لطائف کے علاوہ کسی مراقبہ کی خبر نہ تھی اور مراقبہ معیت و اقربیت، ولایت علیہ، کمالات ثلثہ، حقائق سبعہ اور دیگر مراقبات مجددیہ کا ادراک حاصل تھا اور نہ ہی ان کی شناخت رکھتے تھے صرف بے ربط طریقے پر اپنے کچھ واقعات کا ذکر کرتے تھے۔

شیخ صاحب موصوف کے انتقال کے بعد حضرت والد ماجد سات سال اور سابقہ

طریقے پر رہے۔ بعد ازاں کششِ الٰہی انہیں حضرت مولوی نور محمد صاحب (نلی) کی صحبت میں لے گئی جو پختہ حال سالک تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ للّٰہیؒ مقاماتِ مجددیہ کی تسلیک فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کے کہنے پر انہوں نے حضرتؒ کی طرف رجوع کیا اور ان سے طلب مطلب کا اظہار کیا جس سے مراد مقامات مجددیہ کا عبور تھا۔ انہوں نے درخواست کی کہ حضرتؒ انہیں قبول فرمائیں اور سابقہ بیعت پر رکھتے ہوئے انہیں سلوک مراقبۂ اقربیت سے شروع کرائیں۔ چنانچہ سات سال کی مدت میں انہوں نے انوار کی تمیز کے ساتھ مقامات مجددیہ کو تکمیل تک پہنچایا اور حضرتؒ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

وہ راست گو اور بے مثل سخی تھے اور بھی بہت عمدہ اوصاف رکھتے تھے جو احاطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے۔ بمقتضائے الٰہی ۲۸ رجب ۱۳۰۲ھ میں عصر کے وقت بروز پنجشنبہ انتقال کیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے دو فرزند موجود ہیں ایک راقم الحروف امام دین، دوم میاں احمد اور ایک عاجزہ ہے مسماۃ بی بی مریم۔

حالاتِ مصنف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ کمترین درویشاں، ناچیز، فقیر امام دین (ساکن کھوتکہ) کَانَ اللّٰہُ لَہٗ مختصر طور پر کچھ تو ظاہری نسبت کے بارے میں بیان کرتا ہے جس کا فیض اسے حاصل ہوا۔ قال اللہ سبحانہٗ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (اللہ نے فرمایا ہے کہ اپنے رب کی نعمت بیان کرو) اس کے بعد کچھ نسبت معنوی کے بارے میں اشارۃً بیان مقصود ہے جس کے بارے میں خوف غالب رہتا ہے کہ حق تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔

فقیر کی ولادت ۵ محرم الحرام ۱۲۶۳ھ کو موضع کھوتکہ میں واقع ہوئی۔ فقیر کی تاریخ ولادت لفظ مظہر حسن سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ جب تو پیدا ہوا تو جناب سیادت پناہ سید سلطان شاہ مرحوم[1] عالم واقعہ میں تشریف لائے مجھے مبارکباد دی اور فرمایا کہ تیرا یہ بیٹا دین میں بابرکت ہوگا۔ نیز والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ میرے بارے میں فرماتی تھیں کہ جب تو سات سال کا تھا تو ایک عورت جو ہمارے واقفوں میں سے تھی اور اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ خواب میں آئی اور کہا کہ تیرا یہ بیٹا چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہوگا اور دوسری عورتوں کے ہزاروں فرزندوں سے افضل ہوگا۔

فقیر بچپن میں ہی عجیب و غریب واقعات خواب میں دیکھتا تھا۔ کبھی پورا جہان پانی سے بھرا ہوا دیکھتا اور میں اسے عبور کرتے ہوئے تیر رہا ہوں اور کبھی بہت بڑا تالاب نظر آتا کہ میں اڑ کر اسے طے کر رہا ہوتا تھا۔ بہر صورت عجیب پسندیدہ حالتیں دیکھتا تھا۔

---

[1] کھوتکہ کے ہمدانی سادات میں سے تھے۔ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ کھوتکہ میں ہی مدفون ہیں۔
(مترجم)

میں نے قرآن مجید والد ماجد اور میاں حافظ حاکم صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھا۔ اسکے بعد ۱۲۷۵ھ میں میاں غلام محمد صاحب (موضع میال) کے پاس جو میرے والد کے پیر بھائی تھے اور حضرت شیخ عبداللہ کوہاٹی ثم امتی کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، پہنچا بلکہ حضرت والد ماجد مجھے خود ان کی خدمت میں لے گئے اور میں نے ان کی بیعت کی۔ ان کا اکثر کھوتکہ میں آنا جانا جاری رہتا تھا۔ جب بھی آتے تو توجہ فرماتے تھے اور القائے فیض کرتے تھے۔ فقیر کو اپنے حلقے میں داخل کر کے بھی توجہ دیتے تھے۔ بہت سالوں تک تمام لطائف تک سبق رکھا اور بار بار از سر نو لطائف ہی عبور کراتے رہے۔

ختم قرآن مجید کے بعد یہ ناچیز کم فہم پنجابی نظم میں فقہ کی کچھ کتابوں مثلاً مولوی عبداللہ اور حافظ برخوردار کی انواع شریف والد ماجد سے پڑھنے میں مشغول ہوا اور باوجود عیالداری کے کبھی کبھی فارسی میں کچھ کتب فقہ مولوی نور محمد صاحب (نلی) قاضی امیر عبداللہ خان، مولوی محمد عاقل صاحب اور جناب مولوی عبدالعزیز بگوی سے پڑھتا رہا۔

چونکہ میاں غلام محمد صاحب موصوف (سکنہ میال) اور حضرت والد صاحب کبھی کبھی حافظ مظفر خان صاحب کے حلقۂ توجہ میں حاضر ہوا کرتے تھے کیونکہ وہ بھی حضرت ثم امتی کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، اس لیے حضرت میاں غلام محمد صاحب اور والد صاحب نے اس گنہگار کو بھی کہا کہ حافظ صاحب کی خدمت میں جاؤ۔ ان دونوں بزرگوں کے فرمان پر یہ فقیر ۱۲۸۱ھ میں ان کے گاؤں کے کنوئیں پر جسے چوڑال کہتے ہیں حاضر ہوا۔ سات دنوں تک ان کے حلقۂ توجہ میں بیٹھتا رہا لیکن جب اٹھا تو دل میں کچھ اثر و رقت محسوس نہ ہوئی بلکہ پریشانی، بے مزگی اور بے اطمینانی دل میں پیدا ہوئی۔ وہاں سے میں گھر واپس آگیا واللہ اعلم کیا سبب تھا کہ ان کی نسبت نے میرے ذہن پر کچھ اثر نہ کیا۔

۵ شعبان ۱۲۸۲ھ کو رب العلمین کی کشش سے ظاہری و باطنی علم پڑھنے کے شوق میں حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں للہ شریف حاضر ہوا۔ صرف آپ کو دیکھ کر اور جمعہ کے دن کتاب "شرح صدور" سے وعظ سن کر انشراح صدر ہوا۔ قلب میں رقت پیدا ہوئی اور لطائف جاری ہو گئے۔ مجھے پختہ اور مکمل یقین ہوا کہ حضرتؒ ولایت کے مقام پر فائز ہیں۔

دل سے پراگندگی دُور ہوگئی اور اضطراب سے نجات پائی۔ الحمدللہ کہہ کر خوش وقت ہُوا۔ لیکن اس گنہگار کو اس وقت مرید ہونے میں گھبراہٹ اس لیے ہوئی کہ نماز کی تطویل میں زیادتی پر اعتراض پیدا ہُوا کیونکہ رکوع و سجود میں بیس سے بھی زیادہ بار تسبیح پڑھی جاتی تھی۔ کتاب محمدیہ المسمی بہ حدیقہ کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ رُوِیَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلَغَہٗ اَنَّ رَجُلًا فِیْ مَسْجِدٍ یُطِیْلُ الصَّلٰوۃَ فَاَتَاہُ فَاَخَذَ بِمَنْکَبِہٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَحَادَضَ اَخَذَہٗ الْاُمَّۃِ الْیُسْرَ وَکَرِہَ لَہُمُ الْعُسْرَ قَالَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَاِنَّ ھٰذَا اَخَذَ بِالْعُسْرِ وَتَرَکَ الْیُسْرَ۔ (روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ ایک شخص مسجد میں لمبی نماز ادا کرتا ہے۔ آپ اس کے پاس آئے۔ اس کے کندھے کو پکڑا۔ پھر کہا اللہ نے اس امت کے لئے آسان کام پکڑنا پسند کیا اور مشکل کو ناپسند کیا ہے۔ تین دفعہ کہا اور اس آدمی نے مشکل کو پکڑا اور آسان کو چھوڑ دیا۔)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے بھی اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ قیام و رکوع و سجود میں تطویل کی طرف راغب رہیں اور اگر امام ہوں تو اسی قدر سنت کے مطابق اکتفا کریں۔ جس طرح کہ امام کے بارے میں کہا گیا ہے اور لوگوں کی رعایت ملحوظ رکھیں۔ اور دوسری جگہ پر طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے۔ لِفَسَادِہٖ اَوْ یَکُوْنُ اَحَدُھُمْ اَوْلٰی بِالْاُمَّۃِ مِنْہُ اَوْ لِکَوْنِہٖ یُطِیْلُ الصَّلٰوٰتِ فِیْھِمْ زِیَادَۃً عَلٰی قَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَاَمَّ مِنْ قَوْمٍ وَّھُمْ کَارِھُوْنَ۔ (اس کے فاسد ہونے کی وجہ سے یا یہ کہ قوم میں اس کی نسبت کوئی زیادہ بہتر ہو یا یہ کہ وہ نمازوں کو مقدار مسنون پر زیادتی کر کے لمبا کر دیتا ہو اور ایسی قوم کی امامت کرے جو ناپسند کرتی ہو۔)

ایک روز حضرتؒ کی خدمت میں تجدید بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے پچھلی بیعت کے احوال کے بارے میں پوچھا اور فرمایا کہ میاں غلام محمد اور شیخ عبداللہ صاحبؒ ثانی کا طریقہ اور ہمارا طریقہ ایک ہی ہے۔ تمہیں تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ جناب شاہ صاحب قبلہ دہلویؒ کے ملفوظات میں جو حضرت قصوریؒ نے لکھے ہیں یہ درج ہے کہ "ایک روز احقر حاضر تھا

کہ بیعت کے بارے میں بات ہونے لگی۔ فرمایا کہ طریقہ چشتیہ میں بیعت ضروری ہے یہاں تک کہ اس طریقہ کے اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیعت کے بغیر مرشد کا فیض نہیں پہنچتا۔ لیکن ہمارے نزدیک بیعت ضروری نہیں ہے۔ ہماری بیعت ہماری توجہ ہے جس پر توجہ کریں۔ البتہ اسے فیض پہنچتا ہے"۔ یہ ملفوظ بیان کر کے فرمایا کہ ہمارے حلقۂ توجہ میں بیٹھو اور توجہ لو۔ یہ ناچیز حضرتؒ کے فرمان کے مطابق حلقۂ توجہ میں بیٹھا اور از سرِ نو لطائف سے خیال شروع کیا یعنی پہلے لطیفۂ قلب اور پھر روح، سر، خفی، اخفیٰ اور نفس قالب جیسا کہ مشائخ مجددیہ معصومیہ کا دستور ہے۔ چنانچہ مقامات معصومیہ میں لکھا ہے کہ جب جناب شیخ عبدالاحدؒ نے حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی طرف رجوع کیا تو حضرت محمد معصومؒ نے از سرِ نو ذکر کی تلقین کی۔ شیخ عبدالاحد نے کچھ توقف کیا اور عرض کی کہ چند سال پہلے خازن الرحمۃؒ کی خدمت میں جو تلقین ہوئی تھی، اب ضائع جائے گی؟ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا، ٹھیک ہے لیکن ہر نبی اور ہر ولی کی ولایت الگ ہے اور اولیاء مقربین میں سے ہر ایک کا مطلوب تک پہنچنے کا طریقہ بھی علیحدہ ہے۔ پس کسی دوسرے راستے سے اپنے راستے پر لانا صعوبت سے خالی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے از سرِ نو تعلیم فرمائی۔ بعد ازاں سیر و سلوک کے دوران میں ولایت صغریٰ و کبریٰ، کمالاتِ نبوت، حقائق اربعہ اور اس سے اوپر جو کچھ ہے ان کی بشارتیں تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

ان دنوں للہ شریف میں میں نے پورے دو ماہ گذارے۔ اس کے بعد چھ ماہ میں دو بار یا سال میں دو ماہ حضرتؒ کی خدمت میں آمد و رفت جاری رکھی۔ غرضیکہ ۲۱ شعبان ۱۲۹۵ھ کو حضرتؒ اس گنہگار کے گاؤں میں تشریف لائے اور بڑی مہربانی سے حزب البحر کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور مسجد میں چالیس دن ماہ رمضان میں اعتکاف کا بھی حکم دیا۔

اس کے بعد ایک روز للہ شریف میں صبح کے حلقے میں حاضر تھا کہ توجہ کی اجازت دی، اپنی کلاہِ مبارک اپنے ہاتھ سے مجھ مسکین کے سر پر رکھی، دعا کی اور علیحدہ توجہ فرمائی اور درویشوں کے سامنے مجھے مبارکباد دی۔ حضرتؒ کی صحبتوں میں اکثر میں حضرتؒ کے ملفوظات ٹیڑھی میڑھی عبارت میں بطور یادداشت لکھتا رہتا تھا اور کبھی نہیں بھی لکھتا تھا۔ اکثر

میں نے مراقبات مثلاً مراقبۂ حضور و معیت و اقربیت، محبت عامہ، مسمّی الباطن اور مراقبۂ کمالاتِ نبوت وغیرہ کے حاصل ہونے کے حالات مع تاریخ کے کہ جب یہ بشارات حاصل ہوئی تھیں لکھ رکھے ہیں۔ اس طرح ملفوظات کا ایک مجموعہ بھی مرتب ہؤا ہے اور اس کا نام میں نے مقامات طیبتینؑ رکھا ہے۔

۱۱ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ میں حضرتؒ نے مجھے مراقبہ کمالاتِ نبوت عنایت فرمایا۔ اور للہ شریف میں ہی قمیص مبارک عطا کر کے مجھے سرفراز کیا۔ مبارکباد دی اور اجازتِ مطلقہ کا حکم فرمایا۔ جب ان دنوں حضرت والدہ ماجدہ صاحبہ کا انتقال ہؤا تو حضرت قبلہؒ نے یہ خط اس ناچیز کی طرف لکھا۔

”برخوردار مقبول پروردگار میاں امام دین سلمہٗ رب العالمین از فقیر غلام نبی احمدی بعد سلام مسنون آنکہ انتقال والدہ ماجدہ آں مقبول ایزد متعال افسوس و افسوس۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔“

چونکہ میں والدہ کی وفات کے وقت حاضر نہ تھا، اس لیے مزید دکھ ہؤا۔ بعد میں ایک بار جب فقیر حضرتنا و مرشدنا روح اللّٰہ روحہم کی خدمت میں چھ ماہ رہا۔ تو میانی کے مفتی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ان کے درویشوں نے شرعی نقطۂ نظر سے اس طعن کا اظہار کیا کہ تم گھر والوں کے حقوق کو نظر انداز کر کے یہاں پڑے ہوئے ہو۔ فقیر نے ان کا یہ طعنہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان درویشوں کو جواب میں کہنا تھا کہ حضرت غوث الثقلین قدس اللّٰہ سرہم کی والدہ ماجدہ نے بھی ان کی غیر حاضری میں انتقال فرمایا تھا۔ اس سے تو حضرت غوث الاعظم کے ساتھ تشابہ اور اتباع ثابت ہوتا ہے، اس لیے چنداں افسوس کا موقع نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ اس مرحومہ کی عاقبت بخیر کرے۔ غرضیکہ حضرت اس ناچیز پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

(اس سے آگے مصنف نے اپنی یادداشتوں کی مدد سے سلوک میں اپنی بتدریج

لہ یہ وہی ملفوظات کا باب ہے۔ جو اس کتاب میں صفحہ [illegible] پر موجود ہے۔

ترقی کا حال بیان کیا ہے)۔

یکم شعبان ۱۲۹۶ھ میں موضع ڈھڈھی کے مقام پر مراقبہ کمالات رسالت بطور سبق باطن عنائت فرمایا۔ اور جب اس فقیر کے شدید تقاضے پر حضرتؒ میری والدہ کی دعائے مغفرت اور تعزیت کے لئے کھوتکہ تشریف لائے تو ۲۹ شوال ۱۲۹۶ھ کی تاریخ تھی کہ اس گنہگار کو سلوک باطن میں مراقبہ کمالات اولوالعزم کی بشارت دی۔

۱۵ محرم ۱۲۹۷ھ کو موضع ڈھڈھی میں مراقبۂ حقیقتِ ابراہیمی عنائت فرمایا۔ انہی دنوں میں رسالہ شواہد التجدید حضرتؒ سے پڑھا۔ جمعہ کے دن ربیع الاوّل ۱۲۹۷ھ کو صبح کے حلقے میں للہ شریف میں فقیر کو مراقبۂ حقیقت موسوی کا سبق ملا۔

مولوی غلام حسن (ڈھڈھی) صاحبؒ کے پاس امتحان کے بعد ۲۸ رجب ۱۲۹۷ھ کو للہ شریف میں عصر کے حلقے میں مراقبۂ حقیقتِ محمدی مع ترکیب خیال انعام فرمایا۔ ۲۷ شوال ۱۲۹۷ھ کو پوٹھوہار کے سفر کے دوران میں موضع میانہ موہڑہ میں شام کو حلقہ کرتے ہوئے مراقبۂ حقیقت احمدی عطا فرمایا۔

۷ ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ کو سہ شنبہ کے دن مراقبۂ حقیقت کعبۃ اللہ عطا کیا۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ کو للہ شریف میں اشراق کے وقت اس فقیر پر مہربانی فرمائی اور مراقبۂ حقیقت قرآن مجید کا سبق دیا۔ ۲۶ شعبان ۱۲۹۸ھ کو للہ شریف میں مراقبۂ حقیقتِ صلوٰۃ عطا فرمایا۔

اس کے بعد حضرتؒ نے ۲ ذی الحج ۱۲۹۸ھ کو موضع بکھر میں مسجد میاں قمرالدین صاحب کے اندر شام کے حلقے کے دوران میں مراقبۂ محبوبیت مطلقہ جسے معبودیہ صرفہ بھی کہتے ہیں عنائت فرمایا۔ مراقبات وبشارات مجددیہ میں سے آخری مراقبہ یہی ہے۔

سفر و حضر میں حضرتؒ اس مسکین پر اس قدر مہربانی فرماتے تھے کہ تحریر میں اس کا بیان نہیں سما سکتا۔ چونکہ اس کے بعد بھی اکثر صحبتوں میں حاضر ہوتا رہا تو ہر بار نیا فائدہ حاصل ہوا۔ جب اس مسکین نے کتاب مستطاب روضۃ القیومیہ جناب القدس حضرت حاجی محمد عثمان سلمہ اللہ تعالیٰ سے شہر موسیٰ زئی میں مستعار لی اور ۹ ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ کو موضع

لکھوکھر زیریں میں حضرتؒ کی خدمت میں پیش کی تو آپ بہت خوش ہوئے، دعا دی اور اس ناچیز پر بہت سی دوسری عنایات فرمائیں۔ آپ کی اس دعا سے میری حالت اس قدر اچھی ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ بات یہ ہے کہ دس سال سے حضرتؒ کو اس کتاب کے حاصل کرنے اور اس کی نقل پاس رکھنے کی دلی خواہش تھی۔ اس لیے جب یہ مل گئی تو آپ مسرور ہوئے۔ اسی طرح جب اس مسکین نے مقاماتِ معصومی حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیں تو میرے احوالِ باطن خوب تر ہو گئے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَكْمَلَ الْحَمْدِ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَحَبِيْبِهٖ ذِى الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ وَرَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالسَّادَاتِ الْاَحْمَدِيِّيْنَ خُصُوْصًا عَنْ سَيِّدِىْ غلام نبى اَحْمَدِىْ لِلّٰهِىْ۔ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

(تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں جو اکمل حمد والا ہے۔ خلق عظیم والے آپکے رسولِ حبیبؐ پر افضل صلوٰۃ وسلام ہو اور اللہ تعالیٰ خلفاءِ راشدین اور احمدی سادات سے راضی ہو۔ بالخصوص میرے آقا غلام نبی احمدی للّٰہیؒ سے۔ آمین اے رب العلمین اے ارحم الراحمین۔)

یہ سب کچھ لکھنے کے باوجود اس روسیاہ کا حال تباہ در تباہ ہے، تمام عمر بطالت میں گزر گئی اور گذر رہی ہے۔ میری مثال تو اس گندگی کی طرح ہے کہ جس میں سونا ملا دیا گیا ہو۔ اور میں تو اس زہر کی طرح ہوں جو شکر آلود ہو۔ نفسِ امارہ جاہ و ریاست سے محبت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمام لوگ اس کے محتاج اور فرمانبردار ہوں لیکن وہ کسی کا محکوم نہ ہو۔ اگر یہ خدائی کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ بمصداق اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ (قیامت کے دن لوگوں میں سے عذاب کے لحاظ سے سخت ترین وہ شخص ہو گا جس کو اللہ نے اس کے علم سے فائدہ نہ پہنچایا)

میں نے علم کو دنیاداری کا وسیلہ بنایا بلکہ میرا تو تمام عمل حق سبحانہٗ کی نافرمانی ہی ہے کیونکہ میرا قال حال کے منافی ہے۔ میری باطنی بیماری ایسی ہے کہ اس کا کچھ علاج نہیں۔

یَا نَدَ امَتَاہُ عَلٰی مَا قَصَّرتُ مِن حُقُوقِ الاِلٰہِ۔ (ہائے۔ افسوس کہ میں نے اللہ کے حقوق میں کوتاہی برتی۔)

؎ دائما در بند عصیاں بودہ ام ہمقرینِ نفس و شیطان بودہ ام
بگنہ نہ گذشت بر ما ساعتے با حضور دل نہ کردم طاعتے

(ہمیشہ گناہوں کی قید میں رہا ہوں اور نفس و شیطان کا ساتھی۔ کوئی وقت بغیر گناہ کے نہیں گذرا اور حضور دل کے ساتھ میں نے کوئی اطاعت نہیں کی، جیسا موقع ہو، توبہ کرتا ہوں اور توڑ دیتا ہوں پھر تجدید ایمان کرتا ہوں لیکن باطن سے نفاق دُور نہیں ہوتا۔ اگر حق سبحانہٗ کی رحمت دستگیری نہ فرمائے اور مشائخ کرام کا وسیلہ نہ ہو تو مجھ سے زیادہ محجوب تر اور محروم تر کون ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

؎ اختلاط سینہ صافاں زشت طینت را چہ حظ
سنگ را دل وا نہ شد ہر چند با دریا نشست

(سینہ صاف لوگوں سے مل کر کسی بُرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، پتھر اگرچہ دریا کے ساتھ رہا لیکن اس کا دل نہ کھلا)

وَاِلَّا تَغفِرلِی وَتَرحَمنِی اَکُن مِّنَ الخٰسِرِین (اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور رحم نہیں کرے گا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا)

الغرض عیوب کا مجسمہ ہوں اور گناہ مجھ میں جمع ہو گئے ہیں۔ گویا وقت شرارت و ضلالت میں گزرتا ہے اور ادبار و جہالت میں پڑا ہُوا ہوں۔ میرے ہاتھ سے میرا معاملہ نکل گیا اور مجھے یقین ہے کہ میرے پاس حضوری کا سامان بالکل نہیں۔ میرا یہ پکّا عقیدہ ہے کہ لغویات و فضولیات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور مقصود کچھ اور ہے وَھُوَ وَرَاءُ الوَرَاءِ وَرَاءُ الوَرَاءِ۔ ھَیہَاتَ ھَیہَاتَ۔ اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَّاَتُوبُ اِلَیہِ

چشم دارم کز گنہ پاکم کنی پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی
اندر آں دم کز بدن جانم بری از جہاں با نورِ ایمانم بری

(مجھے امید ہے کہ پیشتر اس کے کہ میرا جسم قبر میں جائے تو مجھے گناہوں سے پاک کردیگا۔

اس وقت جب کہ بدن سے میری جان نکلے گی تو مجھے ایمان کے نور کے ساتھ جہان سے اٹھائے گا)۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی حُسْنِ الْخِتَامِ وَعَلٰی رَسُوْلِهٖ حَبِیْبِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّۃِ وَالْاِکْرَامِ عَلٰی مَشَائِخِنَا الْکِرَامِ۔

(حُسنِ اختتام پر تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ آپ کے رسول حبیبؐ پر بہترین درود وسلام ہو اور ہمارے بزرگ مشائخ پر اکمل درود و انعامات ہوں)۔

ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، جو احسان مجھ پر ہوا کسی دوسرے پر کم ہی ہوا ہوگا مشائخ کرامؒ کی عموماً اور حضرت خواجہ للّٰہیؒ، شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ، حضرت مجددؒ، اور حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہم اجمعین کی خصوصاً محبت میرے دل میں ہے۔ جو بعینہٖ حق سبحانہٗ اور اس کے حبیب سید المرسلینؐ کی محبت ہے۔ صَلَوٰۃُ اللّٰهِ الٰی وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ ہر وقت اور ہر لمحہ اس محبت میں اضافہ ہو رہا ہے اور دل کی تمنا سوائے خدائے تعالیٰ کی محبت ر اتباع آنحضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اور کچھ نہیں۔ یہی چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں زندہ رہوں اور آپ ہی کی محبت میں جان دوں۔ اور آپ کی محبت کرنے والوں کے گروہ میں میرا حشر ہو۔ آمین۔ ثم آمین۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِوَالِدَیْنَا وَلِاَوْلَادِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَمَشَائِخِنَا وَ اَحْبَابِنَا وَسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَارْزُقْنَا حُسْنَ الْخِتَامِ وَجِوَارَ سَیِّدِ الْاَنَامِ بِجَاهِ نَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ لَبِنَۃِ التَّمَامِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْبَرَرَۃِ الْکِرَامِ وَ صَحْبِهٖ خَیْرِ الْعِظَامِ مَا تَکَرَّرَ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامُ وَتَعَاقَبَ النُّوْرُ وَالظَّلَامُ۔

(اے اللہ۔ ہماری، ہمارے والدین، ہماری اولاد، ہماری بیویوں، ہمارے بزرگوں ہمارے دوستوں اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرما۔ ہمیں اچھا خاتمہ عطا فرما۔ اور ہمارے نبی آقا محمدؐ (نبوت کی) آخری اینٹ کی عزت کے وسیلے سے خیر الانامؐ کی ہمسائیگی

عطا فرما۔ اے اللہ۔ حضورِ اقدس ﷺ پر، آپ ﷺ کی نیک بزرگ آل پر اور آپ ﷺ کے بہترین و عظیم ساتھیوں، پر رحمت بھیج۔ اس وقت تک جبکہ رات اور دن گردش میں رہیں اور روشنی و تاریکی ایک دوسرے کے پیچھے آتی رہے۔)

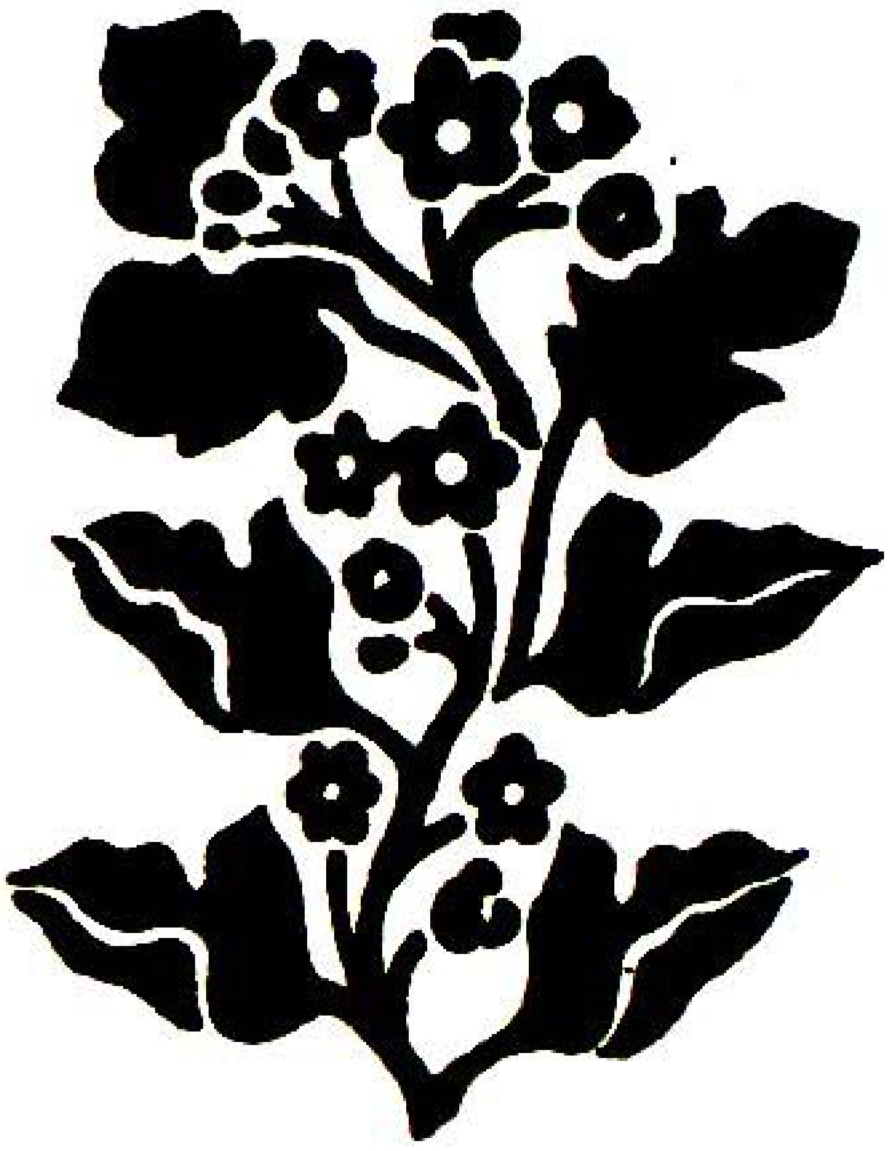

ضمیمہ نمبر ۱

طریقہ مجددیہ

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے نزدیک انسان دس ۱۰ لطیفوں سے مرکب ہے منجملہ ازاں پانچ ۵ عالم امر اور پانچ ۵ عالم خلق کے ہیں۔ قلب ۱۔ روح ۲۔ سر ۳۔ خفی ۴۔ اخفیٰ ۵۔ عالم امر ہیں۔ نفس ۱۔ خاک ۲۔ باد ۳۔ آب ۴۔ آتش ۵۔ عالم خلق سے جو چیز کہ بمجرد امر کن پیدا ہو گئی۔ وہ عالم امر ہے اور جو بتدریج مخلوق ہوئی۔ وہ عالم خلق۔ عالم امر فوق عرش مجید ہے۔ اور عالم خلق تحت عرش اور یہ ہے دونوں عالم داخل دائرہ امکان ہیں ؏

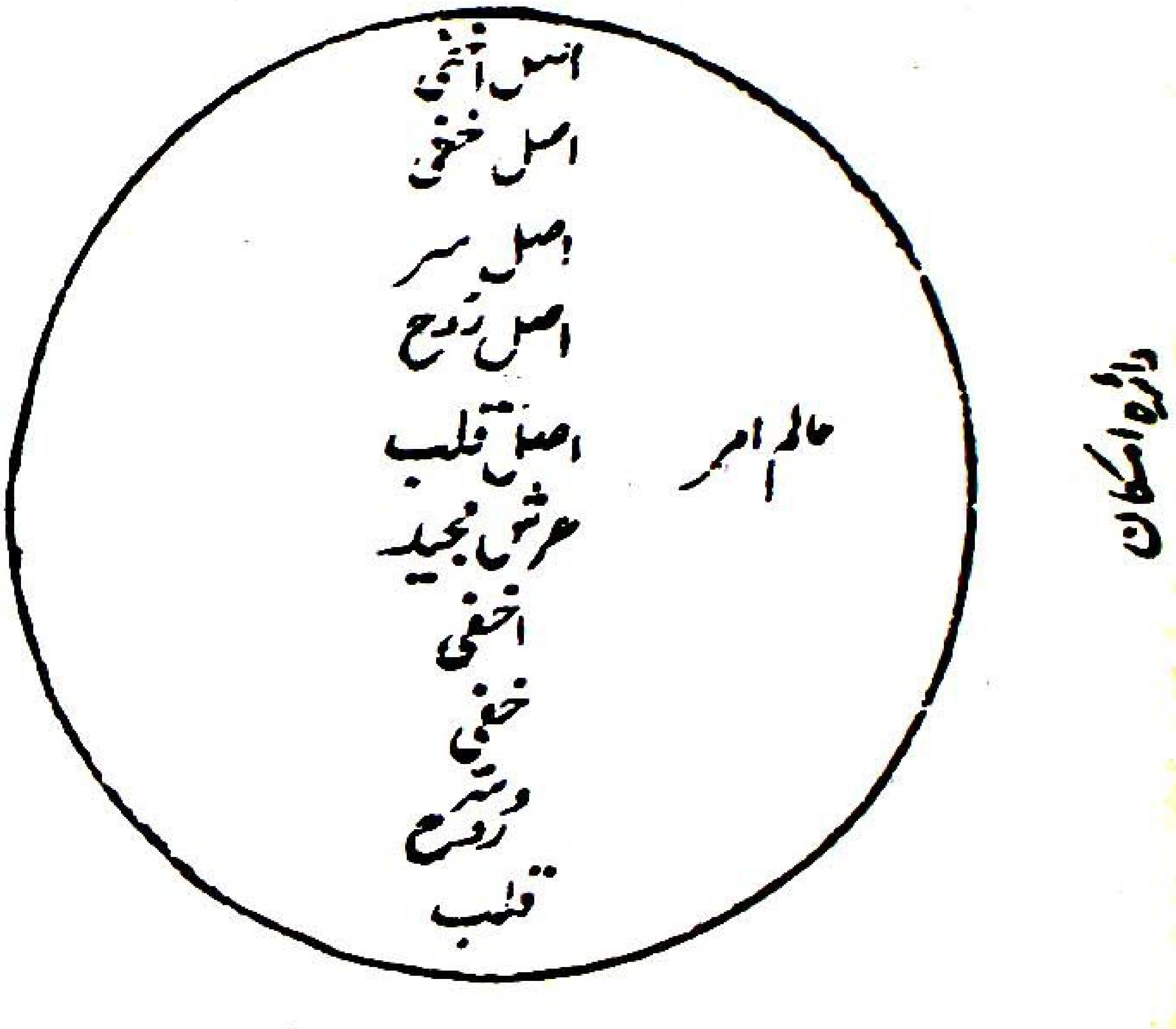

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہیکل جسمانی پیدا کی تو اپنی قدرت کاملہ سے ان لطائف عالم امر کو کہ جواہر مجردہ ہیں۔ جسم انسانی کے چند مواضع سے تعلق و تعشق پیدا کر دیا۔ چنانچہ لطیفہ قلب زیر پستان چپ بقدر فاصلہ دو انگشت اور لطیفہ روح زیر پستان راست بقدر فاصلہ دو انگشت کے اور لطیفہ سر بالائے پستان چپ بقدر دو انگشت اور لطیفہ خفی کا بقدر دو انگشت بالائے پستان راست اور اخفیٰ کو وسط سینہ میں تعلق بخشا۔ و لطائف کے مواضعات میں اختلاف

ہے۔ راقم الحروف کو جس طرح پہنچا ہے لکھ دیا: اور ان لطائف کو اس پیکر جسمانی اور ظلمانی سے ایسا تعلق بڑھ گیا کہ ان کو اپنی اصلیت بالکل نسیاً منسیاً ہو گئی جب اللہ تعالیٰ کا فضل کسی کے شامل حال ہوتا ہے تو وہ اس کو کسی اپنے دوست کی خدمت میں بھیجتا ہے۔ وہ بزرگ اس کو مجاہدات و ریاضات فرما کر تصفیہ باطن و تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں بوجہ نبوت طلاب کی ہمتیں نہایت قاصر ہو گئی ہیں حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم ذکر تعلیم فرماتے ہیں اور بجائے ریاضات و مجاہدات اتباع سنت و اجتناب از بدعت و توسط عبادات و اعمال کا حکم فرماتے۔ اور خود بجمیع ہمت القائے فیوض و انوار فرماتے ہیں اور یہ ہمت سو اربعین سے بھی زیادہ کام دیتی ہے اور قلب انسانی کہ بوجہ کثرت خلائق و عوائق مثل کوئلہ کے سیاہ ہوتا ہے۔ ذکر اور توجہ شیخ کامل سے روشن ہونا شروع ہوتا ہے اور جس وقت کہ تمام قلب منور ہو جاتا ہے اس کو اپنی اصلیت یا وطن اصلی جس کو کہ وہ اس جسم ظلمانی میں آ کر فراموش کر گیا تھا۔ یاد آتا ہے۔ اور متوجہ فوق ہو کر اپنی اصل کی جانب کہ فوق العرش ہے طیران کرتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اپنی اصل میں جا کر مضمحل ہو جاتا ہے۔ اور یہی کیفیت جذب لطائف کی ہوتی ہے۔ چونکہ اس طریقہ کا مدار اتباع سنت و عمل بر عزیمت و اجتناب از بدعت و رخصت پر ہے اذکار و اشغال میں ذکر خفی اختیار فرمایا کہ حدیث شریف میں اس کی فضیلت بہ نسبت جہر کے ستر حصہ زیادہ ہے ؛

اس طریقہ میں تین اشغال معمول ہیں۔

شغل اول ذکر اسم ذات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو جمیع خطرات و حدیث نفس سے خالی کر کے زبان کو تالو سے لگا کر بجمیع ہمت متوجہ قلب ہو کر اسم مبارک اللہ اللہ بلا لحاظ کسی صفت کے زبان دل سے کہے بغیر اس کے صورت دل کا تصور کیا جائے۔ یا سانس بند کیا جائے مگر قلبی کی رعایت رکھے کیونکہ ذکر بلا نگاہداشت خواطر و وقوف قلبی فائدہ بخش نہیں ہوتا۔ بلکہ داخل حدیث نفس ہوتا ہے۔ امام الطریقت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے وقوف

عددی کو چنداں ضروری نہیں سمجھا مگر وقوف قلبی کو واجبات و شرائط ذکر سے فرمایا ہے۔ وقوف قلبی توجہ سالک بسوئے دل و توجہ دل بسوئے ذات الٰہی اسم مبارک اللہ کو کہتے ہیں۔ اور جب ان شرائط سے قلب میں حرکت زیادہ پیدا ہو جائے۔ تو پھر لطیفہ روح سے اس طرح شروع کرے اور پھر لطیفہ سر سے پھر خفی سے پھر اخفی سے پھر نفس سے کہ اس کا مقام پیشانی اور پھر بدن سے کہ اسی کو لطیفہ قالب کہتے ہیں۔ اس قدر ذکر کرے کہ ہر رگ و پے اور ہر بن مو سے ذکر جاری ہو جائے اور اسی کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ اور جس وقت پچیس مرتبہ کہہ لیا کرے تو زبان سے کہا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ اور رضا تیری اپنی محبت و معرفت مجھے عطا کر اس کو بازگشت کہتے ہیں۔ لطیفہ قلب کے نور کا زرد رنگ ہے۔ اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جس شخص کو اس لطیفہ کے ذریعہ سے وصول کرتا ہے اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک لطیفہ لطائف عالم امر کا ایک پیغمبر الوالعزم کے زیر قدم واقع ہے۔ یعنی اس لطیفہ کا فیض حضرت تبارک و تعالےٰ سے بواسطہ اُس نبی کے پہنچتا ہے۔ لطیفہ رُوح کے نور کا رنگ سُرخ ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعہ سے وصول ہوتا ہے اُس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ سرّ کے نور کا رنگ سفید ہے۔ اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعہ سے وصول ہوتا ہے۔ عیسوی المشرب کہتے ہیں لطیفہ خفی کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔ اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعہ سے وصول ہوتا ہے اس کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ اخفی کے نور کا رنگ سبز ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعہ سے وصول ہوتا ہے۔ اُس کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ نفس کا نور بعد تزکیہ بے کیف معلوم ہوتا ہے ؁

ذکر دوم نفی اثبات ہے۔ اُس کا طریق یہ ہے کہ دوزانو بیٹھے اور سانس کو ناف کے نیچے بند کرے اور بزبان خیال **لا** کو ناف سے کھینچ کر فرق پر پہنچا دے اور پھر وہاں سے الٰہ کو کھینچ کر داہنے مونڈھے پر لادے اور **الا اللہ** کو مونڈھے سے قلب پر پہنچانے۔ کہ اس مجموعہ کا نقش لا معکوس ۸ ہو جاتا ہے۔ اور بوقت چھوڑنے سانس کے محمد رسول اللہ کو خیال میں رکھے اور ذکر کرتے وقت کسی عضو کو جنبش نہ ہو اور ہر سانس میں طاق عدد رکھے کہ اسی کو وقوف عددی کہتے ہیں اور جب پچیس ۲۵ کہہ لے تو زبان سے کہے۔ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری اپنی محبت و معرفت عطا کر اگر حبس نفس سے ضرر پہنچے تو ترک کر دے۔

شغل دوم مراقبہ ہے۔ مراقبہ مشتق ہے ترقب سے۔ اور ترقب انتظار کو کہتے ہیں۔ پس مراقبہ گویا انتظار فیض الٰہی ہے۔ چاہیئے کہ ہر وقت بہ نیاز و شکستگی تمام متوجہ الی اللہ ہو اور کوئی خطرہ دل پر نہ آنے دے۔ اس صورت میں ذکر کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی ؞

شغل سوم رابطہ ہے۔ یعنی پیر کی صورت اپنے مدرکہ اور دل کے اندر تصور کرنے۔ یا اپنے تئیں صورت شیخ پر تصور کرے۔ جب اس صورت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو ہر چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے۔ اور اس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ اور یہ اقرب طریق ہے ؞

حضرت عروۃ الوثقی اخواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ذکر تنہا بے رابطہ و بے فنا فی الشیخ موصل نہیں ہے اور رابطہ تنہا برعایت آداب صحبت کافی ہے۔ جب بعنایت الٰہی جل سلطانہ، طالب کے لطائف عشرہ سے ذکر مفہوم ہونے لگے تو مراقبہ حدیث تعلیم کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ ذات کہ جامع جمیع صفات و کمال اور منزہ کل نقائص سے ہے۔ فیض اُس کا لطیفہ قلب پر آتا ہے۔ اس جگہ توجہ واسطے حصول نسبت جمعیت قلب کے کی جاتی ہے۔ اور جب نسبت حضور و جمعیت قلب طالب میں پیدا ہو اُس وقت پیر طریقت کو چاہیئے کہ توجہ واسطے حصول جذب بجانب فوق کے صرف کرے۔ جب قلب طالب میں جذب بجانب

وق پیدا ہو اور انوار ظاہر ہوں یہ علامت اس کی ہے کہ قلب متوجہ بجانب اپنی اصل کے فوق العرش ہے۔ جہت فوق اس واسطے تحریر میں آتی ہے۔ کہ خیال بجانب فوق ہوتا ہے۔ ورنہ مطلوب و مقصود جوانب وجہات سے مبرا ومنزہ ہے۔ واضح ہو کہ خاطر قلبی کا کم ہونے یا بالکل زائل ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔ نصف سافل دائرہ امکان تحت الثریٰ سے عرش مجید تک ہے اور نصف عالی فوق العرش ہے۔ اوّل سیر لطیفہ قلب کے نصف سافل میں ہوتی ہے۔ مشاہدۂ انوار بیرون باطن وکشف عالم ارواح وکشف عالم مثال وکشف کونی یعنی عالم اجسام وغیر اجسام وکشف عالم ملکوت یعنی عالم ملائکہ وارواح و بہشت وکشف ہفت طباق آسمان اسی نصف زیرین دائرہ میں ہوتے ہیں۔ اور اسی و سیر آفاقی کہتے ہیں۔ یعنی تحت الثریٰ سے عرش مجید تک جو منکشف ہوتا ہے داخل سیر آفاقی ہے۔ اور انوار واسرار کا باطن سالک میں منکشف ہونا وحصول نسبت مال جمعیت وکثرت واردات قلب وخطرات وجذب لطائف عالم امر اور اُن کا روج بجانب اصول خود حالات سیر نصف عالیہ دائرہ امکان کے ہیں اور اسی و سیر الفنا کہتے ہیں۔ سالک صاحب کشف جمیع حالات اپنے کشف سے یافت کریگا۔ لیکن بسبب مفقود ہونے اکل حلال کے اس زمانہ میں طالب کشف عیانی نہیں ہوتے۔ اکثر صاحب کشف وجدانی ہوتے ہیں۔ صاحب کشف عیانی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنا و تغیر و تبدل حالات و واردات عیاناً دیکھتا ہے۔ صاحب وجدان اگرچہ عیاناً نہیں دیکھتا مگر ادراک سے معلوم کرتا ہے۔ جس طرح کہ ہوا نظر نہیں آتی مگر ادراک سے محسوس ہوتی نسیم ہوتا افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات تھا۔ اس جگہ یعنی ولایت علیا سے تا انتہا سیر سلوک وہ مقامات شروع ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت امام مجددؒ پر منکشف فرمائے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس جگہ مراقبہ اس طرح خیال کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ مسمیٰ باسم باطن منشا

اس مقام میں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ فیض آتا ہے۔ اُس ذات سے کہ ساتھ میرے ہے اور ساتھ ہر ذرہ کے ذرات ممکنات سے ہے۔ لطیفہ قلب پر۔ اس مقام میں مورد فیض خود لطیفہ قلب ہے۔ ذکر اسم ذات و نفی اثبات و تہلیل لسانی بہ لحاظ معنی و رعایت وقوف قلبی اس مراقبہ و مراقبہ اولیٰ میں ضرور واجب ہے۔ سالک کی سیر اس جگہ تجلی افعال الٰہیہ میں ہوتی ہے اور سوائے فعل ایک فاعل حقیقی کے اپنے اور جمیع مخلوق کے افعال نظر سالک سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ اسرار توحید وجودی یعنی ہمہ اوست و ذوق و شوق و آہ و نالہ و استغراق و بیخودی و نسیان ماسوا، و دوام حضور و معیت بیچوں حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ادراک سالک میں آتی ہے۔ اس مقام کے خصوصیات سے ہیں ؛

اس کے بعد ولایت کبریٰ میں کہ ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ ہے سیر واقع ہوتی ہے۔ یہ دائرہ متضمن تین دائروں اور ایک قوس یعنی نصف دائرہ کی ہے۔ اسرار قربیت و توحید شہودی اس کے دائرہ اولیٰ میں شامل حال سالک کے ہوتی ہے۔ خاص اسی دائرہ تک عروج لطائف عالم امر ہوتا ہے۔ یہ دائرہ مفہوم آیت شریف نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہے۔ یہاں اس طرح خیال کرتے ہیں کہ فیض آتا ہے اُس ذات سے کہ قریب تر ہے مجھ سے میری رگ جان سے ہے۔ پیر طریقت جب تک سالک سے حالات و واردات اپنے یا اس کے کشف یا وجدان سے نہ دریافت کرے بشارت مقام نہ دے کہ موجب بدنامی طریقہ ہے؟

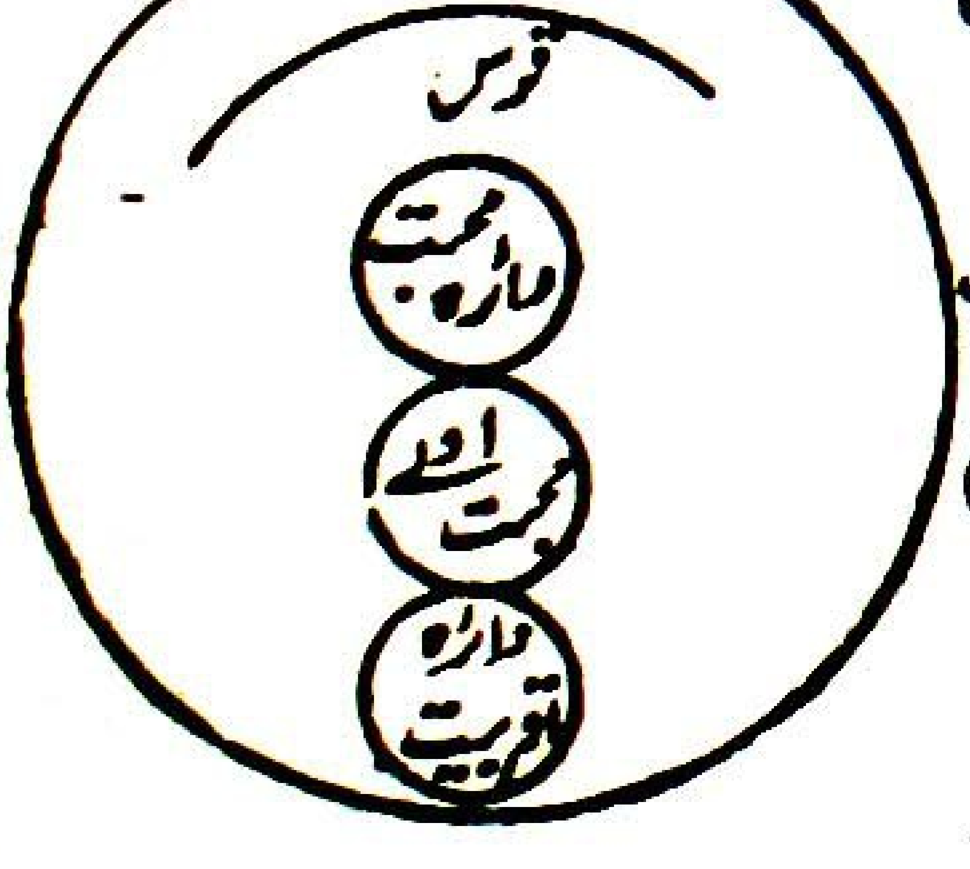

اِس کے بعد مراقبہ ولایت صغریٰ کہ مرتبہ ظلال اسماء و صفات اور مقام اولیاء مسمی بمراقبہ معیت ہے حسب مفہوم آیۃ شریفہ وھو معکم اینما کنتم مثل آب یا مانند برف بمقابلہ آفتاب گداختہ و مضمحل پاتا ہے۔ نام و نشان اس کا

دائرہ ولایت
صغریٰ مرتبہ ظلال
اسماء و صفات

باقی نہیں رہتا۔ زوال میں سالک اور آثار و صفات محو و لاشے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ مصداق انا کا اپنی ذات کو متعدد جانتا ہے۔ حقیقت فنا اس جگہ مقرر ہوتی ہے۔ ولایت صُغریٰ میں صُورت فنا ہے۔ اِس کے بعد مراقبہ محبت کو مفہوم آیت شریف یحبہم و یحبونہٗ ہی ہوتا ہے۔ یہاں اس طرح خیال کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ وہ مجھ کو دوست رکھتی ہے اور میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔

فیض اس کا لطیفہ نفس پر آتا ہے یہ مراقبہ بھی ولایت کبریٰ کا ہے۔ شرح صدر و کمال صبر و دوام شکر و رضا یعنی چون و چرا حکم قضا سے اُٹھ جاتی ہے قبول تکلیفات شرعیہ میں احتیاج دلیل نہیں رہتی۔ حقیقت اسلام و شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ مواعید الٰہی پر یقین واثق ہو جاتا ہے۔ رفع انانیت و اتہام نیات و دید قصور و تہذیب اخلاق و تزکیہ رذائل مثل حرص و بخل و حسد و کبر و حب جاہ و عجب حاصل ہو جاتے ہیں۔ نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ مجال مخالفت و سرکشی نہیں رہتی۔ ذکر تہلیل و نفی اثبات بشرائط ترقی بخش ہے۔

اس کے بعد ولایت علیا یعنی ولایت ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شروع ہوتی ہے۔ قبل از زمانہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی سلوک طریقہ نقشبندیہ تا دائرہ اسماء و صفات یعنی ولایت کبریٰ کہ ولایت انبیا خصوصاً و علےٰ

دائرہ
ولایت علیا

موسود فیض اس مقام میں لطیفہ نفس بشراکت لطائف خمسہ عالم امر ہے۔ نہ تہلیل و نفی اثبات بشراکت مذکورہ بالا اس مقام میں موجب ترقی ہے۔ حالات اس مقام کے بہ نسبت لطیفہ بیرنگ و بے مزہ ہوتے ہیں۔ مگر بعد حصول ذوق نسبت لطیفہ نفس کیفیات و اذواق لطیفہ قلب فراموش ہو جاتے ہیں۔ جب فیوض اس مقام کے لطیفہ نفس سالک پر وارد ہوتے ہیں۔ تو سالک اپنا وجود ہستی مثل نمک ولایت علیہا ہے۔ فیض اس عناصر ثلثہ یعنی آب باد۔ آتش پر سوائے عنصر خاک

کے آتا ہے۔ اس جگہ عناصر ثلثہ کو بوجہ حضور و عروج نزول ہوتا ہے۔ سلطان الاذکار سے جو لطیفوں کو صفائی ہوتی ہے وہ اور ہے یہ تصفیہ عناصر اور یہاں کے حالات و کیفیات بکمال لطافت و نزاکت ہیں۔ اور کچھ عجیب قریب باطن میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اور ارباب کشف رویت ملائکہ کرام سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور اسرار قابل استتار ظاہر ہوتے ہیں۔

ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کی سیر اسم ھو الظاہر میں اور ولایت علیا کی سیر اسم ھو الباطن میں ہے۔ ان دونوں اسماء کی سیر میں یہ فرق ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں تجلی صفاتی بے ملاحظہ ذات تعالت و تقدست واقع ہوتی ہے۔ اور اسم الباطن کی سیر میں اگرچہ تجلی اسماء و صفات ہے لیکن تجلی ذاتی بھی پردہ ہائے صفات میں ملحوظ ہوتی ہے۔ جیسے کہ صفت علم میں ذات تعالےٰ ملحوظ نہیں ہے۔ اور اسم العلیم میں ذات ملحوظ ہے۔ پس سیر صفت علم سیر اسم الظاہر ہے اور سیر اسم علیم سیر اسم الباطن ہے۔ علم اور علیم اور اسم الظاہر اور اسم الباطن کے درمیان جو فرق لکھا گیا ہے وہ تھوڑا خیال کرنا۔ مرکز خاک و محدب عرش میں جو فرق ہے وہی علم اور علیم اور اسم الظاہر اور اسم الباطن کے مقابلہ میں قطرہ اور دریائے محیط کا فرق ہے۔ اس مقام میں تہلیل لسانی و نماز و نوافل بطول قیام و قرأت در رکوع و سجود ترقی بخش ہیں۔ ارتکاب رخصت شرعی اس جگہ بہتر نہیں ہے بلکہ عمل با عزیمت سے اس مقام میں ترقی ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ ارتکاب رخصت بشریت کی جانب کھینچتا ہے۔ اور عمل بعزیمت سے ملکیت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ پس جس قدر ملکیت سے مناسبت پیدا ہوگی اسی قدر یہاں ترقی ہوگی ؞

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب سیر انتہائے ولایت کبریٰ تک پہنچ گئی اس وقت گمان ہوا کہ مطلب حاصل ہو گیا ہے کہ اسی وقت ندا آئی کہ یہ سب تفصیل سیر اسم الظاہر کی تھی۔ اور ابھی صرف ایک بازو طیران کے واسطے تیار ہوا ہے۔ ہنوز دوسرا بازو طیران عالم قدس کا کہ اسم الباطن ہے۔

ہوگا۔ درمیش ہے۔ جب اس کی سیر بھی بتفصیل انجام کو پہنچی اور دونوں سیر اسم الظاہر اور سیر اسم الباطن کے بازو طیران کے واسطے جانب مقصود و مطلوب یعنی مرتبہ ذات محبت حق سبحانہ تعالےٰ تیار ہو گئی تو کمالات نبوت میں سیر شروع ہوئی ؞

کمالاتِ نبوّت

دائرہ
کمالاتِ نبوت

اِس جگہ یعنی کمالات نبوت میں تجلی ذاتی بے پردہ اسماء و صفات ہوتی ہے۔ مورد فیض اِس مقام میں صرف عنصر خاک ہے۔ یہاں اس طرح مراقبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ذات بحت کہ منشار کمالات نبوت ہے۔ فیض اُس کا صرف عنصر خاک پر آتا ہے۔ قطع سیر کمالات نبوت بمقدار ایک نقطہ جمیع مقامات ولایت صغریٰ و کبریٰ و علیا سے بہتر ہے۔ حالات مقامات سابقہ مثل طلب تپش و بیتابی و شوق حال و مقام توحید وجودی و شہودی براحل دور جاتے ہیں۔ اور بجائے اُس کے بیرنگی و بے کیفی حاصل ہوتی ہے۔ ایمانیات اور عقائد میں قوت پیدا ہوتی ہے ریاضت و دید قصور کر سالک اپنے تئیں بدتر از کافر فرنگ جانتا ہے۔ اور وہ نعل عریاں نقد وقت ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن مجید بترتیل و ادائے نماز بآداب اور جو اذکار کہ حدیث شریف سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور شغل حدیث و اتباع سنت حبیب خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اِس مقام میں قوت اور تنویر پیدا ہوتی ہے۔ اِس جگہ جس قدر اتباع سُنت کیا جائیگا۔ اور اُسی قدر ترقی باطنی ہوگی ؞

واضح ہو کہ تجلی دائمی کے تین درجہ قرار دئیے ہیں۔ اوّل کمالات نبوت جس کا اوپر ذکر ہوا۔ دوم کمالات رسالت ہے۔ اس مقام میں مورد فیض ہیئت وحدانی ہے۔ اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں۔ وہ ذات کہ منشار کمالات رسالت ہے فیض اُس کا ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ ہیئت وحدانی عبارت مجموع عالم امر اور عالم خلق

کمالات
رسالت

سے ہے کہ بعد تصفیہ اور تزکیہ لطائف عشرہ کی ایک ہئیت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ کوئی حکیم حاذق چند ادویہ مختلف تاثیر کو کوٹ چھان کر اور اُن کا وزن درست کر کے شہد یا قند کے قوام میں ملا کر ایک خاص مزاج کی معجون تیار کرے۔ اسی طرح لطائف عشر سالک بعد تصفیہ تزکیہ اس مقام میں اور مقامات فوقانی میں ہئیت جدیدہ پیدا کر کے ترقیات اور عروجات حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کو ہئیت وحدانی کہتے ہیں۔ ورود انوار اور وسعت اور رنگینی اس جگہ بہ نسبت مقام سابق کے زیادہ ہے۔ عبادات مذکورۂ بالا ہی سے یہاں بھی ترقی ہوتی ہے ؀

دائرہ کمالات اولوالعزم

اس کے بعد تیسرا درجہ دائرہ کمالات اولوالعزم شروع ہوتا ہے۔ اس مقام میں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں۔ وہ ذات پاک کہ منشاء کمالات اولوالعزم ہے۔ فیض اُس کا اوپر ہئیت وحدانی کے آتا ہے۔ کثرت ورود تجلیات ذاتیہ و انوار لامتناہیہ سے باطن سالک معمور ہو جاتا ہے اور باطن میں اس قدر وسعت ہوتی ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اصحاب استعداد عالیہ کو یہاں اسرار مقطعات قرآنی و متشابہات قرآنی منکشف ہوتے ہیں۔ قرأت قرآن مجید و نماز بطول قیام سے اس مقام میں ترقی ہوتی ہے ؀

واضح ہو کہ بعد کمالات اولوالعزم سلوک کے دو راہ ہیں ایک بجانب حقائق الٰہیہ اور ایک بجانب حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ مرشد کو اختیار ہے کہ سالک کو جس طرف سے چاہے سیر سلوک کرائے۔ لیکن چونکہ مرشدی مولائی حضرت قطب زمان و غوث دوران حضرت مولانا غلام نبی صاحب للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سلوک شروع کرایا تھا اس سبب سے انہیں کا ذکر مقدم کرتا ہوں ؀

دائرہ حقیقت ابراہیمی

حقیقت ابراہیمی۔ اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں وہ ذات پاک کہ منشاء حقیقت ابراہیمی ہے فیض اُس کا

بہت وجدانی پر آتا ہے۔ یہ مقام خلعت از بس شگرف اور کثیر البرکت ہے یہاں انبیا تابع حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور حضرت حبیب رب العلمین علیہ من الصلوٰۃ و اکملہا باتباع ملت ابراہیم حنیفا مامور ہیں۔ اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے برکات مطلوبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلوٰۃ و برکات سے متشابہ کہا ہے۔ کہ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید فرمایا ہے پس اسی سے خیر و برکت اس مقام کی دریافت کر لینا چاہیے۔ اس جگہ سالک کو ایک انس خاص حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ سے پیدا ہوتا ہے اور تمام خلق سے اس قدر بے التفاتی ہو جاتی ہے کہ کسی کے توسط پر راضی نہیں ہوتا گویا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ میں گرنے وقت جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جواب دیا تھا۔ و اما الیک فلا حاجۃ لی۔ اس کا مصداق ہو جاتا ہے۔ درود شریف مذکورہ بالا بقدر تین ہزار اس جگہ پڑھنا تسلی بخش ہے۔

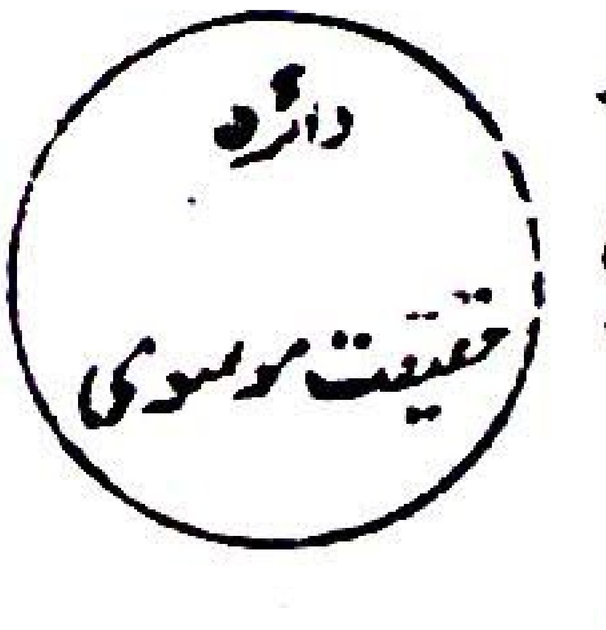

بعد ازاں حقیقت موسوی میں سیر واقع ہوتی ہے۔ حقیقت موسوی مقام محبت ذاتیہ صرف حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ بہت سے پیغمبر بتابعت حضرت کلیم اللہ علیہ علیہم الصلوٰۃ اس مقام پر پہنچے ہیں یہاں کیفیت عجیب بقوت تمام وارد ہوتی ہے۔ اور باوجود ظہور محبت ذاتی شان استغنائی و بے نیازی بھی ظاہر ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ بعض مواضعات پر حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بظاہر کلمات گستاخانہ سرزد ہوئے۔ کما قال اللہ سبحانہٗ حکایۃ عن قولہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اتھلکنا بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک۔ اور ایک قسم کا اس جگہ

شور و شوق قلب میں پیدا ہوتا ہے کہ منشار رب ارنی المنظر الیک ہے لیکن جو شعلہ و شر قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ اور ہے۔ اور یہ اور۔ وہ موجب شورش ہے اور یہ باعث کمال اطمینان و وسعت و بیرنگی باطن و ارادہ طاعت و استواء ایلام و انعام محبوب اس جگہ ہوتا ہے۔ درود شریف اللھم صل علی محمد و اصحابہٖ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصاً علی کلیمک موسیٰؑ بقدر تعداد مذکورہ بالا پڑھنا ترقی بخش ہے۔

دائرہ
حقیقت محمدیؐ

اس کے بعد حقیقت الحقائق یا حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ یہ مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ہے۔ اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ منشار حقیقت محمدی ہے۔ فیض اس کا اوپر ہیئت وحدانی کے آتا ہے۔ اس مقام میں فنا و بقا بطرز خاص ظاہر ہوتی ہے۔ اتحاد تمام خاص خادمان آن سرور دین و دنیا صلے اللہ علیہ و آلہٖ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور معنی قول امام الطریقت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کہ خدارا ازاں می پرستم کہ رب محمدؐ است) اس جگہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی شباہت اور مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے اور ایسا متوہم ہو جاتا ہے کہ گویا تابع و متبوع دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور تابع مثل متبوع کے اصل سے اخذ فیوض و برکات کرتا ہے اور حل معمہ رفع توسط کا کہ اکابر اولیاء اس کے قائل ہیں۔ اس جگہ ہوتا ہے۔ مگر باوجود اینہمہ تابع اپنے تئیں طفیلی متبوع کا جانتا ہے۔ اور جمیع حرکات و سکنات دینی و دنیوی میں اتباع محبوب رب العلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام از بس مرغوب ہوتا ہے۔ درود شریف اللھم صل علی سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و اصحاب سیدنا محمد افضل صلوٰتک بعدد معلوماتک و بارک وسلم بتعداد مذکورہ بالا ترقی

بخش ہے۔ بعد اس مرتبہ مقدسہ کے حقیقت احمدیؐ ہے

حقیقت احمدیؐ ۔ یہ مقام محبوبیت ذاتیہ صرفہ سے ناشی ہے۔ اور یہ نسبت حقیقت سابق کے حضرت کی ذات سے ایک مرحلہ نزدیک ہے۔ اور حکم روح رکھتی ہے۔ کیونکہ حقیقت سابق حضرت صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے تعین جسدی ہے۔ اور یہ روحی

دائرہ
حقیقت احمدیؐ

اس جگہ خیال مراقبہ اس طرح کیا جاتا ہے۔ وہ ذات پاک کہ منشا حقیقت احمدی ہے۔ فیض اس کا ہیئت وحدانی پہ آتا ہے۔ اس جگہ علو نسبت با شعشان انوار ظہور فرماتی ہے اور اسرار واجب الاستتار و کیفیات عجیبہ و حالات عظیمہ و غریبہ وارد ہوتے ہیں۔ کہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ اس مقام عالی میں درود شریف اللھم صل علیٰ سیدنا محمدٍ و علیٰ ال سیدنا محمدٍ و اصحاب سیدنا محمدٍ افضل صلواتک و معلوماتک و بارک وسلم کا پڑھنا موجب ترقیات کثیرہ ہے۔ بعد اس کے حب صرفہ ہے

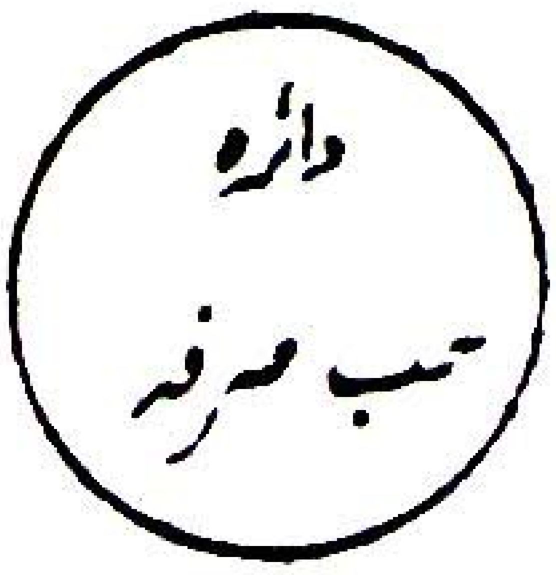

حب صرفہ اس مقام میں اس طرح مراقبہ کرتے ہیں وہ ذات پاک کہ منشاء علو و بیرنگی اس مقام کی نسبت قرب حضرت مطلق و لاتعین بیان نہیں ہو سکتی۔ حب صرفہ ہے۔ فیض اس کا ہیئت وحدانی پہ آتا ہے اول چیزیکہ گنجینہ مخفی سے ظہور پذیر ہوئی یہی حب ہے اور یہی منشاء و مبدء خلق ہے۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی در ایجاد نہ کھلتا۔ چنانچہ حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف۔ یعنی تھا میں کنز مخفی پس دوست رکھا میں نے کہ پہچانا جاؤں پس پیدا کیا میں نے خلق کو تاکہ پہچانا جاؤں نص قاطع اسی مدعا پر ہے

یہ مقام خاص جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کا ہے۔ دیگر حقائق انبیاء کا اس جگہ کچھ نشان نہیں تھا۔ مگر حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک اس سے دریافت ہوتا ہے۔ بعد اس مکان کے مرتبہ لاتعین و حضرت اطلاق

وصفات بحت سے قدم کو یہاں جولانگاہ نہیں ہے۔ البتہ سیر نظری واقع ہے۔ اور یہ سیر صفات ثمانیہ یعنی تکوین[۱] و قدرت[۲] و سمع[۳] و بصر[۴] و کلام[۵] و حیات[۶] اور اُن کے اصول و اصول الاصول اور ذات بحت میں ہوتی ہے۔ یہ مقام بھی مخصوص

دائرہ

لا تعین

بحضرت سید الموجودات و افضل المخلوقات علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اتم الصلوٰۃ و اکمل التحیات ہے۔ اس مقام میں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ مبرا و منزہ تعینات سے ہے۔ فیض اُس کا ہیئت وحدانی پہنچاتا ہے۔ سابق میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ کمالات اولوالعزم کے بعد ذات بحت کو دو راہیں ہیں۔ ایک براہ حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اور ایک براہ حقائق الٰہیہ جس کی کہ یہ تفصیل ہے۔ اس راہ پہلے حقیقت کعبہ میں پیش آتی ہے +

دائرہ

حقیقت کعبہ

حقیقت کعبہ۔ اس جگہ مراقبہ اس طرح کیا جاتا ہے۔ وہ ذات پاک کہ مسجود جمیع ممکنات اور منشاء حقیقت کعبہ ہے۔ فیض اُس کا ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ یہ مقام سرادقات عظمت و کبریائی ذاتیہ الٰہیہ ہے۔ اس جگہ سالک مستغرق دریائے ہیبت و جلال ہوتا ہے۔ اور جب اس جگہ فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔ سالک اپنی ذات کو اس مرتبہ کی شان سے متصف یعنی توجہ ممکنات اپنی جانب پاتا ہے۔ بعد اس مرتبہ مقدسہ کے حقیقت قرآن پیش آتی ہے +

دائرہ

حقیقت قرآن

حقیقت قرآن۔ یہاں اس طرح خیال کرتے ہیں کہ مبدأ وسعت بیچون حضرت ذات سے کہ منشاء حقیقت قرآن ہے فیض اوپر ہیئت وحدانی کے آتا ہے۔ اس مقام میں بواطن کلام اللہ کے ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کا حرف ایک دریا نظر آتا ہے کہ موصل کعبہ مقصود ہے۔ وقت تلاوت قرآن مجید زبان تابی حکم شجرۂ موسوی پیدا کرتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات تمام قالب مثل زبان کے ہو جاتا ہے اور

باطن سالک میں ایک قسم کا ثقل ہوتا ہے۔ جو علامت انکشاف انوار قرآن مجید ہے۔ آیت شریف انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ گویا اسی ثقل سے مراد ہے۔

دائرہ
حقیقت صلوٰۃ

اس کے بعد مرتبہ مقدسہ حقیقت صلوٰۃ ہے۔ اس جگہ مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ منشاء حقیقت صلوٰۃ ہے۔ فیض اس کا ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ یہ مقام جمیع کمالات ہے۔ اگر حقیقت کعبہ ہے وہ بھی جزء صلوٰۃ ہے۔ اور حقیقت قرآن ہے وہ بھی جزء صلوٰۃ ہے جس شخص کو اس مقام سے مناسبت تام پیدا ہوتی ہے وہ بروقت نماز گویا انتشار دنیوی سے خارج ہو کر انتشار اخروی میں شامل ہو جاتا ہے۔ مضمون حدیث ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ اس جگہ بوجہ کمال ظاہر ہوتا ہے۔ اور جو دولت کہ مخصوص باآخرت ہے اس سے حظ وافر حاصل ہوتا ہے۔ اسرار ارحنی یا بلال وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اس جگہ کھلتا ہے۔

دائرہ
معبودیت صرفہ

بعد ازاں معبودیت صرفہ ہے۔ معبودیت صرفہ۔ یہاں اس طرح مراقبہ کرتے ہیں۔ وہ ذات پاک کہ معبودیت صرف ہے فیض اس کا ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ اس جگہ وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے۔ امتیاز بھی راہ میں رہ جاتا ہے۔ یہاں کسی کی مجال قدم زدن نہیں ہے۔ عابد و معبودی میں کتنی پیش قدم ہے۔ مگر جب معاملہ معبودیت صرفہ پر پہنچا تو پھر قدم کیا۔ الحمد للہ سیر نظری کو اس جگہ ہمائنہ رکھا ہے۔ اور لبقدر استعداد رفتار رکھا ہے ؎

بلا بودے اگر این ہم نبودے

شاید کہ ما عرفنا یا محمد اسی کوتاہی قدم کی طرف اشارہ ہو۔ حقائق کلمہ لا الٰہ الا اللہ یہیں متحقق ہوتے ہیں۔ نفی عبادت آلہیہ غیر مستحقہ یہاں ہوتی ہے۔ اثبات معبودیت حقیقی کا کہ سوائے اس کے کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اس مقام میں ہوتا ہے۔ کمال امتیاز درمیان عابدیت و معبودیت کے یہاں ظاہر ہوتا ہے

اس جگہ عبادت صلوٰتیہ سے نظر میں حدت و بصر کو ترقی ہوتی ہے ÷

فائدہ سیر قدمی اور سیر نظری سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہاں قدم رکھنے کی گنجائش ہے یا شہود و مشاہدہ ہے ۔ بلکہ یہ سیر از قبیل متشابہات ہیں ۔ من لم یذق لم یدر ۔ یہ ایک وصول مجہول الکیفیت ہے ۔ اگر وصول قدمی ہو تو اُس کو سیر قدمی کہا ۔ اور اگر صورت مثالیہ میں نظر آیا تو اُس کو سیر نظری کہا ۔ ورنہ نظر کجا اور قدم کہاں فقط ÷

یہ ہے بطور اختصار و ایجاز بیان مقامات مجددیہ کا جو کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز پر منکشف فرمائی ۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ÷ اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزندوں اور خلفاء پر اُنہوں نے اپنے خلفاء اور فرزندوں پر القا فرمائی ۔ اور اس وقت سے بواسطہ آں حضرات اِس وقت تک صدہا ہزارہا نسبت شریفہ سے تمام ممالک اربعہ جہات شرقاً و غرباً و شمالاً و جنوباً میں فیض یاب و مستفید ہوئے ۔ مگر واضح ہو کہ ان مقامات عالیہ پر بلا توجہ پیر کامل کہ جس نے تفصیلاً نہ حاصل کئے ہوں پہنچنا محال ہے ۔ اور افسوس کہ اس وقت ایسے بزرگوار النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے ہیں ۔ اور جو شاذ و نادر تھے اُن سے بھی زمانہ دن بدن خالی ہوتا جاتا ہے اور قریب ہے کہ تسلیک مقامات مجددیہ مسدود ہو جائے ۔ اور رسمی طور سے بلا تحقیق بحالات و خصوصیات و ظہور آثار و علامات باطن سالکین میں تعلیم مراقبات کرنا محض بے فائدہ اور باعث بدنامی طریقہ ہے ۔ نعوذ باللہ من ذالک ÷

جس صاحب نصیب کو اللہ تعالےٰ یہ دولت نصیب کرے چاہیئے کہ اس کی حفاظت و پرداخت میں ہر لحظہ اور ہر ساعت مشغول رہے

ضمیمہ نمبر ۲

دعائے حزب البحر

دعائے اعتصام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝
قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝
ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً
مِّنْكُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ
الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ
شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا
يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ

الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ
بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ
رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ
شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اَلِفْ بَا تَا ثَا جِيْمْ حَا
خَا دَالْ ذَالْ رَا زَا سِيْنْ شِيْنْ صَادْ ضَادْ طَا
ظَا عَيْنْ غَيْنْ فَا قَافْ كَافْ لَامْ مِيْمْ
نُوْنْ وَاوْ هَا يَا ۝ يَا رَبِّ سَهِّلْ وَيَسِّرْ وَلَا تُعَسِّ
عَلَيْنَا يَا رَبِّ ۝

دعائے حزب البحر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا اللّٰہُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ اَنْتَ رَبِّیْ وَعِلْمُکَ حَسْبِیْ فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبِّیْ وَنِعْمَ الْحَسْبُ حَسْبِیْ تَنْصُرُ مَنْ تَشَآءُ وَاَنْتَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ نَسْئَلُکَ الْعِصْمَۃَ فِی الْحَرَکَاتِ وَالسَّکَنَاتِ وَالْکَلِمَاتِ وَالْاِرَادَاتِ وَالْخَطَرَاتِ مِنَ الظُّنُوْنِ وَالشُّکُوْکِ وَالْاَوْھَامِ السَّاتِرَۃِ لِلْقُلُوْبِ عَنْ مُطَالَعَۃِ فَقَدِ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا

(اب داہنی انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کرو)

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا غُرُوْرًا فَثَبِّتْنَا وَانْصُرْنَا

(دل میں اپنے مطلب کا خیال کریں)

وَسَخِّرْ لَنَا ھٰذَا الْبَحْرَ کَمَا سَخَّرْتَ الْبَحْرَ لِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ النَّارَ لِاِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ الْجِبَالَ وَالْحَدِیْدَ لِدَاؤدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ الرِّیَاحَ وَالشَّیَاطِیْنَ وَالْجِنَّ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسَخِّرْ لَنَا کُلَّ بَحْرٍ ھُوَ لَکَ فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ وَبَحْرَ الدُّنْیَا وَبَحْرَ الْاٰخِرَۃِ وَسَخِّرْ لَنَا کُلَّ شَیْءٍ یَا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ کٓھٰیٰعٓصٓ

(تین بار پڑھ جائیے) (پہلے بار کے ساتھ چھنگلیا دائیں ہاتھ کی بند کرے۔ دوسرے حرف کے ساتھ دوسری انگلی تیسرے حرف کے ساتھ بیچ والی انگلی چوتھے کے ساتھ شہادت کی انگلی۔ پانچویں کے ساتھ انگوٹھا بند کرو۔ دوسری دفعہ کٓھٰیٰعٓصٓ کے ساتھ اسی ترتیب سے انگلیاں کھولو۔ پھر تیسری دفعہ کٓھٰیٰعٓصٓ کے ساتھ انگلیاں بند کرو۔ اب پڑھیئے)

اُنْصُرْنَا (اب چھنگلیا کھول دو) فَاِنَّكَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ ۝ وَافْتَحْ لَنَا
(اب دوسری انگلی کھول دو) فَاِنَّكَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝ وَاغْفِرْلَنَا (
تیسری انگلی کھول دو) فَاِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝ وَارْحَمْنَا (اب چوتھی انگلی کھول دو)
فَاِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ وَارْزُقْنَا (یہاں انگوٹھا کھول دو)
فَاِنَّكَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ۝ وَاحْفَظْنَا فَاِنَّكَ
خَيْرُ الْحَافِظِيْنَ وَاهْدِنَا وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ
رِيْحًا طَيِّبَةً كَمَا هِيَ فِيْ عِلْمِكَ وَانْشُرْهَا عَلَيْنَا مِنْ
خَزَآئِنِ رَحْمَتِكَ وَاحْمِلْنَا بِهَا حَمْلَ الْكَرَامَةِ مَعَ السَّلَامَةِ
وَالْعَافِيَةِ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝ اِنَّكَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلَنَا اُمُوْرَنَا (یہاں دل میں مطلب کا
خیال کریں) مَعَ الرَّاحَةِ لِقُلُوْبِنَا ۝ وَاَبْدَانِنَا وَالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فِيْ
دِيْنِنَا وَدُنْيَانَا وَكُنْ لَّنَا صَاحِبًا فِيْ سَفَرِنَا وَخَلِيْفَةً فِيْ اَهْلِنَا
وَاطْمِسْ عَلٰى وُجُوْهِ (یہاں بتصور اعداء اپنے ہاتھ کی مٹھی باندھ کر نیچے کو
اشارہ کرو اور کھول دو) اَعْدَائِنَا وَامْسَخْهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَلَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ الْمُضِيَّ وَلَا الْمَجِيْٓءَ اِلَيْنَا وَلَوْ نَشَآءُ
لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝ وَلَوْ
نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ
يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ

اٰؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ
يُؤْمِنُوْنَ ۰ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ
هُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۰ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۰ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (تین مرتبہ)

اب اپنے ہی دل میں اعداء کا خیال کرو کہ وہ تباہ ہو جائیں۔ اور الٹا ہاتھ زمین پہ مارو۔ ہر
بار یہ، وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۰

طٰسٓ طٰسٓمٓ حٰمٓعٓسٓقٓ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۰
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ سات بار

پہلے حٰمٓ پر داہنی طرف پھونک مارو۔ دوسری بار بائیں طرف تیسری بار سامنے۔
چوتھی بار پیچھے۔ پانچویں بار اوپر۔ چھٹی بار پڑھ کر نیچے پھونک مارو۔ اور ہو۔ اور
ساتویں حٰم پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر اندر کی جانب دم کر کے تمام بدن پر ملے۔)

رَفَعْتُ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى كُلَّ بَلَآءٍ وَّقَضَآءٍ يَجِيْءُ
مِنْ هٰذِهِ الْجِهَاتِ سِتَّةً تَامَّنُ بِاِذْنِ اللّٰهِ
تَعَالٰى مِنْ جَمِيْعِ الْاٰفَاتِ وَالْعَاهَاتِ ۔ اور ساتویں

بار پڑھ کر دونوں ہاتھ پہ اندر کی طرف دم کر کے تمام بدن پر ملے اور پھر کہے

حُمَّ الْاَمْرُ وَجَآءَ النَّصْرُ فَعَلَيْنَا لَا يُنْصَرُوْنَ
حٰمٓ ۰ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ
شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۰

بِسْمِ اللّٰهِ بَابُنَا تَبَارَكَ حِيطَانُنَا يٰسٓ سَقْفُنَا كٓهٰيٰعٓصٓ

(دائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کریں۔ چھنگلیا سے شروع کرے انگوٹھے پر ختم کرے۔ ایک ایک حرف پر ایک ایک انگلی بند کریں۔ جیسے پہلے کیا تھا) كِفَايَتُنَا حٰمٓعٓسٓقٓ

(اسی ترتیب سے اب انگلیاں کھولیں) حِمَايَتُنَا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ سِتْرُ الْعَرْشِ مَسْبُولٌ عَلَيْنَا وَعَيْنُ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ إِلَيْنَا بِحَوْلِ اللّٰهِ لَا يُقْدَرُ عَلَيْنَا (سر العرش سے علینا تک سات بار کہیے)

وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (تین بار)

إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (تین بار)

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (سات بار) بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (تین مرتبہ) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۝ (تین مرتبہ)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

دعائے اختتام

يَا اللّٰهُ يَا نُوْرُ يَا حَقُّ يَا مُبِيْنُ اُكْسُنِيْ مِنْ نُوْرِكَ وَعَلِّمْنِيْ
مِنْ عِلْمِكَ وَفَهِّمْنِيْ عَنْكَ وَاسْمِعْنِيْ مِنْكَ وَ
اَبْصِرْنِيْ بِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَا سَمِيْعُ
يَا عَلِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اِسْمَعْ دُعَآئِيْ
بِخَصَآئِصِ لُطْفِكَ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ
اللّٰهِ التَّآمَّاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ؕ
يَا عَظِيْمَ السُّلْطَانِ ۝ يَا قَدِيْمَ الْاِحْسَانِ ۝ يَا دَآئِمَ
النِّعَمِ يَا بَاسِطَ الرِّزْقِ يَا وَاسِعَ الْعَطَايَا يَا دَافِعَ الْبَلَايَا
يَا حَاضِرًا لَيْسَ بِغَآئِبٍ يَا مَوْجُوْدًا عِنْدَ الشَّدَآئِدِ يَا مُجْمِلَ
السِّتْرِ يَا خَفِيَّ اللُّطْفِ يَا لَطِيْفَ الصُّنْعِ يَا حَلِيْمًا لَّا يَعْجَلُ
يَا جَوَادًا لَّا يَبْخَلُ اِقْضِ حَاجَتِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ
الْمَكْنُوْنِ السَّلَامِ الْمُنَزَّلِ الْقُدُّوْسِ الْمُطَهَّرِ الطَّاهِرِ
[illegible] يَا دَيْهَارُ يَا دَيْهُوْرُ يَا اَزَلُ يَا اَبَدُ يَا مَنْ لَّمْ يَلِدْ

وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ يَا مَنْ لَّمْ يَزَلْ
يَا هُوَ يَا هُوَ يَا هُوَ مَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يَا كَانَ يَا كَيْنَانَ يَا
رُوْحُ يَا كَآئِنُ بَعْدَ كُلِّ كَوْنٍ اِهْيًا اَشْرَاهِيًّا اُذُوْنِيْ
اَصْبَآؤُتُ يَا مُجَلِّيَ عَظَآئِمِ الْاُمُوْرِ سُبْحَانَكَ عَلٰى عَفْوِكَ
بَعْدَ قُدْرَتِكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ لَيْسَ
كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

جمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے میرے محبوبؐ!) ب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہمارے احکام کا یقین کرتے ہیں۔ تو اُن کو فرما دیجئے کہ آپ ب پر پروردگار کا سلام ہو۔ جس نے تمہارے لئے اپنے اوپر رحمت ہی رحمت رکھی ہے۔ ور تم میں سے جس کسی نے بے علمی کی وجہ سے برائی کی مگر توبہ کی اور آئندہ کے لئے اپنا عمل درست ر لیا تو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ اسی انداز سے احکام کی تفصیل م اس لئے کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا طور طریقہ اور راستہ ظاہر ہو جائے۔ (اے میرے محبوبؐ!) پ اعلان عام کر دیجئے کہ مجھے بتوں کی پرستش کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ اے رسول (محبوبؐ!) ان کو سمجھا دیجئے کہ اگر تمہاری خواہشات کی پیروی کروں تو گمراہ ہو جاؤنگا اور ہدایت یافتہ میں سے نہیں رہونگا۔

(اسکے بعد اللہ نے کہا) اے لوگو! تم پر غم واندوہ کے بعد امن وچین کی حالت نازل کی جو کہ نیند تھی جس نے تمہاری ایک جماعت کو ڈھانپ لیا حالانکہ ایک جماعت کو ان کے نفوس نے پریشان کیا کیونکہ اللہ کے متعلق ناحق اور جہالت کا ظن رکھتے ہوئے کہتے تھے کہ اب ہمارے لئے کوئی بچاؤ کا ذریعہ نہیں۔ (اے محبوبؐ!) اُن کو سنا دو کہ سب کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے تم پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے اگر ہمارا بس چلتا یہاں ہم مارے نہ جاتے۔ (اے میرے محبوبؐ) ان پر واضح کر دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ لوگ جن کا قتل ہونا لکھا ہوا تھا اپنے مقتل کی طرف ضرور جاتے۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ اللہ ان کی آزمائش کرتے ہوئے اس بات کو خالص طور پر ظاہر کر دے جو تم لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ جو حضرات اُن کے ہمراہ ہیں وہ کفار کے حق میں سخت مگر آپس میں رحمدل ہیں۔ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ اللہ سے فضل اور تنیوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیاں سجدوں کے اثرات سے چاندی کی طرح چمکتی ہیں۔ ان کے متعلق اسی طرح سے انجیل میں تحریر ہے۔ وہ اس کھیتی کے مانند ہیں جس نے اپنا ر نکالا پھر اونچا کیا۔ اور سخت ہو کر اپنی جڑ پر مضبوطی سے کھڑی ہوئی تاکہ اپنے مالک کو خوش ے اور اللہ کے منکر رنج میں گرفتار ہو جائیں۔ اللہ ایماندار اور نیک اعمال کرنے والوں سے غفرت اور عظیم ثواب کا وعدہ ہے۔

یا اللہ ہم دعا کرتے ہیں سب حرکات و سکنات میں (جو ہمارے اعضاء سے ظاہر ہوں) اور سب باتو میں (جو زبان سے نکلیں) اور سب ارادوں میں اور گمانوں اور شکوں کے خطرات میں (جو ضمیر می پیدا ہوں۔) اور دلوں کو ڈھانکنے والے اوہام میں جو غیب (علوم خفیہ) اور تدبیر با حکمت کے مطال سے دلوں کو باز رکھتے ہیں۔ (اس لئے حفاظت کی درخواست کرتے ہیں۔) کہ بہ تحقیق مومن آزما گئے ہیں اور شدت سے ہلا دیئے گئے ہیں اور (حفاظت کی درخواست کرتے ہیں اس وقت ج منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے ہیں کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ نہیں کیا۔ مگر فریب دینے کے لئے پس ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہماری مدد فرما اور ہمارے لئے اس دریا کو مسخر کر دے جس طرح تو نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کو مسخر کیا اور آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مسخر کیا اور پہاڑوں اور لوہے کو داؤد علیہ السلا کے لئے مسخر کیا۔ اور ہواؤں اور شیطانوں (دیووں) اور جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے مسخر کیا اور ہمارے لئے ہر دریا کو مسخر کر دے، جو زمین اور آسمان اور عالم ملک اور عالم ملکوت میں تیری ملک تصرف میں ہے۔ اور تابع کر تو دریائے دنیا کو اور دریائے آخرت کو اور اے وہ ذات کہ جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے۔ ہمارے لئے ہر چیز کو مسخر کر دے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ ہماری مدد فرما کیونکہ تو سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے اور ہمیں فتح عطا فرما (ہمارے بند کاموں کو کھول دے) کیونکہ تو سب سے بہتر فتح دینے والا ہے۔ اور ہمیں بخش دے کیونکہ تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہم پر رحم فرما کیونکہ تو سب سے بہتر رحم کرنیوالا ہے۔ اور ہمیں رزق عطا فرما کیونکہ تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ اور ہماری حفاظت فرما کیونکہ تو سب سے بہتر حفاظت کرنیوالا ہے اور ہمیں راستہ دکھا (ہدایت کر) اور ظلم کرنیوالوں سے نجات عطا کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے ہوائے خوش (موافق) عنایت فرما جیسی کہ تیرے علم میں ہے اور اپنے رحمت کے خزانوں سے اسے ہم پر پھیلا دے اور ہمیں اس موافق ہوا کے ذریعے عزت کے ساتھ (کشتی میں) اٹھائے چل، دین اور دنیا اور آخرت کی سلامتی اور عافیت کے ساتھ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ ہمارے لئے تمام کاموں کو آسا کر دے۔ ہمارے دلوں اور بدنوں کی راحت کے ساتھ اور ہمارے دین اور دنیا میں سلامتی اور امن کے ساتھ اور ہمارے لئے سفر میں ہمارا ساتھی ہو اور ہمارے اہل خانہ میں ہمارا قائمقام (محافظ) بن اور ہمارے دشمنوں کے منہ بگاڑ دے اور اپنی جگہ پر انہیں مسخ کر دے پس وہ کسی طرف نہ گزر سکیں اور نہ ہماری طرف آ سکیں۔ (جیسا کہ تو نے فرمایا ہے) کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو بیٹ کر دیں کہ وہ راستہ کی طرف دوڑتے پھریں۔ پھر کہاں

دیکھ سکیں گے اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی جگہ پر مسخ کر دیں۔ پس وہاں سے کہیں جا سکیں نہ لوٹ سکیں۔ یٰسین قسم ہے قرآنِ حکیم کی۔ بیشک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر۔ یہ قرآن خدائے غالب و مہربان کا اتارا ہوا ہے۔ تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں۔ جن کے آباؤ اجداد نہیں ڈرائے گئے۔ پس وہ غافل ہیں خدا تعالیٰ کی بات (یعنی عذاب کے بارے میں) ان میں سے اکثر پر سچی ہو چکی ہے۔ پھر بھی یہ ایمان نہیں لاتے بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں پس وہ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں (کہ دیکھ نہیں سکتے) اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے ایک دیوار پس ان کو ڈھانک دیا ہے سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور خدائے حی و قیوم کے سامنے ان کے منہ رسوا اور خوار ہوں اور جس نے ظلم کیا وہ خسارہ میں پڑ گیا۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! اے بلند مرتبہ۔ اے بزرگ قدر۔ اے بُردبار۔ اے اسرار کے جاننے والے تو میرا پروردگار ہے اور تیرا علم میرے حال کو کافی ہے۔ خوب پروردگار ہے میرا پالنے والا اور خوب کفایت کرنے والا ہے۔ میرا کفایت کرنے والا۔ تو جسے چاہے فتح عطا کرتا ہے اور تو غالب مہربان ہے۔ کام گرم ہو گیا اور مدد آ پہنچی پس وہ (ہمارے دشمن) ہم پر فتح نہ پا سکیں گے۔ دو دریاؤں کو ملا دیا۔ ایک ساتھ بہتے ہیں۔ ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ اپنی حد سے نہیں بڑھتے۔ حٰم۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا۔ سخت عذاب دینے والا۔ بہت اختیار والا (صاحبِ قوت) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ بسم اللہ ہمارا دروازہ ہے۔ سورۂ تبارک ہماری چاردیواری ہے اور یٰسین ہمارے گھر کی چھت ہے۔ کلمہ کہیعص ہمارے مشکل کاموں کے لئے کافی ہے اور کلمہ حمعسق آفتوں سے ہماری حمایت ہے۔ پس اللہ ان سے مقابلہ کیلئے تجھے کافی ہوگا۔ اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ عرش کا پردہ (یعنی خود عرش) ہم پر لٹکا ہوا ہے اور عنایتِ الٰہی کی آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہیں۔ اللہ کی مدد سے کسی کو ہم پر قدرت نہیں دی جائیگی۔ اور اللہ نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ بلکہ وہ قرآنِ بزرگ ہے لوحِ محفوظ میں۔ پس اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ بیشک میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہی نیکوں کا مددگار ہوتا ہے میرے اللہ کافی ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا پروردگار ہے اور تدبیر باحکمت کے مطالعہ سے دلوں کو باز رکھتے ہیں۔ اللہ کے بھروسے جسکے نام کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاتی۔ زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور نہیں ہے (گناہوں سے پھرنے کی) طاقت اور نہ (طاقت کی) قوت مگر اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ساتھ۔ (تمت بالخیر)

اے خدا اے نور اے حق اے ظاہر کرنے والے اپنے نور کا لباس مجھے پہنا اور اپنا علم مجھے سکھا اور اپنی طرف سے سمجھ دے اور اپنا حکم مجھے سُنا اور اپنی معرفت دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے سُننے والے اے دانا اے بُردبار اے برتر اے عظیم الشان اپنی مہربانی سے میری دُعا سُن آمین آمین میں خدا کے تمام حکموں کے ذریعہ ان تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کو اس نے پیدا کیا ہے۔ پناہ مانگتا ہوں خدا کے کامل احکام کے ذریعہ اُن تمام کے شر سے جن کو اُس نے پیدا کیا ہے۔ اے عظیم الشان بادشاہ اے قدیم سے احسان کرنے والے اے ہمیشہ سے نعمت دینے والے اے رزق پیدا کرنے والے اے زیادہ عطیات والے اور آفتوں کو دفع کرنے والے اے حاضر نہ ہونے والے غائب اے سختیوں کے وقت مدد کرنے اے مجمل بھید والے پوشیدہ مہربانی والے عمدہ کاریگری والے اے ایسا بردبار جو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اے بے بخل سخی اپنی رحمت سے میری حاجت پوری کر دے اے سب سے بڑے رحم کرنے والے مہربان اے خدا میں تجھ سے تیرے نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو محفوظ ہے پوشیدہ ہے سلامت ہے نازل کرنے والا ہے پاک پاک کرنے والا پاک تیرا نام ہے دہرا اے وہ جس کا شروع نہیں اور جس کی انتہا نہیں اے وہ جس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کائنات میں اس کی کوئی مثل ہے اے وہ جو ہمیشہ ہے اے وہ اے وہ اے وہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں اے وہ جو ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ سے تھا اے روح اے وہ جو تھا تمام کائنات سے قبل اے وہ ازلی جس کو کبھی زوال نہیں ہے اے وہ دائمی جس کو کبھی فنا نہیں اے سختیوں کو دُور کرنے والے تو پاک ہے کہ قدرت کے بعد معاف کرتا ہے اگر وہ راہ راست سے پھر یں تو کہہ دو کہ میرے لیے خدا کافی ہے جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے اس پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرشِ عظیم کا پیدا کرنے والا ہے جس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اے خدا محمدؐ اور ان کے اہل پر رحمت نازل کر جیسا کہ تو نے رحمت نازل کی تھی ابراہیمؑ اور ان کے اہل پر یقیناً تو قابلِ تعریف بزرگ ہے۔ اے خدا برکت نازل کر محمدؐ اور اُنکے اہل پر جیسا کہ برکت نازل کی تھی ابراہیمؑ اور اُن کے اہل پر یقیناً تو قابلِ تعریف بزرگ ہے۔

تصنیفات و تالیفات

سید احمد سعید ہمدانی

۱۔ تذکرۂ غوث و قطب : حالات و مناقب حضرت سید محمد وراثت حسین شاہ و
حضرت حاجی عبداللہ شاہ بادشاہ غوث و قطب

۲۔ احوال و مقامات حضرت سلطان باہوؒ

۳۔ عصرِ جدید اور مسائلِ تصوف

۴۔ حقیقتِ ابدال

۵۔ ترجمہ و شرح "حزب البحر"

۶۔ تقدیم و حواشی رسالہ "سلوکِ طریقت"

۷۔ تحقیق و ترجمہ و شرح رسالہ "روحی" (از سلطان باہوؒ)

۸۔ حیات و تعلیماتِ حضرت سلطان باہوؒ : زیر طبع

۹۔ دانشِ فقر : اسرار الحروف حضرت سلطان باہو : زیر طبع

عشق و محبت سے لبریز

سیرت آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بعنوان "محمدؐ نورُ اللہ محبوب اللہ"

مؤلفہ شیخ عبدالرؤف کی تازہ ترین مطبوعہ پڑھیے
اور فیض ربانی حاصل کیجئے۔

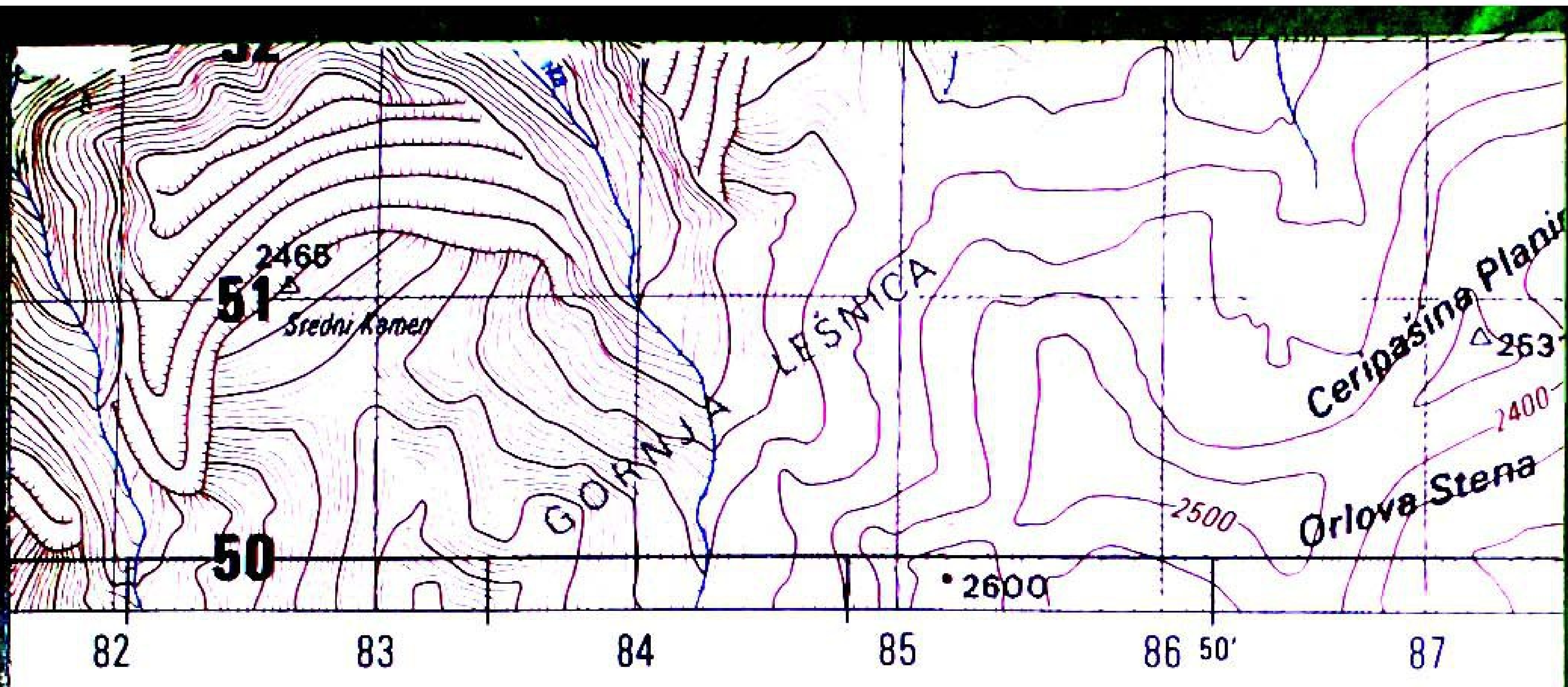

SCALE 1:50,

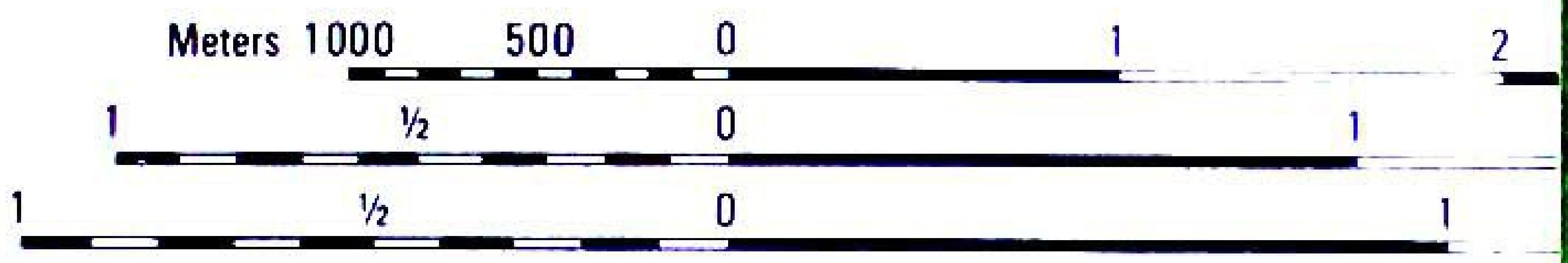

ή περισσότερο)
φής εμποδίου,
ης θαλάσσης
φής εμποδίου,
θμης εδάφους
ψηλής τάσης;
: ραδιοφώνου
ΟΡΙΑ
ική; Δείκτης
ή διοικητική
διαίρεση
ΝΑΓΛΥΦΟ
κος, γκρεμός
Λεκάνη
οχή βράχου
ΤΡΑΓΓΙΣΗ
Ρεύμα
ο των 25 μ
ο των 25 μ
Πηγή
Φρέαρ
μένο ρεύμα
Τέλμα
ΑΣΤΗΣΗ
ωνοφόρος;
νάμεικτος
ιά δέντρα
μπελώνες
ντροσειρά
ΕΔΑΦΩΝ
Κανονικό
κό σημείο

NOTES ΣΗΜΕΙΩΣΕΙΣ

A ONE LANE ROAD IS FROM 2.5 TO LESS THAN 5.5 METERS (8 TO 18 FEET) WIDE. FOR ROADS TWO OR MORE LANES WIDE A LANE IS CONSIDERED TO BE FROM 2.7 TO 4.1 METERS (9 TO 13 FEET) WIDE.

ΟΔΟΣ ΕΝΟΣ ΡΕΥΜΑΤΟΣ ΚΥΚΛΟΦΟΡΙΑΣ ΕΧΕΙ ΠΛΑΤΟΣ ΑΠΟ 2,5 ΜΕΧΡΙ ΚΑΤΩ ΑΠΟ 5,5 ΜΕΤΡΑ (8 ΩΣ 18 ΠΟΔΙΑ). ΓΙΑ ΟΔΟΥΣ ΜΕ ΔΥΟ Η ΠΕΡΙΣΣΟΤΕΡΑ ΡΕΥΜΑΤΑ ΚΥΚΛΟΦΟΡΙΑΣ, ΚΑΘΕ ΡΕΥΜΑ ΘΕΩΡΕΙΤΑΙ ΟΤΙ ΕΧΕΙ ΠΛΑΤΟΣ ΑΠΟ 2,7 ΩΣ 4,1 ΜΕΤΡΑ (9 ΩΣ 13 ΠΟΔΙΑ).

IN DEVELOPED AREAS ONLY THROUGH ROADS ARE CLASSIFIED.

ΣΕ ΑΝΕΠΤΗΓΜΕΝΕΣ ΠΕΡΙΟΧΕΣ, ΜΟΝΟΝ ΔΙΑΠΕΡΑΣΤΙΚΩΝ ΟΔΩΝ ΥΠΑΡΧΟΧΝ ΕΝΔΙΞΕΙΣ.

CAUTION: NOT ALL TELEPHONE AND ELECTRIC SERVICE LINES ARE SHOWN.

ΠΡΟΣΟΧΗ: ΟΛΕΣ ΟΙ ΤΗΛΕΦΩΝΙΚΕΣ ΚΑΙ ΗΛΕΚΤΡΙΚΕΣ ΓΡΑΜΜΕΣ ΔΕΝ ΦΑΙΝΟΝΤΕ ΣΤΟΝ ΧΑΡΤΗ.

THIS MAP IS RED-LIGHT READABLE

ELEVATIONS IN METERS

CONTOUR INTERVAL 20 METE

ELLIPSOID .... WORLD GEODE
GRID .... 1000 ME
PROJECTION .... TRANS
VERTICAL DATUM ....
HORIZONTAL DATUM .... WORLD GEODE
PRINTED BY ....

COORDINATE CONVERSION WGS 84 TO ED 5
Grid Add 60 m E, Add 185 m N
Geographic Add 2.6″ Long, Add 3.3″ Lat

SAMPLE 1,000 METER GRID SQUARE
ΠΑΡΑΔΕΙΓΜΑ ΤΕΤΡΑΓΩΝΟΝ
1,000 ΜΕΤΡΩΝ

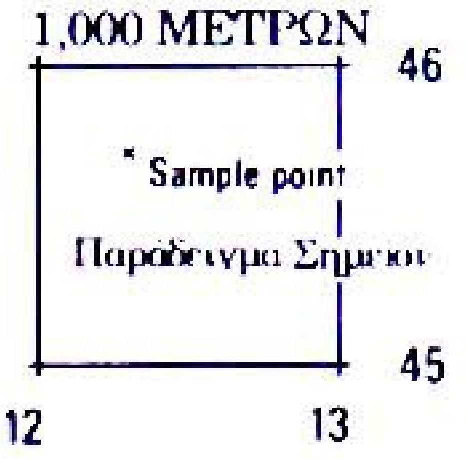

100,000 M. SQUARE IDENTIFICATION
ΧΑΡΑΚΤΗΡΙΣΜΟΣ ΤΕΤΡΑΓΩΝΟΥ
100,000 ΜΕΤΡΩΝ

DM

GRID ZONE DESIGNATION
ΕΝΔΕΙΞΗ ΖΩΝΗΣ
ΤΕΤΡΑΓΩΝΙΣΜΟΥ

34T

100

1. Read large n
grid line left
(100 meters)

2. Read large
HORIZONTAL
estimate tent
line to point.

Ex

WHEN REPORTIN
LINE, PREFIX TH
IDENTIFICATION

Examp

WHEN REPORTIN
DESIGNATION AF
DESIGNATION.

Examp

USERS SHOULD REFER CORREC
TO DIRECTOR, DEFENSE MAPPI

تذکرہ

اعلیٰحضرت للّٰہی رحمۃ اللہ

ترجمہ

"مقاماتِ طیّبین"

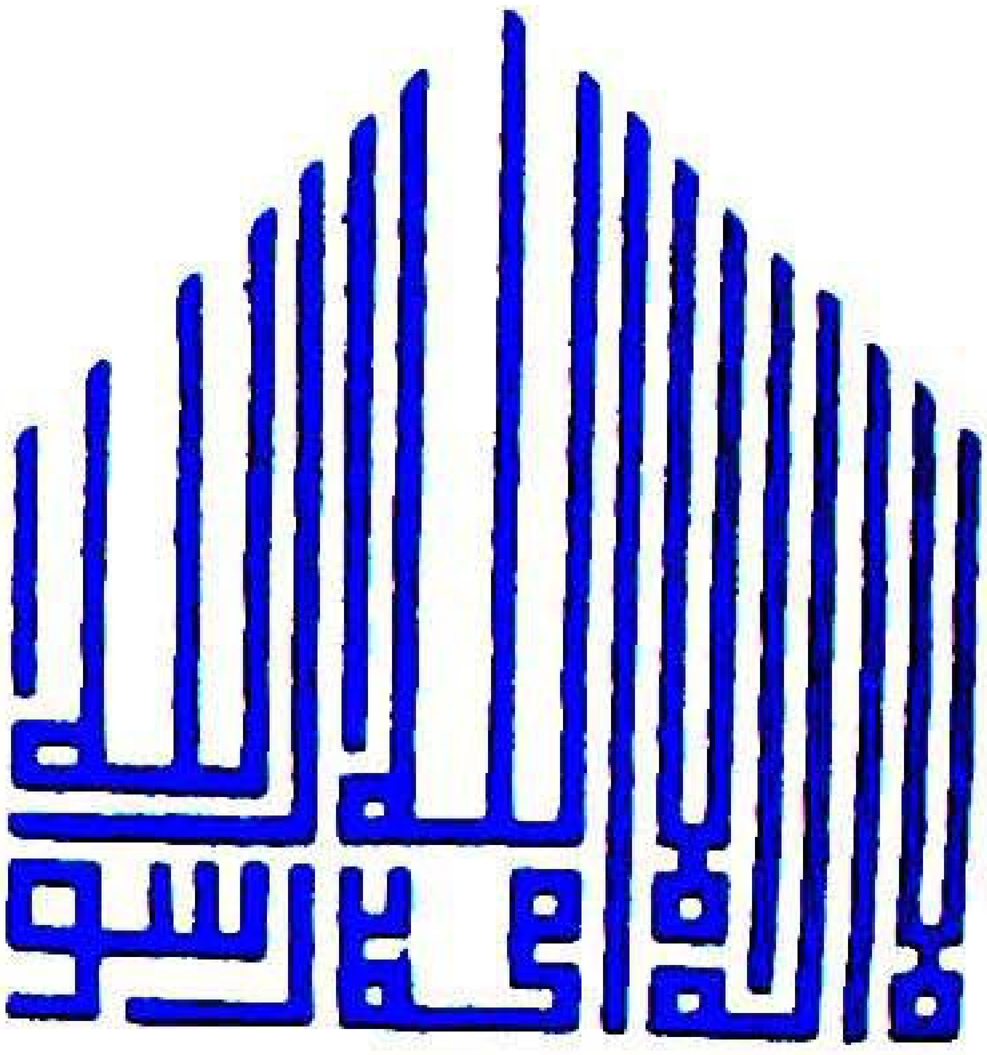
لا اله الا الله محمد رسول الله

مؤلف: مولوی امام دین کھوتکوی

ترجمہ و تحقیق: سیّد احمد سعید ہمدانی